علمِ غیبِ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بے مثال مدلل کتاب

علمِ غیبِ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

مؤلف

حضرت مولانا ابوالباسط محمد عبدالسلام رضوی نقشبندی

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

۱۱۔ گنج بخش روڈ، لاہور ☏ 37313885

نام کتاب	....	علم غیبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
تالیف	....	مولانا ابوالباسط محمد عبدالسلام رضوی نقشبندی
بار سوم	....	دسمبر 2016ء
باہتمام	....	سید محمد شجاعت رسول قادری
ناشر	....	نوریہ رضویہ پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور
کمپیوٹر کوڈ	....	1N0008
قیمت	....	400روپے

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

11- گنج بخش روڈ، لاہور

فون 042-37313885-042-37070663

Email:nooriarizvia@hotmail.com

مکتبہ نوریہ رضویہ بغدادی جامع مسجد گلبرگ اے فیصل آباد

فون: 041-2626046

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم

صلّ علیٰ سیّدنا و مولانا محمّدٍ وّعلیٰ آلہٖ

وصحبہٖ وبارک وسلّم

مولایَ صلّ وسلّم دائماً ابداً

علیٰ حبیبک خیرِ الخلق کلّھمٖ

محمّدٌ سیّدُ الکونینِ والثّقلینِ

والفریقینِ من عربٍ وّمن عجمٖ

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایمان

"وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ"۔

(کہف)

"(اے محبوب ﷺ) آپ اپنے رب کی طرف سے حق فرمادیجئے۔ جس کا دل چاہے ایمان لائے جس کا دل چاہے انکار کرے"۔

ادب

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ (الحجرات)

"اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) سے۔ اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کرو۔ جیسے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ چلاتے ہو۔ کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور یہ کہ تم شعور نہیں رکھتے"۔

قرآن

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ط وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا ○ (نساء)

''کیا لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے۔ اگر یہ خدا کے سوا کہیں اور سے آیا ہوتا تو اس میں بہت سا اختلاف پاتے۔''

لعنت

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّلَہُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا ○ (احزاب)

''بے شک جو لوگ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا وآخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے''۔

دعوتِ عام

تمام باطل گروہ چھوٹے بڑے سب اکٹھے ہو کر قرآن کریم کی ایک آیہ قطعی الدلالۃ یا ایک حدیث یقینی الافادہ چھانٹ لائیں، جس سے صاف صریح طور پر ثابت ہو کہ حضور آقائے دو جہاں سرکار سیّدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو فلاں چیز کا علم حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے مرحمت نہیں فرمایا۔

وَادْعُوْا شُهَدَآءَ كُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝ (۲:۲۳-۲۴)

''اور اللہ کو سوا اپنے سب حمایتوں کو بلالو اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر نہ لاسکو اور ہم فرمائے دیتے ہیں۔ کہ ہر گز نہ لاسکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں تیار کر رکھے ہیں کافروں کے لئے''۔

علمِ نبوت

''قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالُ اَقْوَامٍ طَعَنُوْا فِيْ عِلْمِيْ لَا تَسْئَلُوْنِيْ عَنْ شَيْءٍ فِيْمَا بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ السَّاعَةِ اِلَّا اَنْبَاْتُكُمْ بِهٖ''[۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ان قوموں کا کیا حال ہے جو میرے علم میں طعن کرتے ہیں۔ آج سے

---

[۱] معالم التنزیل۔ جز اوّل ص ۴۵٦ مطبوعہ مصر

قیامت تک جو ہونے والا ہے اس میں کوئی چیز ایسی نہیں جس کا تم مجھ سے سوال کرو اور میں خبر نہ دوں۔ یعنی جو بھی تم مجھ سے پوچھو اس کا جواب دوں گا''۔

مشاہدہ

''قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَاِلٰی مَا ھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ'' ۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا کو سامنے کیا اور میں دیکھ رہا ہوں اس میں جو کچھ ہے اور جو کچھ قیامت تک اس میں ہونے والا ہے جس طرح میں اپنی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں''۔

---

[1] مواہب اللدنیہ ص ۱۹۲ مطبوعہ مصر

مقدمہ

اس کتاب میں جو آیات پیش ہوں گی ان کی تفسیر بڑے بڑے مفسروں اور اماموں کے حوالہ جات سے درج کی جائیں گی کیونکہ اپنی مرضی سے تفسیر کرنے والے کے لئے عذاب جہنم کی خبر دی گئی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے:

”وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ فِی الْقُرْاٰنِ بِرَائِہٖ فَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ وَفِیْ رِوَایَۃٍ مَنْ قَالَ فِی الْقُرْاٰنِ بِغَیْرِ عِلْمٍ فَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ“ ۔[1]

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قرآنِ پاک میں اپنی رائے سے معنی بیان کرے اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے اور ایک روایت میں آتا ہے کہ جس نے قرآن کے معنی بغیر علم کے بیان کئے اُسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے“۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جو شخص قرآن کا مطلب اپنی رائے سے بیان کرے وہ دوزخی ہے اس لئے آیاتِ قرآنی کا ترجمہ وتفسیر غلط کرنا یا اپنی مرضی کا مطلب حاصل کرنا حرام ہے۔

ہاں جو معنی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ثابت ہوں یا اماموں

---

[1] رواہ الترمذی۔ مشکوٰۃ کتاب العلم ص ۳۵

نے جو معانی شرعی اصولوں کے مطابق بیان فرمائے ہوں وہی درست ہیں۔ اس میں اپنی عقل وخیال سے دخل اندازی کرنا جائز نہیں۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقات میں اس مسئلہ کو بڑی وضاحت سے درج کیا ہے۔

زیر نظر کتاب میں معتبر احادیث پیش کی جائیں گی اور ان احادیث کی شرح محدثین اور آئمہ کرام کی زبانی بیان کی جائے گی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط بات منسوب کرنے یا حدیث کا مطلب غلط بیان کرنے والے کے لئے دوزخ کی بشارت دی گئی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے:

"وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ آيَةً وَحَدِّثُوْا عَنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ وَلَا حَرَجَ وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ" ۔ (رواہ البخاری)[1]

"حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پہنچاؤ لوگوں کو میری طرف، سے اگرچہ ایک ہی بات ہو اور بنی اسرائیل سے جو قصے سنو ان کو لوگوں کے سامنے بیان کرنے میں کوئی گناہ نہیں اور جو شخص جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ منسوب کرے گا وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں تلاش کرے"۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جو حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نہ ہو اور اپنے مطلب کو پورا کرنے کے لئے جھوٹ بول کر یہ کہے کہ یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں کرلے۔

جو حوالہ اس کتاب میں پیش ہوگا اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر پوری تحقیق سے درج کیا جائے گا۔

علم غیب کے متعلق جو شبہات ہیں ان کے جوابات قوی دلائل اور نہایت احسن

---

[1] مشکوۃ کتاب العلم ص ۳۲

طریق سے دیئے جائیں گے اگران کا مطالعہ تعصب وعناد کے بغیر کیا جائے توان شاءاللہ العزیز راہ ہدایت نصیب ہو جائے گی۔

اب میں اپنے صحیح مدعا کی طرف آتا ہوں۔ بارگاہ خداوندی میں دعا فرمائیں کہ اللہ کریم بطفیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حق پیش کرنے اوراس پر مجھے اور قارئین کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مسلکِ حق پر ہی خاتمہ بالخیر کرے اور اپنے محبوب کی بارگاہ کا نیاز مندر کھے۔ آمین۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

علم غیب کے متعلق عقیدہ اہلسنّت

علم غیب کی قسمیں:

۱۔ علم غیب ذاتی

۲۔ علم غیب عطائی

علم غیب ذاتی، قدیم بالذات ازلی جو تمام کلیات وجزئیات ممکن الوجود اور غیر ممکن الوجود کو حاوی ہو۔ صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم ذاتی کو غیر خدا کا علم حاوی نہیں ہوسکتا۔

تمام اوّلین وآخرین، انبیاء مرسلین اور ملائکہ مقربین سب کے علوم مل کر بھی علوم الٰہیہ سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو کروڑہا کروڑ سمندروں سے ایک ذرہ بھی بوند کے کروڑویں حصہ کو ہے کیونکہ وہ تمام سمندر اور اس بوند کا کروڑواں حصہ دونوں متناہی ہیں۔ علومِ الٰہیہ غیر متناہی ہیں (یعنی خدا کے علم کی کوئی انتہا نہیں) مخلوق کے علم اگرچہ عرش و فرش، شرق وغرب، جملہ کائنات از روز اول تا روز آخر کو محیط ہو جائیں آخر متناہی ہیں۔ جملہ علوم خلق کو علمِ الٰہی سے کوئی نسبت نہیں۔

علم غیب عطائی، جو اللہ تعالیٰ کے اعلام اور سکھانے سے حاصل ہو۔ یہی علم انبیاء کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا ہے اور بعض خواص اولیاء کرام کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیض وعطا سے حاصل ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کو کثیر غیبوں کا علم ہے مگر اس فضل جلیل میں حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کا حصہ تمام انبیاء کرام وتمام جہان سے اتم واعظم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع اشیاء جملہ کائنات یعنی تمام ممکنات حاضرہ وغائبہ کا علم مرحمت فرمایا ہے۔

تمام کائنات انبیاء مرسلین اور تمام ملائکہ مقربین کے علم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی نسبت ہے جو ایک قطرہ کروڑویں حصے کو کروڑہا سمندروں سے ہے۔ یعنی آپ اپنی صفت علم میں لامثال ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو علمِ الٰہی سے کوئی نسبت نہیں۔ نہ ہم مماثلت و مساوات کے قائل اور نہ عطائے خداوندی کے منکر۔ اللہ و نبی کی مماثلت کسی صورت میں نہیں ہوسکتی۔

مساوات تو جب لازم آئے کہ اللہ کے لئے بھی اتنا علم ثابت کیا جائے۔ ذراتِ عالم متناہی ہیں اور اس کا علم لامتناہی ورنہ جہل لازم آئے گا اور یہ محال ہے کہ خدا جہل سے پاک ہے نیز ذاتی وعطائی کا فرق بیان کرنے پر بھی مساوات کا الزام دینا صراحۃً ایمان و اسلام کے خلاف ہے۔

اس فرق کے ہوتے ہوئے مساوات ہو جایا کرے تو لازم آتا ہے کہ ممکن اور واجب وجود میں معاذ اللہ مساوی ہو جائیں کہ ممکن بھی موجود ہے اور واجب بھی موجود ہے اور وجود میں مساوی کہنا صریح کفر وکھلا شرک ہے۔

مناسب سمجھتا ہوں کہ اس صدی کے مجدد برحق اعلیٰ حضرت عظیم البرکت حضرت علامہ الحاج الشاہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور عبارت پیش کر دوں:

> ''بصیرت کے اندھوں کو اتنا نہیں سوجھتا کہ علمِ الٰہی ذاتی، علمِ خلق عطائی، وہ واجب یہ ممکن، وہ قدیم یہ حادث، وہ نامخلوق یہ مخلوق، وہ نامقدور یہ مقدور، وہ ضروری البقاء، یہ جائز الفنا، وہ ممتنع التغیر یہ ممکن التبدّل، ان عظیم تفرقوں

کے بعد احتمال شرک نہ ہوگا مگر کسی مجنون بے عقل کو"۔ (خالص الاعتقاد، الکلمۃ العلیا، بہارِ شریعت، الدولۃ المکیہ)

ناظرین انصاف کی نظر سے توجہ فرمائیں کہ یہ عقیدہ علم غیب کے متعلق اہلسنّت (بریلوی) کا ہے جس کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے واضح فرمایا؛

افسوس ہے کہ اس قدر صحیح عقیدہ رکھنے والوں پر شرک و بدعت کا فتویٰ لگانا جھوٹ اور ظلم ہے۔ اب بھی مخالفین اپنی ضد سے باز نہ آئیں تو اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ:

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ز وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ [1]

"مہر لگادی اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لئے عذاب بہت بڑا ہے"۔

اب وہ قرآنی آیات مع تفسیر پیش کی جاتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر شے کا علم عطا فرمایا گیا ہے۔

عالم ماکان وما یکون صلی اللہ علیہ وسلم

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۝ [2]

"اے محبوب ہم نے جو کتاب آپ پر نازل فرمائی ہے اس میں ہر چیز کا بیان ہے اور یہ ہدایت اور رحمت اور بشارت ایمان والوں کے لئے ہے"۔

اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم میں کل شئی یعنی ہر چیز کا بیان موجود ہے۔ چنانچہ اسی آیت کے تحت صاحب تفسیر اتقان فرماتے ہیں:

---

[1] پ۱، س البقرہ، ع۱

[2] پ۱۴، س نحل، ع۱۸

"حکی ابن سراقه فی کتاب الاعجاز عن ابی بکر بن مجاهد انه قال یوما من شئی فی العالم الاهو فی کتاب الله فقیل له فاین ذکر الخانات فقال فی قوله لیس علیکم جناح ان تدخلوا بیوتا غیر مسکونة فیها متاع لکم فهی الخانات" ۔[۱]

"ابن سراقہ نے کتاب الاعجاز میں ابوبکر بن مجاہد سے حکایت کی کہ انہوں نے ایک روز کہا کہ کوئی چیز جہاں میں ایسی نہیں جس کا ذکر کلام اللہ شریف میں نہ ہو۔ کسی نے کہا سراؤں کا ذکر کہاں ہے؟ فرمایا کہ اس آیت میں لَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَدۡخُلُوۡا بُیُوۡتًا غَیۡرَ مَسۡکُوۡنَةٍ"۔

ثابت ہوا کہ تمام اشیاء کا ذکر قرآن پاک میں ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے عالم ہوئے تو تمام اشیاء کے عالم ہوئے۔ چنانچہ قرآن کریم نے اس کی بھی وضاحت فرما دی ہے:

اَلرَّحۡمٰنُ ○ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ ○ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ○ عَلَّمَهُ الۡبَیَانَ ○ [۲]

"رحمٰن نے سکھایا قرآن پیدا کیا انسان کو سکھایا اس کو بیان"۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کی تعلیم فرمائی اور قرآن میں ہر شے کا بیان ہے تو حضور سیّد الانس والجان صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر شے کا علم ہے۔

شبہ:

جو لوگ حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب شریف کے منکر ہیں وہ یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ما کان و ما یکون کا علم ہونا کسی مفسر نے نہیں لکھا۔ یہ مذہب اہلسنّت بریلوی نے اپنی طرف سے من گھڑت بنایا ہے۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم

---

[۱] تفسیر اتقان

[۲] پ ۲۷، س رحمٰن، ع ۱۰

کے لئے ما کان و ما یکون جو ہو چکا ہے اور جو ہونے والا ہے اس کا علم ماننا غلط ہے۔

جواب:

کاش اگر مخالفین اس شبے کو دور کرنے کے لئے مفسرین کرام کی تفاسیر کا مطالعہ کر لیتے کہ آیا مفسرین نے سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ما کان و ما یکون کا علم ہونا لکھا ہے یا نہیں، تو ہر گز علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن نہ کرتے۔ چنانچہ شیخ المفسرین صاحب معالم خلق الانسان علمہ البیان کے تحت فرماتے ہیں:

"قال ابن کیسان خلق الانسان یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم علمہ البیان یعنی بیان ما کان و ما یکون لانہ صلی اللہ علیہ وسلم ینبئی عن خیر الاولین و الاخرین و عن یوم الدین" [1]

"ابن کیسان نے کہا کہ انسان سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ علمہ البیان یعنی بیان، ما کان و ما یکون جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے سب کا علم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرما دیا گیا۔ اس لئے کہ آپ اولین و آخرین اور قیامت کے دن کی بھی خبر رکھتے ہیں"۔

صاحبِ تفسیر معالم التنزیل کی مندرجہ بالا عبارت سے صاف واضح ہو گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ما کان و ما یکون کا علم ہے۔ لیجئے ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

سند المفسرین علامہ علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر خازن میں زیر آیت خلق الانسان علمہ البیان فرماتے ہیں:

"قیل اراد بالانسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم علمہ البیان یعنی بیان ما کان و ما یکون لانہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی عن خبر الاولین والاخرین و عن یوم الدین" [2]

---

[1] تفسیر معالم التنزیل جز سابع، مطبوعہ مصر

[2] تفسیر خازن، جز سابع، مطبوعہ مصر

''کہا گیا ہے کہ انسان سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کو ما کان وما یکون جو ہو چکا ہے اور جو ہونے والا ہے اس کا علم دیا گیا اولین وآخرین قیامت کی بھی خبریں آپ کو دی گئی ہیں''۔

صاحب خازن کی عبارت سے آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ما کان وما یکون اولین وآخرین قیامت تک کا بھی علم ہے۔

جو لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ کسی مفسر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم ما کان وما یکون نہیں لکھا انہیں مفسرین کرام علیہم الرحمۃ کی ان عبارتوں سے پسینہ تو آ ہی گیا ہوگا کیونکہ تفاسیر سے تو صاف ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ما کان وما یکون ہے۔

لیکن افسوس تو یہ ہے کہ مخالفین لوگ اہلسنّت حضرات پر یہ الزام کس قدر جھوٹ چسپاں کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی طرف سے ما کان وما یکون ہونا بنا لیا ہے اگر ان دلائل کے باوجود بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم ما کان وما یکون ماننے سے ہم پر الزام دیتے ہیں تو یہ آیت سن لیں کہ:

''لَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ''۔

''جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے''۔

اب ایک حدیث بھی ملاحظہ فرمائیں:

''عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ جَاءَ ذِئْبٌ اِلٰی رَاعِیْ غَنَمٍ فَاَخَذَ مِنْهَا شَاةً فَطَلَبَهٗ رَاعِیْ حَتّٰی انْتَزَعَهَا فَصَعِدَ الذِّئْبُ عَلٰی تَلٍّ فَاَقْعٰی وَاسْتَثْفَرَ وَقَالَ قَدْ عَمَدْتُ اِلٰی رِزْقٍ رَّزَقَنِیْهِ اللهُ اَخَذْتُهٗ ثُمَّ انْتَزَعْتَهٗ مِنِّیْ فَقَالَ الرَّجُلُ تَاللهِ اِنْ رَاَیْتُ كَالْیَوْمِ ذِئْبٌ یَتَكَلَّمُ فَقَالَ الذِّئْبُ اَعْجَبُ مِنْ هٰذَا رَجُلٌ فِی النَّخَلَاتِ بَیْنَ الْحَرَّتَیْنِ یُخْبِرُكُمْ بِمَا مَضٰی وَمَا هُوَ كَائِنٌ بَعْدَكُمْ قَالَ فَكَانَ الرَّجُلُ یَهُوْدِیًّا فَجَاءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ وَاَسْلَمَ فَصَدَّقَهٗ

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ" [۱]

"اس حدیث کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بھیڑیا بکریوں کے ایک چرواہے کی طرف آیا۔ اس نے بکریوں کے ریوڑ سے ایک بکری پکڑی۔ چرواہے نے اس بھیڑیئے کو ڈھونڈا یہاں تک کہ اس بکری کو اس سے چھڑوالیا۔ کہا ابو ہریرہ نے کہ بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور اپنی دم اپنے دونوں پیروں کے درمیان کی اور کہا کہ میں نے اس رزق کا ارادہ کیا جو اللہ نے مجھے دیا تھا اور میں نے اس کو لے لیا پھر تو نے مجھ سے چھڑا لیا چرواہے نے تعجب سے کہا خدا کی قسم میں نے آج کی طرح کبھی بھیڑیا کلام کرتے نہیں دیکھا۔ بھیڑیئے نے کہا اس سے زیادہ تعجب انگیز ایک شخص کا حال ہے جو دو سنگستانوں کے درمیان کھجور کے درختوں یعنی مدینہ میں ہے وہ شخص گزشتہ اور آئندہ یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو آئندہ تمہارے بعد ہوگا (دنیا و عقبیٰ میں) سب کی خبریں دیتے ہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ چرواہا یہودی تھا۔ یہ واقعہ دیکھ کر خدمتِ بارگاہِ رسالت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ سنایا اور اسلام لے آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خبر کی تصدیق فرمائی"۔

علامہ ملا علی قاری رحمۃ الباری اس حدیث شریف کی شرح یوں فرماتے ہیں:

"یخبرکم بما مضی ای بما سبق من خیر الاولین من قبلکم وما ھو کائن بعدکم ای من نباء الاخرین فی الدنیا ومن احوال الاجمعین فی العقبی" -[۲]

---

[۱] مشکوۃ باب المعجزات، ص ۵۴۱

[۲] مرقاۃ المصابیح جزء الخامس

"حاصل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گزشتہ اور آئندہ تم سے پہلوں اور تمہارے بعد والوں کی دنیا اور عقبیٰ کے جمیع احوال کی خبر دیتے ہیں"۔

اس حدیث شریفہ سے صاف واضح ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام گزشتہ و آئندہ یعنی ما کان و ما یکون کا علم ہے اور لطف یہ کہ جانور اور جانوروں میں درندہ تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم ما کان و ما ھو کائن جانیں اور بیان کریں۔ مگر افسوس کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول ماننے والا انسان ابھی علم ما کان و ما یکون میں جھگڑا کر رہا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان کیا خوب ہے:

اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ○ (اعراف ۱۷۹)

ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیے:

"حدثنی ابوزید قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر و صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت الظهر فنزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت العصر ثم نزل فصلی ثم صعد المنبر حتی غربت الشمس فاخبرنا بما كان وبما هو كائن فاعلمنا احفظنا" [1]

"ابوزید (عمر بن اخطب) فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ہمیں خطبہ ارشاد فرماتے رہے یہاں تک کہ نمازِ ظہر کا وقت ہو گیا۔ حضور منبر سے اترے نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف فرما ہو کر خطبہ شروع کیا یہاں تک کہ عصر کی نماز کا وقت ہو گیا حضور نیچے تشریف لائے اور عصر کی نماز پڑھائی۔ پھر منبر پر جلوہ افروز ہو کر اپنا خطبہ جاری فرمایا اور یہ خطبہ غروب آفتاب تک جاری رہا۔ اس طویل خطبہ میں (جو صبح سے شام تک جاری رہا) حضور نے ہمیں (ما کان)

---

[1] مسلم شریف، ج ۲، کتاب الفتن واشراط الساعۃ

جو کچھ پہلے گزر چکا تھا کی خبر دی اور (ما ھو کائن) جو کچھ ہونے والا تھا اس کی بھی خبر دی ہم میں سے بڑا عالم وہ ہے جسے یہ خطبہ زیادہ یاد ہے"۔

اس حدیث مبارکہ سے بھی صاف واضح ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ما کان وما یکون (یعنی جو کچھ ہو چکا ہے اور جو آئندہ قیامت تک ہونے والا ہے) سب کا علم ہے اگر مخالفین ان احادیث کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم وما یکون کا انکار ہی کرتے رہیں تو ان کی اپنی بدنصیبی ہے۔

ع مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

آپ نے چند آیات واحادیث پڑھ لی ہیں۔ اب ایک اور ارشادِ باری تعالیٰ ملاحظہ فرمایئے:

وَ عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝[1]

"(اے محبوب) تمہیں سکھا دیا اللہ نے جو کچھ آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے"۔

اس آیت شریفہ سے صاف واضح ہو گیا کہ آپ کو تمام امور کا علم عطا فرمایا جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ جانتے تھے۔ آیت کے اس حصہ کی جو تفسیر امام المفسرین ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے ہدیہ، ناظرین کرتا ہوں،

"وَ عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ مِنْ خَبَرِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَمَا كَانَ وَمَا هُوَ كَائِنٌ قَبْلَ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْكَ يٰمُحَمَّدُ مُذْ خَلَقَكَ"۔[2]

"اور سکھا دیا اللہ نے جو آپ نہ جانتے تھے تمام اولین وآخرین کی خبریں اور

---

[1] پ ۵، سورۃ نساء، رکوع ۱۳

[2] تفسیر ابن جریر

جو ہو چکا ہے اور جو ہونے والا ہے پہلے اس سے آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔
اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے“۔
تفسیر ابن جریر کی عبارت سے ثابت ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدائش سے پہلے ہی اولین و آخرین، گذشتہ اور آئندہ تمام امور کا علم اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔

صاحب تفسیر عرائس البیان اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

”وَ عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط اَیْ عُلُوْمُ عَوَاقِبِ الْخَلْقِ عِلْمِ مَاكَانَ وَمَا سَيَكُوْنُ“۔[۱]

”سکھا دیا اللہ نے جو آپ نہ جانتے تھے یعنی تمام خلقت کے عواقب اور جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے سب کا علم مرحمت فرما دیا“۔

تفسیر عرائس البیان سے بھی واضح ہو گیا کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری کائنات کے عواقب اور ما کان و ما یکون کا علم ہے۔

تیسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیے:

”وَ عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط انچہ نبودی کہ خود بدانی از خفیات امور و مکنونات ضمائر و جمہور گفتہ اند کہ آں علم است بر بوبیت حق سبحانہ و جلال او و شناختن عبودیت و قدر حال او و در بحر الحقائق میفر ماید کہ آں علم ماکان و ما سیکون است کہ حق سبحانہ تعالیٰ در شب اسرا بداں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام عطا فرمودہ چنانچہ در احادیث معراجیہ آمدہ است کہ در زیر

[۱] عرائس البیان

عرش قطرہ در حلق من ریختند فعلمت ما کان وما سیکون پس دانستم انچہ بود و انچہ خواھد بود"۔[1]

مندرجہ فارسی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ:

"اے محبوب علمک مالم تکن تعلم خفیات اور مکنونات ضمائر جو آپ نہ جانتے تھے ہم نے تعلیم فرمائے اور جمہور مفسرین نے کہا ہے کہ وہ ربوبیت وجلالِ حق کا جاننا اور اپنے نفس کی عبودیت اور اس کی قدر حال کا پہچاننا ہے اور بحر الحقائق میں فرماتے ہیں کہ وہ علم ما کان اور ما سیکون کا ہے کہ حق سبحانہ، تعالیٰ نے شبِ معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ چنانچہ احادیث معراجیہ میں آیا ہے کہ عرش سے ایک قطرہ میرے حلق میں ٹپکایا گیا کہ اس کے وفور فیضان سے ما کان اور ما سیکون یعنی گزشتہ اور آئندہ کے سب امور کا علم ہو گیا"۔

ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ما کان و ما یکون جو کچھ ہو چکا اور جو ہونیوالا ہے ہر شے کا علم ہے۔

تین معتبر تفسیروں کے حوالے آپ دیکھ چکے ہیں۔ اب اس تفسیر کا بیان سنیئے جس کو تمام سنی، دیوبندی اور غیر مقلدین اپنے مدرسوں میں پڑھاتے ہیں۔ گویا کہ اس کے معتبر اور صحیح ہونے پر سب کی مہر ہے۔ مذکورہ آیت کے ماتحت اس میں درج ہے:

"عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط من الاحکام و الغیب"۔[2]

"سکھا دیا آپ کو جو آپ نہ جانتے تھے یعنی احکام اور غیب"۔

تفسیر جلالین کی عبارت سے واضح ہو گیا کہ تمام احکام اور علمِ غیب عطا فرما دیا گیا۔

---

[1] تفسیر

[2] جلالین

پانچواں حوالہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔صاحبِ تفسیر خازن جز اوّل ص ۵۹۶ مطبوعہ مصر اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں:

"وَ عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط یعنی من احکام الشرع و امور الدین وقیل علمك من علم الغیب مالم تکن تعلم و قیل معناه و علمك من خفیات الامور و اطلعك علی ضمائر القلوب من احوال المنافقین و کیدهم مالم تکن تعلم و کان فضل الله علیك عظیما یعنی ولم یزل فضل الله علیك یا محمد صلی الله علیه وسلم عظیما" [۱]

"مذکورہ عبارت کا حاصل ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے احکام شریعت اور دین کے کام سکھا دیئے۔ایک قول یہ ہے کہ علم غیب میں سے وہ جو آپ نہ جانتے تھے وہ سکھا دیں۔ایک قول کے مطابق یہ معنی ہیں کہ آپ کو چھپی ہوئی چیزیں سکھائیں اور دلوں کے رازوں کا علم عطا فرمایا اور منافقین کے مکروفریب کا علم دیا گیا"۔

ناظرین انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں کہ ایسے روشن دلائل کے ہوتے ہوئے جولوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم ماکان وما یکون کا انکار کرتے ہیں وہ حقیقۃً اللہ تعالیٰ میں عیب اور نقص ثابت کرتے ہیں کیونکہ اللہ سکھانے والا ہے اور حضور سیکھنے والے ہیں۔

دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرمائے سب کچھ سکھا دیا اور یہ رٹ لگائیں کہ کچھ نہیں! اس طرح تو معاذ اللہ خداوند تعالیٰ کا جھوٹ بولنا ثابت ہو جاتا ہے۔

شبہ:

بعض لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط سے صرف احکام شرعی

---

[۱] تفسیر خازن

مراد ہیں۔ اگر احکامِ شرعی مراد نہ لیں تو اللہ تعالیٰ کے فرمان عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ (سکھا دیا انسان کو جو وہ نہ جانتا تھا) سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ ہر شخص کو علمِ غیب ہے۔ لٰہذا عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ سے آپ کا بیان کردہ معنی مراد لینا غلط ہے۔

جواب:

بڑے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ علمک مالم تکن تعلم کے مقابل مذکورہ آیت سے ہر شخص کے لئے علم ماکان وما یکون یا علمِ غیب ثابت کرنا بڑی جہالت ہے۔ انہیں اتنا معلوم نہیں کہ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ میں الانسان معرف باللام ہے اور اس میں الف لام عہد یہ ہے کہ جس سے فرد کامل شخص معین مراد ہے عام انسان نہیں۔ چنانچہ صاحب تفسیر معالم اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

"عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ وَ قِیْلَ الْاِنْسَانُ هٰهُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَبَیَانُهٗ عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ"[1]

"کہا گیا ہے کہ یہاں انسان سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس کا بیان آیت عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ میں ہے"۔

ثابت ہو گیا کہ مخالفین کا یہ اعتراض بھی باطل ہے۔ علاوہ ازیں یہاں ایک سوال یہ ہے کہ یہاں الانسان سے عام انسان مراد لے کر اس کے لئے علم ماکان وما یکون ثابت کرنا آسان کام نہیں۔ اس کے لئے دلیل اور ثبوت کی ضرورت ہے۔ جیسے ہم نے بطور اختصار چند حوالے پیش کئے ہیں۔ آپ لوگ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں کوئی حوالہ پیش کر دیں کہ یہاں عام انسان ہی مراد ہے اور اسے علم ماکان وما یکون دیا گیا ہے۔

---

[1] معالم التنزیل

اطلاق علمِ غیب بر وحی

شبہ:

مخالفین کہا کرتے ہیں کہ جو چیز بتا دی جائے اس پر لفظِ غیب نہیں بولا جا سکتا۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم بذریعہ وحی دیا جاتا ہے۔ لہٰذا آپ کو غیب نہ تھا۔

جواب:

بڑے افسوس کی بات ہے کہ منکرین دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ علم ہے تو ہمارے پاس ہے لیکن حالت یہ ہے کہ ابھی تک اقسامِ وحی، غیب کے معنی اور تعریف سے ہی ناواقف ہیں۔ اب آپ غیب کے معنی اور اس کی تعریف ملاحظہ فرمائیں:

"هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ" ۔[1]

"(یہ کتاب) ہدایت ہے واسطے پرہیز گاروں کے اور وہ جو ایمان لائے بن دیکھے"۔

صاحبِ تفسیر بیضاوی غیب کی تعریف فرماتے ہیں:

"وَالْمُرَادُ بِهِ الْخَفِيُّ الَّذِىْ لَا يُدْرِكُهُ الْحِسُّ وَلَا تَقْتَضِيْهِ بِدَاهَةُ الْعَقْلِ" ۔

"یعنی غیب اس پوشیدہ چیز کا نام ہے جس کو حس ادراک نہیں کرتی اور بداہۃً عقل پا نہیں لیتی"۔

دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیے:

صاحبِ تفسیر کبیر اسی آیت شریفہ کے ماتحت فرماتے ہیں:

"قَوْلِ جُمْهُوْرُ الْمُفَسِّرِيْنَ اِنَّ الْغَيْبَ هُوَ الَّذِىْ يَكُوْنُ غَائِبًا عَنِ الْحَاسَّةِ هٰذَا الْغَيْبُ يَنْقَسِمُ اِلٰى مَا عَلَيْهِ دَلِيْلٌ وَاِلٰى مَالَا دَلِيْلٌ عَلَيْهِ" ۔

---

[1] پ ۱، س بقرہ، ع ۱

''جمہور مفسرین کا قول ہے کہ غائب وہ ہے جو حواس سے غائب ہو۔ پھر اس غیب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس پر دلیل نہ ہو اور ایک وہ جس پر دلیل ہو''۔

ثابت ہو گیا کہ غیب وہ چھپی ہوئی چیز ہے جس کو انسانی آنکھ، ناک، کان وغیرہ حواس سے محسوس نہ کر سکے اور بلا دلیل بداہۃً عقل میں نہ آسکے۔ حواسِ خمسہ سے جو چیز اوجھل ہے اسے غیب کہا جاتا ہے اور جو چیز حواسِ خمسہ یا بذریعہ آلات وذرائع کے معلوم ہو اسے غیب نہیں کہا جاتا۔ اب قرآن کریم ہی کی زبانی سنیئے کہ نبی اللہ کی وحی کا تعلق مذکورہ حواس سے ہے یا کسی اور چیز سے''۔

چنانچہ ارشاد ہے:

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ○ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ○[۱]

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ

(۹۷:۲)

''اور بے شک یہ قرآن رب العالمین کا اُتارا ہوا ہے اسے روح الامین لے کر اترا آپ کے قلبِ مبارک یعنی دل پر کہ آپ ڈر سناؤ بلکہ دل کے ساتھ تھا۔

فرما دیجئے جو کوئی جبریل کا دشمن ہو تو اس نے تو آپ کے قلب (مبارک) پر اللہ کے اذن سے یہ اتارا''۔

اس آیت مبارکہ سے بھی واضح ہو گیا کہ وحی کا تعلق حواسِ خمسہ کے ساتھ نہیں بلکہ نبی اللہ کے قلب اقدس کے ساتھ تعلق ہے۔ یہ عقل انسانی سے بالاتر ہے اور نبوت کا

---

[۱] پ ۱۹، سورہ الشعراء، ع ۱۴

اوّلین خاصہ بھی یہ ہوا کرتا ہے کہ ان کے قلب پر خداوند کریم وحی نازل فرماتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتو پھر عام انسانوں اور مقامِ نبوت میں کچھ فرق نہ ہوا اور قلب ہی ایک ایسا مقام ہے جو کہ تمام جزوں کے مقام کا منبر ہے۔ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کی عظمت جو تفاسیر واحادیث وعلمائے امت نے بیان کی ہے اگر اس کا ذکر کیا جاوے تو اس کے لئے کئی دفتر بھی کم ہیں۔

تیسری آیت ملاحظہ فرمایئے:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ط اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝[1]

''اور نہیں ہے کسی بشر کی طاقت کہ اس کو اللہ کلام کرے مگر القاء سے یا پردے کے پیچھے یا جبرائیل بھیج کر وحی کرتا ہے وہ اللہ کے اذن کے ساتھ جو چاہتا ہے بے شک وہ اللہ بڑا جاننے والا بڑا دانا ہے''۔

اس آیت سے صاف واضح ہو گیا کہ وحی القاء یا بذریعہ رسول یا پردے کے پیچھے سے ہو یہ عام انسانوں کی برداشت سے باہر ہے کیونکہ یہ خاصہ انبیائے کرام علیہم السلام کا ہے۔ ان کا تعلق انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے دل کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا جو چیز اللہ تعالیٰ نے نبی اللہ پر ظاہر فرمادی اس پر غیب کا اطلاق ضرور ہوگا کیونکہ علم والے سے تو غیب کا پردہ ہی اُٹھ گیا ہے جبکہ دوسروں سے پوشیدہ ہے تو غیب ہی ہوگا۔

چنانچہ مذکورہ آیت یومنون بالغیب کے تحت تمام مفسرین بالغیب کے تحت تمام مفسرین کرام فرماتے ہیں:

''اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ بِمَا غَابَ عَنْهُمْ مِنَ الْبَعْثِ وَالْجَنَّةِ وَالنَّارِ''۔

---

[1] پ ۲۵، سورہ شوریٰ ع ۶

"جو لوگ ایمان لانے ساتھ غیب کے وہ جو غیب ہے ان سے قیامت اور جنت و دوزخ"۔

اس آیت و تفسیر سے یہ ثابت ہو گیا کہ سب جانتے ہیں قیامت برحق ہے۔ جنت و دوزخ برحق ہے۔ ان چیزوں کا علم تمام کو ہونے کے باوجود بھی غیب ہیں۔

اب بقول مخالفین کے جو چیز بتادی جائے وہ غیب نہیں ہوسکتا تو پھر عقل کے پردے کھول کر غور کریں جب کہ ہم کو جنت و دوزخ و قیامت کا علم ہے تو قرآن نے پھر غیب کیوں کہا ہے۔

اس لئے نبی اللہ پر جو وحی کی گئی ہے اس کو غیب کہا جاتا ہے کیونکہ ہم حواس سے نہ ہم بداہۃً عقل سے اس کو پاسکتے ہیں۔ لہذا نبی اللہ کو جو چیز وحی کی گئی اسے غیب ہی کہا جائے گا ورنہ یومنون بالغیب کا انکار لازم آئے گا۔

چنانچہ جو وحی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کی گئی ہے اس کو قرآن کریم نے بھی غیب کہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ[1]

"(اے محبوب) یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کررہے ہیں"۔

اس آیت شریفہ سے آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ حضور سیّد العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو جو وحی بھی کی گئی ہے وہ غیب ہی ہے۔ اگر ان تمام دلائل کے باوجود بھی مخالفین کی تسلی نہ ہوئی ہو تو وہ اسی آیت کے مصداق ٹھہرے۔ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰۤى اَبْصَارَهُمْ

علمِ غیب اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شبہ:

منکرین علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی کہتے ہیں کہ نبی کریم و پر علم غیب کا لفظ نہیں

---

[1] پ ۳، س آل عمران، ع

استعمال کرنا چاہیے۔ آج تک کسی عالم یا مفسر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ اس لئے کہ عالم الغیب اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ لہٰذا یہ صفت مخلوق پر استعمال کرنے سے شرک فی الاسماء ہوگا اس واسطے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اطلاع علی الغیب کہہ سکتے ہیں علمِ غیب نہیں کہہ سکتے۔

جواب:

مخالفین کا یہ اعتراض ان کی ہٹ دھرمی کی بناء پر ہے۔ پھر ہٹ دھرمی کی بناء پر انکار بھی کرتے ہیں۔ عجیب اُلٹی منطق ہے کہ نبی اللہ کے لئے اطلاع علی الغیب ہونا کہہ سکتے ہیں علمِ غیب نہیں کہہ سکتے۔

آیئے سب سے پہلے مفسرین کرام علیہم الرحمۃ کی تفاسیر سے مخلوق پر علمِ غیب کا استعمال کرنا ملاحظہ فرمایئے:

سید المفسرین صاحب تفسیر ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت قال ان لن تستطیع معی صبراً کے ماتحت فرماتے ہیں:

”رُوِیَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا وَکَانَ رَجُلٌ یَّعْلَمُ عِلْمُ الْغَیْبِ قَدْ عَلِمَ ذٰلِکَ“ [۱]

”حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا آپ میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے۔ حضرت خضر علیہ السلام علمِ غیب جانتے تھے انہیں علم غیب دیا گیا“۔

لیجئے آنکھیں کھول کر دیکھئے کہ علامہ ابن جریر نے سیّدنا حضرت خضر علیہ السلام کی ذات کیلئے کَانَ رَجُلٌ یَّعْلَمُ عِلْمُ الْغَیْبِ کہ وہ علم غیب جانتے تھے، یہ الفاظ استعمال فرمائے ہیں اور لطف یہ کہ حضرت سیّدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت پیش کی

[۱] التفسیر ابن جریر

کہ حضرت خضر علیہ السلام علمِ غیب جانتے تھے۔

دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیے:

صاحب تفسیر بیضاوی اس آیت وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا کے ماتحت فرماتے ہیں:

"ای مما یختص بنا ولا یعلم الا بتوفیقا وھو علم الغیب"۔ [۱]

"یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ علم کہ ہمارے ساتھ خاص ہے اور بے ہمارے بتائے نہیں معلوم ہوتا۔ وہ علمِ غیب ہم نے حضرت خضر علیہ السلام کو عطا فرما دیا"۔

عقل کو ٹھکانے لگا کر غور کر لیجئے کہ صاحب تفسیر بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مخلوق پر لفظ علمِ غیب استعمال فرمایا ہے۔ وَھُوَ عِلْمُ الْغَیْبِ حضرت خضر علیہ السلام کو علمِ غیب عطا فرمایا گیا:

تیسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیے:

صاحب تفسیر خازن اس آیت وَمَا ھُوَ عَلَی الْغَیْبِ بِضَنِیْنٍ کے ماتحت فرماتے ہیں:

"یقول انه صلی الله علیه وسلم یاتیه علم الغیب فلا یبخل به علیکم بل یعلمکم"۔ [۲]

"یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم آتا ہے وہ تمہیں بتانے میں بخل نہیں فرماتے بلکہ تم کو اس کا علم دیتے ہیں"۔

علامہ خازن رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علمِ غیب ہونا استعمال فرمایا ہے یہ نہیں کہ غیب آتا ہے اور علم نہیں یا علم آتا ہے تو غیب نہیں بلکہ یَاْتِیْهِ عِلْمُ الْغَیْبِ علمِ غیب آتا ہے۔

---

۱ صاوی ۲ التفسیر الخازن

چوتھا حوالہ ملاحظہ فرمائیے:

علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ الباری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

"لتعقد ان العبد نیقل فی الاحوال حتی یصیر الی نعت الروحانیه فیعلم الغیب" ۔[1]

"ہمارا عقیدہ ہے کہ بندہ ترقی مقامات پا کر صفتِ روحانی تک پہنچتا ہے اس وقت اسے علمِ غیب حاصل ہوتا ہے"۔

مولانا علامہ علی قاری نے مخلوق کے لئے علمِ غیب ہونا استعمال فرمایا ہے کہ جب بندہ مقرب بارگاہِ ربی ہو جاتا ہے تو اسے **فیعلم الغیب** یعنی علم غیب حاصل ہو جاتا ہے۔

ناظرین انصاف کی نظر سے توجہ فرمائیں کہ اتنے عظیم مفسران کرام کی تفاسیر سے مخلوق پر علم غیب استعمال کرنا ثابت ہے۔ اب اگر مخالفین کو یہ معلوم ہو جائے کہ حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عبداللہ بن عباس جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ اور علامہ ابن جریر و علامہ بیضاوی و صاحب خازن و صاحبِ معالم التنزیل و ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر علم غیب ہونا استعمال فرمایا ہے۔

تو معلوم نہیں کہ وہ خدا کے برگزیدہ نبی اور ان پاک بزرگ ہستیوں پر کیا کیا کفر و شرک کے فتوے جڑیں۔ جبکہ مخالفین نے اہلسنّت و جماعت بریلوی حضرات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب ماننے پر مشرک و کافر بنانے سے خالی نہیں رکھا۔ تو کیا وہ ایسا عقیدہ رکھنے والی عظیم شخصیتوں کا کچھ لحاظ کر سکیں گے ہرگز نہیں۔

خود ہی فیصلہ کر لیں کہ ان خارجیوں کے نزدیک نبی کلیم اللہ و جلیل القدر صحابہ و عظیم المرتبت مفسرین و آئمہ محدثین کی کیا قدر ہوگی۔ نیز اگر علم غیب کی نسبت مخلوق پر کرنا شرک فی الاسماء ہو تو قرآن میں کئی اسماء اللہ تعالیٰ کے مخلوق پر بولنے ثابت ہیں۔

پہلی آیت ملاحظہ فرمائیے:

---

[1] المرقات

"وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا" ۔ ؎۱

"اور اللہ تعالیٰ سمیع وبصیر ہے"۔

دوسری آیت ملاحظہ فرمائیے:

"فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ" ۔ ؎۲

"بے شک تمہارا رب رؤف اور رحیم ہے"۔

ان آیات طیبات سے واضح ہو گیا کہ سمیع، بصیر، رؤف اور رحیم اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ ہیں۔ اب یہی اسماء مخلوق کے لیے ہونا ملاحظہ فرمائیے:

پہلی آیت:

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا ؀ ؎۳

"بے شک ہم نے پیدا کیا انسان کو ملی ہوئی مٹی سے کہ اُسے جانچیں پس کیا اس کو سمیع اور بصیر"

دوسری آیت:

حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ؀ ؎۴

"تمہاری بھلائی کے چاہنے والے ہیں اور مسلمانوں پر رؤف اور رحیم ہیں"۔

غور فرمائیے کہ ان آیات میں جو اسماء اللہ تعالیٰ کے ہیں وہ مخلوق پر وارد ہیں کہ مخلوق بھی سمیع وبصیر اور رؤف ورحیم ہے۔ کیا یہاں بھی قرآن پر شرک فی الاسماء کا فتویٰ لگائیں گے۔ ہر گز نہیں۔

؎۱ پ۵، س النساء، ع۱۵

؎۲ پ۱۴، س النحل، ع۱۱

؎۳ پ۲۹، س الدہر، ع۱۸

؎۴ پ۱۱، س التوبہ، ع۱۱

اب اگر مخالفین یہ کہیں کہ اس کے لئے تو دلیل ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کے لئے کوئی دلیل نہیں۔

جواب:

پہلی بات یہ کہ دلیل موجود ہے پھر بھی انکار کر کے غلط بیانی کرتے ہیں۔ اگر بالفرض مان لیا جائے کہ دلیل نہیں تو پھر ان کے قاعدے کے مطابق ثابت ہوا کہ دلیل موجود ہو تو شرک جائز ہے دیکھئے کیسے توحید پرست ہیں کہ شرک دلیل سے ثابت کر رہے ہیں بہرحال ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ علم غیب جاننے کی نسبت انبیاء و اولیاء کی طرف کرنا جائز ہے اور بزرگ ایسے الفاظ استعمال کر رہے ہیں اس لئے شرک ہرگز نہیں ہوسکتا۔ مگر منکر بے ادب کا کیا علاج، جو کہے کہ علم غیب نہیں بلکہ اطلاع علی الغیب کہنا چاہیے۔ غالباً ان علمِ غیب کا انکار کرنے والوں کو کتابوں پر اطلاع ہوتی ہے علم نہیں ہوتا۔ یعنی مطلع تو ہوتے ہیں لیکن ہوتے بے علم ہیں۔

ولکن نجدیة قوم یجهلون

معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

شُبہ:

مخالفین یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ اگر علمک مالم تکن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم ماکان و ما یکون ہونا مراد لیا جائے تو قرآن میں آتا ہے:

"وَعَلِمْتُمْ مَّالَمْ تَعْلَمُوْا"۔ (۶:۹۱)

"سکھا دیا تم کو جو نہ جانتے تھے

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

"وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ"۔ (۲:۱۵۱)

"سکھا دیا تم کو جو نہ جانتے تھے"۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ پھر تمام عوام بھی عالم ما کان وما یکون ہو گئے۔

جواب:

منکرین کا یہ اعتراض بھی بے فائدہ ہے کیونکہ مذکورہ آیات سے جو مطلب وہ نکالتے ہیں وہ کسی طرح ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی مفسر نے بیان فرمایا ہے۔ ان ارشادات سے تو ہمارا مدعا ثابت ہوتا ہے۔

چنانچہ پہلی آیت ملاحظہ فرمائیے:

عَلِمْتُمْ مَّالَمْ تَعْلَمُوْا ۱؎

''سکھائے گئے ہو تم جو نہ جانتے تھے''۔

صاحب تفسیر خازن اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

''اکثر المفسرین علیٰ ان ھذا خطاب للیھود و معناہ انکم علمتم علیٰ لسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم مالم تعلموا انتم ولا اباؤکم'' ۔۲؎

''اکثر مفسرین نے یہی کہا ہے کہ یہ خطاب یہود کو ہے اور معنے اس کے یہ ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی زبان (مبارک) نے سکھایا جو ان کے باپ دادا نہ جانتے تھے''۔

دوسری آیت جو پیش کی جاتی ہے وہ بھی ملاحظہ فرمائیے:

''وَیُعَلِّمُکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ'' ۔۳؎

''اور سکھاتے ہیں تم کو جو نہیں جانتے ہو''۔

چنانچہ اس آیت کے تحت صاحب تفسیر خازن فرماتے ہیں:

۱؎ پ ۷، س الانعام، ع ۱۶

۲؎ تفسیر الخازن، جزء الثانی

۳؎ پ ۲، س البقرہ، ع ۱۸

"یعنی یعلمکم من اخبار الامم الماضیه و القرون الخالیه وقصص الانبیاء والخبر عن الحوادث المستقبله مما لم تکونوا تعلمون و ذالك قبل بعثة رسول الله صلی الله علیه وسلم" [1]

"یعنی بتاتے ہیں تم کو پہلی اُمتوں اور گزرے ہوئے زمانوں کے حالات اور انبیاء کرام کے قصے اور خبر دیتے ہیں مستقبل حوادث کی جو تم نہیں جانتے ہو جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل ہیں"۔

مذکورہ بالا ارشادات سے معلوم ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عام مسلمانوں کو جو وہ نہ جانتے تھے ان کو بتانے اور سکھانے والے حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور سیکھنے والے عام مسلمان ہیں۔ اب ذرا غور فرمایئے کہ آیت میں علمک فاعل اللہ تعالیٰ ہے جو مبداء فیاض ہے۔ اس کا فیض علم ہے۔ کسی قسم کی پابندی مقرر نہیں کی گئی۔ کاف خطاب کا مصداق حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو متعلم صاحب استعداد کامل ہیں۔ لفظ ما عام ہے جس کی تخصیص حدیث صحیح بھی نہیں کر سکتی سوا متواتر اور مشہور کے۔

(کما تقرر فی الاصول)

کیونکہ تخصیص نسخ ہوتی ہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ خود معلم ہوں جن کی صفت ان اللہ علی کل شئی قدیر ہے اور سرکار سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متعلم ہوں جن کی صفت انك لعلی خلق عظیم ہے اور لفظ ما عام ہے۔ عند الخواص والعوام پھر علم دون علم کی تخصیص اور حد بندی جہالت وسفاہت کا مظاہرہ نہیں تو کیا ہے۔ اب ہمارا مدعا یہ ثابت ہو گیا کہ نقض اجمالی وارد کرنے کے لئے شرط ہے کہ بعینہ وہ دلیل مادہ نقض میں موجود ہو اور یہ تین اجزاء کا مجموعہ ہے:

۱۔ فاعل معلم صاحب فیض علم ہے۔

---

[1] التفسیر الخازن جزء الاول

۲۔ مخاطب متعلم صاحب استعداد تام ہے۔

۳۔ لفظ ما عام عند الانام ہے۔

کیا یہ تین اجزا مخالفین کی پیش کردہ دلیل میں ہیں۔ ہرگز نہیں فاندفع النقض بحذافیرہ اور اگر جمع کا لفظ جمع کے مقابل ہو جائے تو تقسیم افراد کی افراد ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ علم اصول اور صدر شرح وقایہ میں مبرہن ہے۔

اس قاعدہ علمیہ کی رو سے دونوں آیتوں میں خطاب یعلمکم بھی جمع کو ہے اور آگے مقابل میں بھی "مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ" جمع کا صیغہ ہے۔ لہٰذا ایک علم ایک مخاطب کا ثابت ہوگا نہ کہ تمام مخاطبین کے لئے عالم ما کان وما یکون ہو جائے گا جو کہ ان حضرات کے خیال میں محال ہے۔ نیز پہلی آیت میں خطاب یہود کو ہے اور دوسری آیت میں خطاب عوام مسلمانوں کو ہے تو گویا مخالفین علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی کی بناء پر جو بالاجماع اعلم الخلق ہیں۔ یہود اور عوام مسلمانوں پر قیاس کیا اور یہ بہت بری بے ادبی و گستاخی بلکہ سفاہت کبریٰ ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ مخالفین کا یہ شبہ بھی باطل ہے۔ اگر ان تمام دلائل کے باوجود بھی مخالفین کی تسلی نہ ہوئی ہو تو وہ اس آیت کے مصداق ٹھہرے،

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ○

ذاتی علمِ غیب کی نفی اور عطائی کا ثبوت

شبہ:

منکرین علم نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ قرآن میں آتا ہے:

"قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ"۔

"فرما دیجئے آپ نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے غیب مگر اللہ۔

تعالیٰ"۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علم غیب نہیں۔

جواب:

حیران ہوں کہ مخالفین حضرات کلام اللہ شریف کی آیات مبارکہ سے اس قدر غلط استدلال کیوں کرتے ہیں۔اس آیت شریفہ میں یہ کہاں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ غیب نہیں عطا فرمایا یا آپ کو باعلامِ خداوندی بھی علمِ غیب حاصل نہیں ہو سکتا حالانکہ اس آیت شریفہ میں ذاتی علمِ غیب مراد ہے کہ خدا کے سوا ذاتی علمِ غیب کوئی نہیں جانتا اور عطائی علم غیب ہونے کا واضح ثبوت ہے کہ خود بخود کوئی غیب نہیں جانتا۔ اس کی نفی ہے اور جو تعلیم خداوندی سے ہے اس کی نفی نہیں ہے۔

چنانچہ علامہ علاؤ الدین اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

"نَزَلَتْ فِی الْمُشْرِکِیْنَ حِیْنَ سَأَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ وَقْتِ السَّاعَةِ"[1]

"یہ آیت نازل ہوئی اس وقت جب کہ مشرکین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وقت قیامت دریافت کیا"۔

قیامت ایک غیبی خبر ہے جس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ تم پر قیامت آئے گی تو مشرکین نے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کا وقت دریافت کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت شریفہ کو نازل فرما کر ان مشرکین کا ردّ فرمایا:

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ ؕ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ ۝ بَلِ ادّٰرَکَ عِلْمُھُمْ فِی الْاٰخِرَةِ بَلْ ھُمْ فِیْ شَکٍّ مِّنْھَا ﵜ بَلْ ھُمْ مِّنْھَا عَمُوْنَ ۝[2]

---

[1] تفسیر الخازن جزء الخامس ص ۱۵۴ مطبوعہ مصر

[2] پ ۲۰، سورۃ النمل ع ۱

"آپ فرما دیجئے ان کو کہ خود کوئی غیب نہیں جانتے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ اور انہیں خبر نہیں کب اٹھائے جائیں گے۔ کیا ان کے علم کا سلسلہ آخرت تک پہنچ گیا ہے کوئی نہیں وہ اس کی طرف سے شک میں ہیں بلکہ وہ اس سے اندھے ہیں"۔

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جن مشرکین نے وقتِ قیامت دریافت کیا تھا اُن کا ردّ فرما دیا گیا کیونکہ اگر وقتِ قیامت بتا دیا جائے تو مقصدِ قیامت ہی نہ رہے۔

صاحب نیشاپوری اسی آیت **قل لا یعلم** کے ماتحت فرماتے ہیں:

"لا اعلم الغیب تکون فیه دلالة علیٰ ان الغیب بالاستقلال لا یعلمه الا الله" [1]

"آیت کے معنے یہ ہیں کہ علمِ غیب جو بذاتِ خود ہو وہ خدا کے ساتھ خاص ہے"۔

دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیے:

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ حدیثیہ میں اسی آیت **قل لا یعلم** کے متعلق فرماتے ہیں:

"وما ذکرناہ فی الایة صرح به النووی رحمة الله تعالیٰ فی فتاواہ فقال معناھا لا یعلم ذالك استقلالاً وعلم احاط بکل المعلومات الله تعالیٰ"۔

"یعنی ہم نے جو آیات کی تفسیر کی امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاوی میں اس کی تصریح کی فرماتے ہیں آیت کے معنے یہ ہیں کہ غیب کا ایسا علم صرف خدا کو ہے جو بذاتِ خود ہو اور جمیع معلومات الٰہیہ کو محیط ہو"۔

تیسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیے:

---

[1] التفسیر نیشاپوری

علامہ خفاجی شرح شفا شریف میں اسی آیت کے متعلق فرماتے ہیں:

"ھذا لا ینافی الایات الدالة علیٰ انه لا یعلم الاغیب الا اللہ تعالیٰ فالمنفی علمه من غیر واسطة واما اطلاعه علیه باعلام اللہ تعالیٰ فامر متحقق بقوله فلا یظھر علی غیبه احدا"۔

"جن آیات میں یہ ہے کہ خدا کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا مگر اللہ تعالیٰ۔ یہ نفی ہے بے واسطہ علم کی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے جاننا ثابت ہے"۔

جیسا کہ ارشاد باری ہے:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ[1]

"اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے"۔

مندرجہ بالا عبارت سے آفتاب کی طرح روشن ہے کہ اس آیت شریفہ میں علم بذاتہ ومن ذاتہ کی نفی کی گئی ہے اور جو تعلیم الٰہی سے ہو اس کی نفی نہیں۔ یہ حق تو بحمد اللہ تعالیٰ واضح ہے مگر منکر متعصب کی چشم بصیرت وا نہیں۔ نیز بقول مخالفین اس آیت قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ کے وہی معنے لئے جائیں کہ کوئی غیب نہیں جانتا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ غیب نہیں۔ تو میرے خیال میں وہ اگر قرآن کریم کی ایک اور آیت ملاحظہ کرلیں تو وہ بے دھڑک یہ بھی کہہ دیں گے کہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کو بھی علمِ غیب نہیں۔

آیت شریفہ ملاحظہ فرمایئے:

قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا یَعْلَمُ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝[2]

---

[1] پ۲۹، س الجن

[2] پ۱۱، س یونس، ع۲

"فرمادیجئے کیا خبر دیتے ہو اللہ کو جو اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین میں نہیں جانتا پاک ہے وہ اور بلند ہے اس چیز سے جو تم شرک کرتے ہو"۔

اس آیت شریفہ سے اگر مخالفین کے کہنے کے مطابق لایعلم سے وہی معنے لئے جائیں تو معاذ اللہ وہ خدا تعالیٰ کو بھی علم غیب ہونا تسلیم نہیں کرتے ہوں گے۔ کیونکہ لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ ط سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی ہونا مراد لیتے ہیں وہ بِمَا لَا یَعْلَمُ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ سے یہ بھی مراد لیں گے کہ اللہ تعالیٰ کو بھی علمِ غیب نہیں ہے۔ اب تو یہ آیت جان کر مخالفین اپنی انگلیوں کو چباتے ہوں گے۔

بہر کیف ثابت ہو گیا کہ قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ ط سے ذاتی علم غیب کسی غیر کو ہونے کی نفی کی جا رہی ہے اور عطائی علمِ غیب کا ثبوت ہے۔

دعویٰ علمِ غیب کی نفی اور ثبوت علمِ غیب

شبہ:

مخالفین یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن میں ہے:

وَلَآ اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰہِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ [۱]

"آپ فرمادیجئے کہ میں تمہیں کب کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب جان لیتا ہوں"۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ خزانے ہیں نہ ان کو علمِ غیب ہے۔

جواب:

اس آیت شریفہ سے خزانوں کے مالک ہونے کی نفی اور عدم علمِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

---

۱ پ ۱۱، س یونس، ع ۶

کی دلیل بنانا کم علمی ہے۔اس آیت میں خزائن اور علم غیب کی نفی کب ہے، نفی ہے تو قول ودعویٰ کی۔دعویٰ کی نفی علم کی نفی کو کب مستلزم ہے۔

نیز اس آیت میں مشرکین کے سوالوں کا جواب دیا جارہا ہے جوانہوں نے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے تھے:

چنانچہ صاحب تفسیر خازن اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

"یقولون للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کنت رسولا من اللہ فاطلب منہ ان یوسع علینا عیشا و یغنی فقرنا"۔

"مشرکین مکہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو آپ ہمیں خزانے تقسیم کریں دولت دے کر مالدار کردیں تاکہ ہم محتاج نہ رہیں اور اپنی زندگی عیش وعشرت سے گزار سکیں"۔

مشرکین کا دوسرا سوال:

"قالوا لہ اخبرنا بمصالحنا و مضارنا فی المستقبل حتی نستعذ لتحصیل المصالح و دفع مضار"۔

"اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہمارے مستقبل کی خبر دیجئے کہ ہمارے ساتھ کیا ہوگا ہمارے آئندہ کام میں نقصان ہوگا یا کہ نفع تاکہ ہم پہلے ہی سے اپنا انتظام کرلیں"۔

مشرکین کا تیسرا سوال:

"قَالُوْا مَا لِهٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِىْ فِى الْاَسْوَاقِ وَيَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ"۔

"اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو کھاتے پیتے کیوں ہیں اور بازاروں میں کیوں چلتے ہیں نکاح عورتوں سے کیوں کرتے ہیں۔(یہ تو سب بشر کے کام ہیں)"۔

چنانچہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے ان تینوں سوالوں کا جواب پیارے انداز سے یوں فرمایا:

آیت شریفہ ملاحظہ فرمائیے:

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ ؕ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَالْبَصِیْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۝ [1]

''اے پیارے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم! ان کو فرما دیجئے کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس خزائن الٰہیہ ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب جانتا ہوں اور میں تم سب کو کب کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو اسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی آتی ہے۔ اے پیارے رسول! ان کو فرما دیجئے کیا اندھے اور آنکھ والے برابر ہو جائیں گے۔ کیا تم غور نہیں کرتے''۔

چنانچہ صاحب تفسیر خازن میں لفظ قل کے بعد فرماتے ہیں:

''قُلْ یَا مُحَمَّدُ لِهٰؤُلَآءِ الْمُشْرِكِیْنَ لَا اَقُوْلُ لَكُمْ''۔ [2]

''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ان مشرکین کو فرما دو کہ میں نہیں کہتا تم کو''۔

ثابت ہوا کہ لَكُمْ یہ خطاب ان مشرکین کو ہے کہ میں تم سے یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میرے پاس خزائن الٰہیہ ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب جانتا ہوں اور فی الواقع نااہل کب اس قابل ہیں کہ ان کے سامنے ایسے دعوے کیے جائیں۔ کیا مخالفین بھی اپنے آپ کو ان ہی نااہلوں میں سے سمجھتے ہیں۔

مخالفین حضرات لفظ لکم کا مخاطب امت کو ٹھہراتے ہوئے معنے کرتے ہیں کہ ''اے نبی اُمت کو سنا دے'' حالانکہ کسی مفسر نے اس کے یہ معنے نہیں کئے اور نہ ہی یہ لوگ اس

---

[1] پ ۷، س الانعام، ع ۱۰

[2] تفسیر خازن

بات کو ثابت کر سکتے ہیں۔ پھر معلوم نہیں کہ دیدہ و دانستہ قرآنی آیات کی تفسیر میں کیوں خیانت کی جاتی ہے۔

ایسی ضد کا کیا ٹھکانا دینِ حق کو پہچان کر
ہم ہوئے مسلم تو وہ مسلم ہی کافر ہو گیا

چنانچہ امام نظام رحمۃ اللہ علیہ صاحب تفسیر نیشاپوری مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وھھنا قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰہِ ولم یقل لیس عندی خزائن اللہ لیعلم ان خزائن اللہ وھی العلم بحقائق الاشیاء وماھیاتھا باراء تھم سنریھا ایاتنا فی الافاق وفی انفسھم وباستجابۃ دعائہ فی قولہ علیہ السلام ادنا الاشیاء کما ھی ولکنہ یکلم الناس علٰی قدر عقولھم ولا اعلم الغیب ای لا اقول لکم ھذا مع انہ یخبرھم عما مصی وعما سیکون باعلام الحق وقد قال صلی اللہ علیہ وسلم فی قصۃ لیلۃ المعراج قطرۃ علمت ما کان وما یکون'' [1]

''اللہ تبارک وتعالیٰ نے قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰہِ فرمایا ہے لیس عندی خزائن اللہ نہیں فرمایا۔ یعنی کسی چیز کے ہونے کا انکار علیحدہ چیز ہے اور اس کا دعویٰ نہ کرنا دوسری چیز ہے اور خزائن اللہ سے یہاں مراد اشیاء کی حقیقتوں کا علم ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی وعدہ فرمایا تھا کہ ہم عنقریب انہیں اپنی تمام آیات قدرت کا معائنہ کرائیں گے۔ خواہ وہ نفوس کے اندر ہوں یا آفاق کے اندر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دعا مانگی تھی جو قبول ہوئی کہ خداوند ہمیں تمام اشیاء کی حقیقتوں پر اطلاع بخش دے جس

---

[1] تفسیر نیشاپوری

طرح کہ وہ فی الواقع ہیں۔ لیکن یہ اوروں کو نہیں بتلائے بلکہ ہر شخص کے ساتھ اس کی عقل وسمجھ کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کلام فرمایا کرتے تھے اس لئے فرمایا میں نے کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ میں غیب نہیں جانتا حالانکہ آپ گزشتہ واقعات ابتدائے آفرینش سے لے کر اپنے ظہور تک اور آئندہ ہونے والے واقعات قیامت تک کی خبر باعلام خداوندی انہیں بتایا کرتے تھے اس لئے کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معراج کی رات میرے حلق میں ایک قطرہ ٹپکایا گیا اور میں عالم ما کان وما یکون ہوگیا"۔

دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمایئے:

صاحب تفسیر خازن اسی آیت قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ کے تحت فرماتے ہیں:

"انما نفی عن نفسه الشریفة هذه الاشیاء تواضعا لله تعالیٰ او اعترافا له بالعبودیه فلست اقول شیئا من ذلك ولا ادعیه" [1]

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات شریفہ سے ان اشیاء کی نفی اپنے رب کے حضور بطور انکساری فرمائی یعنی اس سے میں کچھ نہیں کہتا کسی چیز کا دعویٰ نہیں کرتا"۔

مفسرین کرام کی عبارتوں سے آفتاب کی طرح روشن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ کی نفی فرمائی۔ دعویٰ کی نفی علم کی نفی کو کب مستلزم ہے جیسے میں دعویٰ نہیں کرتا کہ میں عالم ہوں۔ اس کے یہ معنے کس طرح ہو سکتے ہیں کہ مجھے علم ہی نہیں۔

جس کی طرف لکم مشیر ہے۔ خطاب کفار نابکار مشرکین سے ہے اور فی الواقع ایسے نااہل اس قابل ہیں کہ ان کے سامنے ایسے دعوے کئے جائیں۔ جیسا کہ علامہ نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ اسی لیے ان کفار کو فرمایا گیا:

---

[1] تفسیر خازن

"قُلْ هَلْ يَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِيْرُ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ" ۔

"اے پیارے حبیب! آپ ان کو فرما دیجئے کہ کیا اندھے اور آنکھ والے برابر ہو سکتے ہیں۔ کیا تم عقل نہیں رکھتے" ۔

مطلب یہ ہوا کہ اگر تم کو عقل ہوگی تو آئندہ کبھی ایسی باتیں نہ کرو گے نیز تواضع کو عدم علم کی دلیل بنانا اور عدم دعویٰ سے عدم علم پر استدلال کرنا انتہا درجہ کی جہالت ہے۔ بحمدہ تعالیٰ ان دلائل سے ثابت ہوا کہ سرکار سیّدنا آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خزانوں کے امین بھی ہیں اور عالم ما کان وما یکون بھی ہیں۔

لیجے اس آیت شریفہ سے متعلق مخالفین علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ردّ وبدل کا ایک نمونہ دیکھتے جائیے۔

مخالفین کی قرآن میں تحریف

مخالفین کے پیشوا معتبر حکیم محمد صادق سیالکوٹی نے حضور پُر نور شافعِ یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کا انکار کرنے کے لئے سخت بد دیانتی کا مظاہرہ کیا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب اعجازِ حدیث، صفحہ ۱۵۳ میں تحریر کرتے ہیں:

"قُلْ لَّآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ" ۔

"اے پیغمبر! (اپنی امت کو سنا دے) میں غیب نہیں جانتا" ۔

مندرجہ بالا عربی عبارت بطور آیت قُلْ لَّآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ پارہ نمبر ۷ رکوع نمبر ۱۱ کا حوالہ دیتے ہوئے درج کی گئی جو پارے قرآن مجید میں موجود نہیں ہیں۔ محض اس بناء پر کہ قرآن سے علمِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفی ہو۔ ناظرین کے سامنے میں یہ بھی پیش کیے دیتا ہوں کہ پارہ ۷، رکوع ۱۱ کی وہ کون سی اصل آیۃ شریفہ ہے جس سے سخت خیانت کی گئی ہے:

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ

لکُمْ اِنِّی مَلَكٌ ج ۱

قرآن کریم کی اس اصل آیت کے ابتدائی لفظ قُلْ لَّآ کو چن کر اگلی آیت اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰہِ وَلَآ سب ہضم کرنے کے بعد اس کے آگے لفظ اعلم الغیب لگا کر نئی آیت گھڑ دی۔

قُلْ لَّآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ جس کا ترجمہ یہ بنتا ہے: ''اے پیغمبر کہدے میں غیب نہیں جانتا۔ آپ انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں کہ قرآن کریم کی آیت شریفہ میں کس قدر بددیانتی کی گئی ہے۔ صرف آیت میں ہی نہیں بلکہ ترجمہ بھی جان بوجھ کر ویسا ہی کر دیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حکیم صادق صاحب یہ خوب جانتے تھے کہ پورے قرآن کریم میں ایک آیت بھی ایسی موجود نہیں ہے جس میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ غیب نہ دینے کا ثبوت ہو جبھی تو من گھڑت آیت لکھ دی۔ اعاذنا اللہ من ھذا الشر ۔ اور یہ واقع ہی حقیقت ہے کہ مخالفین آج تک پورے قرآن عظیم سے ایک آیت بھی پیش نہیں کر سکتے اور نہ قیامت تک پیش کر سکیں گے کہ فلاں چیز کا علم اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مرحمت نہیں فرمایا۔

جس طرح حکیم صاحب نے جڑی بوٹیوں سے نسخہ تیار کرنا آسان سمجھا ہے۔ غالباً ایسے ہی قرآن حکیم سے بھی نفی علمِ غیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک آسان نسخہ تیار کر دیا کہ اس طرح بے چارے ان پڑھ لوگ خوب گمراہ ہوں گے۔ اب رہا حکیم صاحب کا قُلْ لَّآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لکھ کر یہ ترجمہ کرنا ''اے پیغمبر (اپنی امت کو) سنادے میں غیب نہیں جانتا''۔

اس ترجمہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ آنجناب یہ بھی جانتے تھے کہ آیت میں جو خطاب ہے وہ امت کو نہیں ہے بلکہ مشرکین کو ہے۔ اس لئے (اپنی امت کو) لکھ کر اردگرد بریکٹ کر دیا۔ کس قدر ظلم اور ستم ہے کہ دشمنیِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے

---

۱ پ ۷، ع ۱۱

قرآن میں بھی بددیانتی شروع کر دی گئی ہے۔ جیسا کہ علمائے یہود ملعونین کیا کرتے تھے۔

یوں ترچھی نگاہوں سے مجھے بھی قتل کرنا
پھر صاف مکرنا میں اس سے بری ہوں

شاید حکیم صاحب اور ان کے حواری یہ کہہ بیٹھیں کہ یہ آیت دیدہ و دانستہ غلط نہیں لکھی گئی۔ آخر تحریر میں غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ لہٰذا اس آیت کا غلط لکھا جانا کوئی جرم نہیں۔

جواب:

بڑے افسوس کی بات ہے کہ مصنف کتاب، اعجاز حدیث، اتنے ہی غیر ذمہ دار شخص ہیں کہ قرآن پاک میں جو آیت موجود نہ ہو وہ اپنی طرف سے ایجاد کر کے لکھ دیں تو یہ کوئی جرم نہیں۔ طریقہ یہ ہے کہ اگر کتاب میں غلطی ہو جائے تو اس کی تصحیح کا اعلان بذریعہ اشاعت ہونا چاہیے۔ لیکن یہاں کئی سال گزر چکے ہیں اب تک اس کی درستی نہیں کی گئی اور نہ ہی اغلاط نامہ شائع کیا گیا ہے۔ پھر لطف کی بات یہ ہے کہ یہ بناوٹی آیت قُلْ لَّا اَعْلَمُ الْغَیْبَ صفحہ ۱۵۳ میں لکھی ہے، دوسری دفعہ صفحہ ۱۵۴ پر، تیسری دفعہ صفحہ ۱۵۵ پر بھی ایسے ہی درج کی ہے۔ آیت کو تین مرتبہ پیش کرنے کے بعد بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ غلطی ہو گئی، ہرگز نہیں۔ یہ دیدہ و دانستہ علمِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی کے لئے بار بار اس بنائی ہوئی آیت کو لکھا گیا ہے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کی نفی قرآن سے ثابت ہو۔

حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و عظمت میں بے ادبی و گستاخی جبکہ ان کے نزدیک کچھ جرم نہیں ہے تو آیۃ شریفہ میں ردّوبدل کرنا ان کے نزدیک کیا جرم ہو سکتا ہے۔

یہ تو تھا مخالفین کے قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰہِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ

کا جواب۔ اب مناسب سمجھتا ہوں کہ مختصر طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خزانوں کے عطا ہونے کے دلائل پیش کر دوں۔

عطائے مفاتیح عالم صلی اللہ علیہ وسلم

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝ [1]

''اور تمہیں جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اللہ کا عذاب سخت ہے''۔

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْہِ [2]

''(اے محبوب) یاد کرو جب آپ فرماتے اس سے جسے اللہ تعالیٰ نے نعمت دی اور (یارسول اللہ) آپ نے نعمت دی''۔

وَلَوْ اَنَّھُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ سَیُؤْتِیْنَا اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَرَسُوْلُہٗٓ ۙ اِنَّآ اِلَی اللّٰہِ رٰغِبُوْنَ ۝ [3]

''اور کیا ہی اچھا ہوتا کہ اگر وہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ تعالیٰ و رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو دیا اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے کہ دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ہمیں اللہ ہی کی طرف رغبت ہے''۔

چوتھی آیت ملاحظہ فرمایئے:

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ مِنْ فَضْلِہٖ ۚ فَاِنْ یَّتُوْبُوْا یَکُ خَیْرًا لَّھُمْ ۚ وَاِنْ یَّتَوَلَّوْا یُعَذِّبْھُمُ اللّٰہُ عَذَابًا اَلِیْمًا فِی الدُّنْیَا

---

[1] پ ۲۸، س حشر، ع ۳

[2] پ ۲۲، س الاحزاب، ع ۱۶

[3] پ ۱۰، س التوبہ، ع ۱۲

وَالْاٰخِرَةِ ج وَمَا لَهُمْ فِی الْاَرْضِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ○

اور انہیں کیا برا لگا یہی تا کہ اللہ ورسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا تو اگر وہ توبہ کریں تو ان کا بھلا ہے اور اگر منہ پھیریں تو اللہ انہیں سخت عذاب دے گا دنیا وآخرت میں اور زمین میں کوئی ان کا حمایتی ومددگار نہ ہوگا"۔

ان آیات طیبات سے آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خزانوں، غنائم اور نعمتوں کے عطا فرمانے والے ہیں۔ عطا وہی کر سکتا ہے جو مالک ومختار ہو۔ یہ ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مالک ومختار ہیں"۔

قرآن کریم کی آیات اس مضمون پر تو بے شمار ہیں لیکن مختصر طور پر یہ چند احادیث بھی ملاحظہ فرمایئے:

"عن عقبہ بن عامر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خرج یوما فعلی علی اھل احد صلاتہ علی المیت ثم انصرف الی المنبر فقال اِنِّیْ فَرَطُکُمْ وَاَنَا شَھِیْدٌ عَلَیْکُمْ وَاللہِ لَاَنْظُرُ الی ھو فی الان وانی قد اعطیت خزائن مفاتیح الارض وانی واللہ ما اخاف بعدی ان تشرکوا ولکن اخاف ان تنافسوا فیھا" [1]

"حضرت عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باہر تشریف لائے اور آپ نے شہداء اُحد پر اس طرح نماز پڑھی جس طرح میت پر نماز پڑھی جاتی ہے اس کے بعد منبر پر تشریف لا کر فرمایا کہ میں تمہارا نگہبان اور گواہ ہوں۔ خدا کی قسم میں اس وقت اپنے حوض کی طرف دیکھ رہا ہوں اور بے شک مجھے تمام روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں۔ خدا کی قسم میں اپنے بعد تمہارے مشرک ہو جانے کا کوئی خوف نہیں کرتا

---

[1] البخاری جزء الثانی علامات نبوت باب ص ۱۸۵ مطبوعہ مصر

بلکہ اس بات سے ڈر رہا ہوں کہ تم صرف دنیا میں الگ جاؤ گے“۔

اوّل:

حضور نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی قسم اٹھا کر فرماتے ہیں کہ میں فرش پر رہ کر حوضِ کوثر کو دیکھ رہا ہوں۔ حوضِ کوثر بھی غیب کی چیزوں میں سے ایک ہے۔

ان لوگوں پر افسوس آتا ہے جو بے دھڑک آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ ان کو تو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں تھا۔ نبی اللہ کے ارشاد پر یقین کرنا تو درکنار ان کو سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کا بھی اعتبار نہیں۔ کیا ایسے لوگ اُمت نبی کہلانے کے کس قدر حقدار ہو سکتے ہیں۔ خود ہی اندازہ فرمالیں۔

دوم:

حضور مالک الامام صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی قسم اٹھا کر فرماتے ہیں کہ مجھے روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں۔

بتائیے وہ لوگ حضور کو کیا منہ دِکھائیں گے جو یہ کہیں کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کے مختار نہیں۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو حضور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی خاص دشمنی ہے۔

سوم:

حضور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی قسم اٹھا کر فرماتے ہیں کہ میں اپنے بعد تمہارے مشرک ہونے کا کوئی خوف نہیں کرتا بلکہ صرف دنیا میں محو ہو جانے کا خوف ہے۔

حضور سرورِ دو جہاں تو اپنی امت کو مشرک نہ فرمائیں اور نہ ان کے شرک کرنے کا خطرہ سمجھیں پھر مذہب حق اہلسنّت (بریلوی) پر شرک و کفر کے فتوے لگاتے ہیں ان کو ابھی تک اتنی سمجھ نہیں آتی کہ جس اُمت کے شرک نہ کرنے کا بیان سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں ہم ان کو بے دھڑک مشرک اور کافر بنا رہے ہیں حالانکہ حدیثِ

پاک میں موجود ہے کہ جو کسی مسلمان کو مشرک و کافر کہے اور وہ اس بات سے بری ہو تو کفر وشرک کہنے والے پر لوٹتا ہے۔

سنبھل کر پاؤں رکھنا میکدے میں شیخ جی

یہاں پگڑی اُچھلتی ہے اسے میخانہ کہتے ہیں

دوسری حدیث ملاحظہ فرمائیے:

"اُعْطِيْتُ الْكَنْزَيْنِ الْاَحْمَرِ وَالْاَبْيَضَ"۔ [1]

"(حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے دونوں خزانے سرخ اور سفید عطا فرما دیئے گئے"۔

اس حدیث شریفہ سے معلوم ہوا کہ حضور مالک و مختار صلی اللہ علیہ وسلم کو خزانوں کی کنجیاں عطا فرمادی گئی ہیں اور مخالفین یہ کہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کے مالک و مختار نہیں۔

چنانچہ امام المخالفین مولوی اسمٰعیل دہلوی اپنی کتاب تقویۃ الایمان ص ۴۸ سطر آخر میں رقمطراز ہے: (بلفظہٖ) "اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں"۔

ناظرین اندازہ فرمائیں کہ آیات واحادیث کو تو ان حضرات نے پس پشت ڈال کر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسی دشمنی کی ہے اور دعویٰ یہ ہے کہ ہم سب سے پکے مسلمان ہیں:

تیسری حدیث ملاحظہ فرمائیے:

"قال بعثت بجوامع الکلم و نصرت بالرعب و بیتا انا نائم رایتنی اتیت بمفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی"۔ [1]

"حضور (مالک خزائن صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ میں جوامع الکلم کے

---

[1] المشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین ص ۵۱۲

[1] ایضاً

ساتھ مبعوث فرمایا گیا اور رعب سے میری نصرت فرمائی گئی اور میں نے بحالتِ خواب دیکھا کہ میرے پاس زمین کے خزانوں کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں"۔

اس حدیثِ شریفہ سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خزانوں کے مالک ہیں اور آپ کے دستِ مبارک میں کنجیاں ہیں۔

چنانچہ مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی اپنی کتاب تقویۃ الایمان ص ۲۰ میں رقمطراز ہے:

"(بلفظہٖ) جس کے ہاتھ میں کنجی ہوتی ہے قفل اسی کے اختیار میں ہوتا ہے جب چاہے کھولے، جب چاہے نہ کھولے"۔

لیجئے صاحب! یہ وہی اسماعیل دہلوی ہیں جو اپنی قلم سے تو پہلے یہ لکھ چکے ہیں کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں ہے اب تو مخالفین کو یہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں خزانوں کی کنجیاں قفل آپ کے اختیار میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کل اختیار اس سے ظاہر ہے۔

شُبہ:

ہوسکتا ہے کہ مندرجہ بالا حدیث پر یہ کہہ بیٹھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حالتِ خواب میں تھے لہٰذا یہ کوئی زیادہ قابل اعتماد نہیں۔

جواب:

یہ بات خوب سمجھ لینی چاہیے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے خواب بھی حقیقت ہوتے ہیں کیونکہ دل ہمیشہ بیدار رہتا ہے۔

۱۔ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تنام عینہ ولا ینام قلبہ رواہ سعید بن مینا عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم" [۱]

"سعید بن مینا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند کی حالت میں

---

[۱] البخاری تنام عینی ولا ینام قلبی باب۔ ص ۱۸۲ جز ثانی مطبوعہ مصر

آنکھیں سوجاتیں اور دل بیدار رہتا''۔

۲۔ فقلت یا رسول اللہ تنام قبل ان توتر قال تنام عینی ولا ینام قلبی'' [۱]

''(حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ وتر پڑھنے سے پہلے آرام فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میری آنکھ سوجاتی ہے لیکن میرا دل بیدار رہتا ہے''۔

ثابت ہوگیا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا آرام فرمانا بھی بمثل جاگنے کے ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا ہر امر دل کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی خواب ناقص وضو نہیں۔ یہاں انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنے جیسا بشر قیاس کرنے والوں کے لئے بھی قابل غور مسئلہ ہے۔ چنانچہ قرآن میں بھی اس کی تائید موجود ہے:

قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَا ذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ز [۲]

''اور کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اے پیارے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں تیری کیا مرضی ہے؟ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا اے میرے پیارے ابا جان! جو آپ کو حکم ہوا ہے اسی طرح کرو''۔

قرآن کریم کی اس آیت شریفہ سے واضح ہوگیا کہ انبیا کرام علیہم السلام کے خواب بھی حکم الٰہی ہوا کرتے ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے دل جاگتے ہیں آنکھیں سوتی ہیں۔ الحمد للہ اس شبہ کا ازالہ بھی ہوگیا اور قرآن وحدیث سے واضح ہوگیا کہ حضور صلی اللہ

---

[۱] البخاری تنام عینی ولا ینام قلبی باب۔ ص ۱۸۲ جز ثانی مطبوعہ مصر

[۲] پ ۲۳، س الصفت، ع ٦

علیہ وسلم کے دستِ مبارک میں ہر شے کی کنجیاں ہیں اور اب ایک اور حدیث ملاحظہ فرمایئے:

"عَنْ رَبِیْعَۃَ بْنِ کَعْبٍ قَالَ کُنْتُ اَبِیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَتَیْتُہٗ بِوُضُوْئِہٖ وَحَاجَتِہٖ فَقَالَ لِیْ سَلْ فَقُلْتُ اَسْئَلُکَ مرافقتك فِی الْجَنَّۃِ قَالَ اَوْغَیْرَ ذٰلِکَ قَالَ فَاَعِنِّیْ عَلٰی نَفْسِکَ بِکَثْرَۃِ السُّجُوْدِ" ۔ (رواہ المسلم)[1]

"حضرت ربیعہ کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رات کو حاضر رہتا اور آپ کے وضو کا پانی اور جس چیز کی ضرورت ہوتی لایا کرتا تھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جنت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اس کے سوا کچھ اور بھی چاہتا ہے؟ میں نے عرض کی بس یہی تو میری اعانت کر اپنے پر کثرت سجود سے"۔

یہ حدیث صحیح مسلم وسنن ابوداؤد وسنن ابن ماجہ ومعجم کبیر طبرانی میں بھی موجود ہے۔ اس حدیث شریفہ سے کتنا واضح ہو رہا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلقاً بلا قید وبلا تخصیص ارشاد فرمانا، اے ربیعہ! مانگ جو چاہتا ہے ہم تجھے عطا فرمائیں گے۔ اور پھر لطف یہ کہ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اسالک ھوافقتک فی الجنۃ جنت میں رفاقت والا عطا ہو کہ یا رسول اللہ! آپ سے جنت مانگتا ہوں۔

چنانچہ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں شیخ الشیوخ علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی، اشعۃ اللمعات، میں فرماتے ہیں:

"از اطلاق سوال کہ فرمودہ سل بخواہ و تخصیص نکرد بمطلوبے خاص معلوم مے شود کہ کار ہمہ بدست ہمت

---

[1] مشکوٰۃ باب سجود وفضلہ ص ۸۴

وکرامت اوست صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہرچہ خواہد و ہرکرا خواہد باذن پروردگار خود بدہد“ ۱؎

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خاص چیز کے مانگنے کو نہ فرمایا جس سے ثابت ہوا کہ کارخانہ الٰہیہ کی باگ ڈور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ تقدس میں ہے آپ جسے چاہیں جو چاہیں باذن اللہ عطا فرماتے ہیں“۔

اسی حدیث کے تحت مُلا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ الباری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

”یُؤْخَذُ مِنْ اِطْلَاقِهٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الْاَمْرِ بِالسُّوَالِ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی مَکَّنَهٗ مِنْ اِعْطَآءِ کُلِّ مَا اَرَادَ مِنْ خَزَائِنِ الْحَقِّ“ ۲؎

”یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگنے کا حکم مطلق دیا اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عام قدرت بخشی ہے کہ خدا کے خزانوں سے جو کچھ چاہیں عطا فرمادیں“۔

ان تمام قرآنی آیات واحادیث صحیحہ وعلماء شارحین کی عبارات سے خوب واضح ہو گیا کہ اس مالک الملک شہنشاہ قدیر جل وعلا نے اپنے جلیل الاقتدار عظیم الاختیار حبیب کردگار آقائے نامدار سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خزانوں کی کنجیاں، زمین کی کنجیاں، دنیا کی کنجیاں، نصرت کی کنجیاں، نفع کی کنجیاں، جنت کی کنجیاں، ہر شے کی کنجیاں عطا فرمادی ہیں۔ دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے طفیل ہم سب کو ایسا ہی ایمان نصیب فرمائے۔

۱؎ اشعۃ اللمعات جزء الاول ص ۳۹۶

۲؎ المرقات شرح مشکوٰۃ

غیب کی کنجیاں

شبہ:

مخالفین یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ قرآن میں ہے:

"وَعِنْدَهٗ مَفَاتِیْحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ"۔

"اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی نہیں جانتا کوئی اس کو مگر وہی"۔

"لہٰذا معلوم ہوا کہ غیب اُسی کے پاس ہے اور کسی کو علمِ غیب نہیں اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ غیب ہے"۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ غیب اسی کے پاس ہے اور کسی کو علمِ غیب نہیں اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علمِ غیب ہے۔

جواب:

معلوم نہیں منکرین قرآن عظیم کی آیات طیبات سے غلط استدلال کیوں کرتے ہیں اس آیت شریفہ میں کوئی ایک ایسا لفظ نہیں جس کے یہ معنی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبولوں کو غیب کا علم نہیں عطا فرمایا۔ پھر قرآن کریم کی آیاتِ مبارکہ کا مذاق کیوں اڑاتے ہیں۔ اب وہی آیت ملاحظہ فرمائیے جو وہ پیش کرتے ہیں:

"وَعِنْدَهٗ مَفَاتِیْحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ"۔[1]

"اور اُسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی، نہیں جانتا کوئی اس کو مگر وہی"۔

اس آیت شریفہ سے تو عطائی علم غیب کی نفی ہی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب ذاتی کا ثبوت ہے۔ اب مفسرین کرام علیہم الرحمۃ کی عبارتیں مفاتیح الغیب کے تحت ملاحظہ فرمائیے۔

چنانچہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ تفسیر کبیر اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

---

[1] پ ۷، ع ۱۲ سورۃ الانعام

”فکذلک ھھنا لما کان عالما بجمیع المعلومات عبر ھذا المعنی بالعبارة المذکورة وعلی التفسیر الثانی المراد منه القدرة علیٰ کل الممکنات“ ۔[1]

”اللہ تعالیٰ جانتا ہے تمام معلومات کو تو اس معانی کو اس عبارت سے بیان کیا اور دوسری صورت پر مراد اس سے سارے ممکنات پر قادر ہونا ہے“۔

دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیے:

صاحبِ تفسیر خازن اس آیت کے تحت فرماتے ہیں:

”لان اللہ تعالیٰ لما کان عالما بجمیع المعلومات ماغاب منھا وما لم یغب عن ھذا المعنی بھذه العبارة وعلی التفسیر الثانی یکون المعنی و عندہ خزائن الغیب والمراد منه القدرة الکاملة علیٰ کل الممکنات“ ۔[2]

”جبکہ اللہ تعالیٰ تمام معلومات کا جاننے والا ہے تو اس معنی کو اس عبارت سے بیان کیا اور دوسری تفسیر میں اس کے معنے یہ ہوں گے کہ اللہ کے پاس غیب کے خزانے ہیں اور اس سے مراد ہے ہر ممکن چیز پر قدرت کاملہ“۔

اب آپ بتائیے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو غیب کی کنجیاں دینے کی طاقت رکھتا ہے یا نہیں۔ اگر یہ قدرت ہے اور یقیناً ہے تو ہمارا دعویٰ ثابت اور اگر آپ یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ کو یہ اختیار اور قدرت نہیں تو پھر خدا کو آپ نے مجبور مانا اور دائرہ اسلام سے خارج ہوئے۔

ملاحظہ فرمائیے تفسیر عرائس البیان میں اسی آیت کے تحت درج ہے۔

”قال الجریدی لا یعلمھا الاھو و من یطلعه علیھا من صفی و خلیل و حبیب وولی ای لا یعلمھا الاھو ای الاولون

---

[1] التفسیر کبیر

[2] التفسیر الخازن

والاخرون قبل اظهاره تعالیٰ ذلك لهم"۔ [1]

"یعنی جریدی نے کہا کہ مفاتیح غیب کو کوئی نہیں جانتا۔ مگر اللہ اور وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ ان پر اطلاع دے خواہ وہ صفی ہو یا خلیل ہو یا حبیب یا ولی ہو۔ یعنی اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ظاہر کرنے سے پہلے کوئی نہیں جان سکتا"۔

ان تفاسیر سے آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ باعلام خداوندی حضور سیّد عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اصفیاء واولیاء کو مفاتیح غیب کا علم حاصل ہو جاتا ہے اب پھر اس آیت شریفہ سے علمِ انبیاء کے انکار کی سند بنانا دیدہ ودانستہ قرآن کریم کی مخالفت ہے۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی اپنی کتاب تقویت الایمان میں رقم طراز ہیں:

"غیب کے خزانہ کی کنجی اللہ ہی کے پاس ہے اس نے کسی کے ہاتھ میں نہیں دی اور کوئی اس کا خزانچی نہیں۔ مگر اپنے ہی ہاتھ سے قفل کھول کر اس میں سے جتنا چاہے جس کو بخش دے اس کا ہاتھ کوئی نہیں پکڑ سکتا"۔ [2]

امید ہے کہ مخالفین کو اپنے پیشوا کی عبارت سے تو کافی تسلی ہوئی ہوگی۔ قرآن و تفاسیر واحادیث سے تو تسلی ان حضرات کی کبھی ہوئی نہیں۔ ہاں اپنے دہلوی کی عبارت تو کافی تسلی بخش ہوگی۔

جبکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیب کے دروازے کھول دیئے تو کون ہے جو اس کا ہاتھ پکڑ سکتا ہے۔

ثابت ہو گیا کہ **"وَعِنْدَهٗ مَفَاتِيْحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ"** سے ذاتی علمِ غیب مراد ہے اور عطائی علمِ غیب کا ثبوت ہے۔ اس آیت شریفہ سے عدم علمِ نبی صلی اللہ

---

[1] التفسیر عرائس البیان

[2] تقویۃ الایمان ص ۲۴

علیہ وسلم مراد لینا قرآن کریم پر بہت بڑا ظلم ہے۔

اگر اب بھی مخالفین کی تسلی نہ ہوئی ہو تو وہ اسی آیت کے مصداق ٹھہرے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰۤى اَبْصَارَهُمْ

ذاتی قدرت کی نفی اور علمِ غیب کا ثبوت

شُبہ:

مخالفین یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ قرآن میں آتا ہے:

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ ۛۚ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ۚ[1]

''اگر میں غیب جانتا تو بہت جمع کر لیتا بھلائی اور نہ چھوتی مجھے کوئی بُرائی''۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب نہ تھا۔

جواب:

منکرین کی حق پوشی اور باطل کوشی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ اس آیت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ عطائی کی نفی کے لئے سند بنانا بالکل باطل ہے کیونکہ اس میں نفی ہے تو علمِ ذاتی کی نہ کہ عطائی کی۔ آیت میں لفظ لو کی شرط اور جزاء و ما عطف فیھا اگر مثبت ہوں تو منفی ہو جاتے ہیں اور اگر منفی ہوں تو مثبت ہو جاتے ہیں۔

ناءعلیہ مخالفین کے نزدیک اس آیت کا معنی اس طرح ہو جائے گا کہ میں غیب بالکل نہیں جانتا اور بھلائی قطعاً مجھ میں کوئی نہیں اور برائی موجود ہے۔

اب بتایئے یٰۤاَیُّهَا الظّٰلِمُوْنَ کہ حضور رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں اس سے بڑھ کر اور کون سی سب و شتم ہو سکتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام جو تمام اوصاف کمال کا مجموعہ ہوتے ہیں ان میں بھلائی بالکل نہ ہو اور برائی موجود ہو۔ جس شخص میں

---

[1] پ ۹، ع ۱۲، س الاعراف

برائی موجود ہوتو وہ لازماً براہوتا ہے ورنہ لازم آئے گا کہ علم ہواور عالم نہ ہو۔ سیاہی ہواور سیاہ نہ ہو۔

اب وہی آیت ملاحظہ فرمائیے:

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ [1]

''اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت جمع کر لیتا بھلائی اور نہ پہنچتی مجھے کوئی برائی میں تو ڈرانے والا ہوں اور خوشخبری سنانے والا ہوں ایماندار قوم کے لئے''۔

اس آیت میں توجہ فرمائیے کہ الخیر اسم جنس معرف باللام ہے اور لام عہد خارجی کا ہے، ہوالاصل جس سے اشارہ ہوگا نبوت کی طرف، جو خیر کا فرد کامل اور السوء سے جنونی کی طرف اشارہ ہوگا جو سوء کا فرد کامل ہے اور یہ امر امور معلومہ ثابتہ میں ہے کہ کفار اور منافقین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی تسلیم نہیں کرتے تھے۔

جیسا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت سہل جو اس وقت کفار کی طرف سے نمائندہ تھے انہوں نے قرطاسِ صلح سے رسول اللہ کا لفظ محو کر دینے پر زور دیا اور کہا کہ ہم آپ کو اگر پیغمبر سمجھتے تو پھر جھگڑا کاہے کا تھا، کعبۃ اللہ سے کیوں روکتے۔ قرآن کریم میں کفار کا مقولہ صراحۃً موجود ہے ملاحظہ کیجئے:

''وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا''۔ [2]

''اور کہتے تھے وہ لوگ جو کافر تھے کہ آپ رسول نہیں''۔

اسی طرح آپ کو مجنون بھی خیال کرتے تھے:

قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۝ [3]

---

[1] پ ۹، ع ۱۲، س الاعراف [2] پ ۱۳، ع ۱۱، س الرعد

[3] پ ۱۴، ع ۱، س الحجر

''کہتے تھے کافر اے وہ جس پر نازل ہوتا ہے قرآن بے شک تو مجنون ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے کفار کی ان باتوں کا جواب فرمایا۔ ملاحظہ فرمایئے:

یٰسٓ ○ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ○ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○ [1]

''اے سید! حکمت والے قرآن کی قسم بے شک آپ رسول ہیں''۔

دوسری آیت:

''مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ'' ۔[2]

''(اے محبوب) آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں''۔

شاید آپ سوال کر دیں کہ السوء کے معنی جنون کس مفسر نے لکھے ہیں۔ حوالہ ملاحظہ فرمایئے:

وقولہ تعالیٰ:

''مَا مَسَّنِیَ السُّوْءُ يَعْنِی الْمَجْنُوْنِ'' ۔[3]

''نہ پہنچتی مجھے برائی یعنی جنون''۔

اب قانون نحو یہ مذکورہ کو مدِ نظر رکھیے اور قیاس استثنائی منطقی بنایئے۔ کفار سائلین کے قول کے مطابق کلام جاری کیجئے اور ''رفع تالی'' سے رفع مقدم کا نتیجہ اخذ کیجئے۔ کیسے عمدہ معنی ہونگے جو اوصافِ کمال پر دال ہوگا۔ اگر میں غیب جانتا تمہارے نزدیک اے کفار اور منافقو! تو البتہ میں جمع کر لیتا نبوت کو اور مجھے جنون ہرگز نہ چھوتا۔ تمہارے نزدیک لیکن لازم باطل ہے تو صاف معنی یہ ہوئے کہ میں خدا کا رسول ہوں اور مجھے جنون نہیں۔ لہٰذا میں غیب کا علم باعلام خداوندی جانتا ہوں میں تو ایمان والوں کے لئے

---

[1] پ ۲۲، ع ۱۷، س یٰسین

[2] پ ۲۹، ع ۲، س القلم

[3] التفسیر الخازن جز الثانی وکذا تفسیر جمل

ڈرانے والا اور خوشی سنانے والا ہوں۔

یہاں تک تو تھا اس سوال کا پہلا جواب، جس سے یہ ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں اور آپ کو جنون نہیں ہے جبکہ آپ نبی و رسول ہیں اور مجنون نہیں تو معنے یہ ہوں گے کہ میں غیب جانتا ہوں۔

اب اس سوال کا دوسرا جواب بھی ملاحظہ فرمایئے:

مذکورہ آیت میں لفظ لو آیا ہے اور لَو تین امور پر دلالت کرتا ہے:

۱۔ ﺮط کو سبب بناتا ہے۔

۲۔ دونوں کا تحقق زمانہ ماضی میں ہوتا ہے۔

۳۔ سبب ممتنع ہوتا ہے۔

اس لئے آیت وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ میں آنکھیں کھول کر غور کیجئے کہ اگر یہاں علم غیب سے مرادِ علمِ ذاتی جو قدرت کو مستلزم ہے نہ لیا جائے تو یہ سبب نہیں بن سکتا کیونکہ صرف علم سے خیر کثیر جمع کر لینے اور ضرر کو دور کرنے کا سبب نہیں ہوا کرتا کیونکہ کسی تکلیف کے وقوع کا علم قبل از وقت ہو جاتا ہے لیکن انسان اس سے بچ نہیں سکتا۔

مثلاً کسی شخص کو اگر عدالتِ عالیہ سے پھانسی کا حکم ہو جائے تو وہ یہ جانتے ہوئے کہ اُسے پھانسی دے دی جائے گی اپنے آپ کو بچا نہیں سکتا۔ اس لئے حصولِ خیر اور دفع ضرر کا سبب علم ذاتی ہی ہو سکتا ہے جو قدرت ذاتی کو مستلزم ہے تب ہی لو، شرط اور جزا، میں سببیت کا علاقہ پیدا کر سکتا ہے جو اس کا پہلا خاصہ ہے۔

دوسرا خاصہ: کلام کو زمانۂ ماضی کے ساتھ مخصوص کرنا ہے اور زمانہ ماضی میں کسی چیز کی نفی اس امر کو مستلزم نہیں کہ آئندہ بھی نہ پایا جائے۔

تیسرا خاصہ: وہ سبب کے ممتنع ہونے پر دلالت کرتا ہے اور علمِ غیب جس کا حصول ممتنع ہے وہ علمِ ذاتی ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے کسی غیب کو جان لینا کسی کے نزدیک بھی ممتنع نہیں بلکہ سب اس کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سکھلا دینے سے علمِ غیب

حاصل ہو جاتا ہے۔

اب لفظ لو سے جس علمِ غیب کی نفی کی جا رہی ہے وہ وہ ہے جس کا حصول ممتنع ہے۔ وہ علمِ غیب ذاتی ہے اس لئے یہاں عطائی کی نفی نہیں ہوتی۔

مذکورہ بالا تحقیق سے آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ آیہ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ سے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب عطائی کا ثبوت ہے اور ذاتی علمِ غیب کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کریمہ سے نفی فرما دی۔ کیونکہ جو ذاتی صفت رکھتا ہو اس کا علم بھی ذاتی ہے۔ اگر مجھے غیب کا علم ذاتی ہوتا تو قدرت بھی ذاتی ہوتی۔

اس لئے اس آیت سے واضح ہو گیا کہ عطائی علمِ غیب کی نفی ہر گز نہیں ہو سکتی۔

چنانچہ صاحبِ نسیم الریاض اسی آیت کے متعلق فرماتے ہیں:

"قوله وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ فَاِنَّ الْمَنْفِيَّ عِلْمُهٗ مِنْ غَيْرِ وَاسِطَةٍ وَاَمَّا اِطِّلَاعُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِاِعْلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَاَمْرٌ مُتَحَقِّقٌ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى: فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ"۔[1]

"آیہ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ میں علم بغیر واسطہ کی نفی ہے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غیب پر مطلع ہونا اللہ کے بتانے سے یہ امر واقع ہے جیسا کہ قولِ خداوندی ہے: فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ۔

دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیے:

علامہ شیخ سلیمان جمل فتوحات الٰہیہ حاشیہ جلالین میں اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں:

"فَاِنْ قُلْتَ قَدْ اَخْبَرَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُغِيْبَاتِ وَقَدْ

---

[1] نسیم الریاض

جَاءَتْ اَحَادِیْثُ فِی الصَّحِیْحِ بِذٰلِكَ وَهُوَ مِنْ اَعْظَمِ مُعْجِزَاتِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَكَیْفَ الْجَمْعُ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ قَوْلِهٖ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ قُلْتُ یَحْتَمِلُ اَنْ یَّكُوْنَ قَالَهٗ عَلٰی سَبِیْلِ التَّوَاضُعِ وَالْكَذْبِ وَالْمَعْنٰی لَا اَعْلَمُ الْغَیْبُ اِلَّا اَنْ یَّطْلِعَنِی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَیُقَدِّرُهٗ لِیْ" [1]

"پس اگر تم کہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بکثرت مغیبات کی خبریں دیں اور احادیث صحیحہ اس باب میں وارد ہوئیں اور غیب کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعظم معجزات میں سے ہے تو آیہ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ میں مطابقت کس طرح ہوگی تو کہا جائے گا۔ یہاں احتمال یہ ہے کہ یہ کلام تواضع کے طور پر فرمایا اور معنی یہ ہیں کہ میں غیب نہیں جانتا مگر اللہ تعالیٰ کے مطلع فرمانے اور مقدر کرنے سے"۔

ان دلائل سے واضح ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیب کا علم اعظم معجزات میں سے ہے لیکن یہاں پر یہ کلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات شریفہ سے بطور تواضع فرمایا کہ میں بذاتِ خود غیب نہیں جانتا بلکہ باعلامِ خداوندی جانتا ہوں۔

مخالفین حضرات آیہ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْءُ کا ترجمہ یہ کرتے ہیں:

اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت جمع کر لیتا خیر اور مجھے کوئی مصیبت نہ پہنچتی۔

تو بھی ہمارا مدّعا ثابت ہے کیونکہ کسی چیز کا جاننا خیر جمع کرنے اور مصیبت سے بچنے کے لئے کافی نہیں جب تک کہ خیر کے حاصل کرنے اور مصیبت سے بچنے پر قدرت نہ ہو۔ مجھ کو علم ہے کہ بڑھاپا آوے گا اس میں مجھے یہ تکالیف پہنچیں گی مگر بڑھاپے کے دفع کرنے پر قدرت نہیں۔ مجھے آج علم ہے کہ غلہ چند روز کے بعد گراں ہو جائے گا مگر

---

[1] تفسیر جلالین۔ وہکذا خازن جز الثانی

میرے پاس پیسہ نہیں کہ بہت سا غلّہ خرید لو۔ تو معلوم ہوا کہ خیر جمع کرنا، مصیبت سے بچنا علم اور قدرت دونوں پر موقوف ہے اور یہاں قدرت کا ذکر نہیں۔ تو علمِ غیب سے وہ علم مراد ہے جو قدرت کے ساتھ مستلزم ہے۔ یعنی علمِ ذاتی جو لازم الوہیت ہے جس کے ساتھ قدرت لازم ہے، ورنہ آیت کے معنے درست نہیں ہوں گے کیونکہ مقدم اور تالی میں لزوم نہیں رہتا۔

حاصل یہ ہوا کہ آیت میں پہلے خیر کا ذکر ہے اور اس کے بعد سوء کا ذکر ہے۔ خواہ سوء سے مراد برائی یا تکلیف یا جنون یا مصیبت مراد لیں۔ آخر نبی اللہ کے لئے خیر تو تسلیم کرنا ہی پڑے گا۔

"مَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا"۔

"جسے حکمت عطا کی گئی اسے خیر کثیر دی گئی"۔

تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ آپ کو علمِ غیب عطائی حاصل ہے لیکن ذاتی نہیں ہے۔ میں یہ بھی واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہمارے علماء اہلسنّت (بریلوی) بے شمار کتب میں اس سوال کے بہت زیادہ جوابات دے چکے ہیں۔ جن کا ردّ آج تک کوئی صاحب پیش نہیں کر سکا اور نہ کوئی قیامت تک پیش کر سکے گا۔

نیز میرے خیال میں جس طرح مخالف صاحبان کو آیہ وَ لَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عدم علم ہونے کا شبہ پیدا ہوا ہے۔ لازم ہے کہ ان کو مندرجہ ذیل آیت سے بھی وہی شبہ ہوا ہوگا، ملاحظہ فرمائیے:

وَلَوْ عَلِمَ اللّٰہُ فِیْھِمْ خَیْرًا لَّاَسْمَعَھُمْ ؕ وَلَوْ اَسْمَعَھُمْ لَتَوَلَّوْا وَّ ھُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○ (پ ۹، ع ۱۱، س الانفال)

"اور اگر ان میں کچھ بھلائی جانتا ہوتا تو انہیں سنا دیتا اور اگر سنا دیتا جب بھی انجام کار منہ پھیر کر پلٹ جاتے"۔

اس آیت کے ظاہری معنے آیہ وَ لَوْ کُنْتُ کی طرح ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر

میں جانتا ہوتا ان میں کچھ بھلائی تو اسے سنا دیتا۔ اس کا مطلب مخالفین کے قول کے مطابق پھر یہی ہوگا وہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کو بھی بے علم ہونا تسلیم کرتے ہوں گے۔

لیکن حضرات مخالفین کی علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسی عداوت ہے کہ اگر انہیں خداوند کریم کے علمِ غیب کا بھی انکار کرنا پڑے تو وہ بے دھڑک یہ بھی کہہ بیٹھتے ہیں کہ معاذ اللہ خدا تعالیٰ کو بھی علمِ غیب نہیں۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیے:

مخالفین کا خدا تعالیٰ کے علم سے انکار

مولوی اسمٰعیل منکرین کے پیشوا اپنی کتاب تقویۃ الایمان، میں رقمطراز ہیں:

(بلفظہٖ) ''سوا اسی طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہے۔ جب چاہے کر لیجئے یہ اللہ صاحب کی شان ہے''۔[۱]

ان الفاظ پر غور فرمائیے:

''غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہے''۔

جس ذات کی شان عالم الغیب والشہادۃ ہے اسے دریافت کی کیا ضرورت ہے۔ دریافت تو وہ کرتا ہے جسے پہلے کچھ معلوم نہ ہو اور معلوم کرنے کے لئے دریافت کرے۔ دریافت کرنے سے پہلے (معاذ اللہ) خداوند تعالیٰ جاہل ہوتا ہے۔

دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیے:

مولوی حسین علی واں بھچراں جو مولوی رشید احمد گنگوہی کے شاگرد اور مولوی غلام اللہ خان کے استاذ ہیں، اپنی کتاب 'بلغۃ الحیران' میں لکھتے ہیں:

(بلفظہٖ) ''خدا تعالیٰ کو بندوں کے کاموں کی پہلے سے خبر نہیں ہوتی جب بندے اچھے یا برے کام کر لیتے ہیں تب اس کو علم ہوتا ہے''۔[۲]

---

[۱] تقویت الایمان ص ۲۴

[۲] بلغۃ الحیران ص ۱۵۷

ناظرین انصاف کی نظر سے توجہ فرمائیں کہ اللہ رب العزت جل مجدہ کی شان و عظمت میں اس سے بڑھ کر کیا گستاخی ہو سکتی ہے کہ معاذ اللہ حق تعالیٰ کو غیب کا علم نہیں، ہاں اختیار ہے کہ جب چاہے دریافت کر لے اور استغفر اللہ خدا تعالیٰ کو بندوں کے کاموں کا علم بھی پہلے سے نہیں ہوتا۔ جب بندے اچھا برا کام کر لیتے ہیں تو اسے اس کا علم ہوتا ہے۔ شانِ خداوندی میں ایسا ناپاک عقیدہ رکھنے والوں کے لئے متفقہ طور پر علمائے عظام نے کیا فتویٰ دیا ہے۔

شانِ رب العزت میں توہین کفر ہے

"یَکْفُرُ وَاِذَا وَصَفَ اللّٰہُ تَعَالٰی بِمَا لَا یَلِیْقُ اَوْ نَسَبَہٗ اِلَی الْجَھْلِ اَوِ الْعِجْزِ اَوِ النَّقْصِ" [1]

"یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی ایسی شان بیان کرے جو اس کے لائق نہیں یا اس کو عجز یا نقص یا جہل کی طرف نسبت کرے وہ کافر ہے"۔

مندرجہ بالا عبارت فتاوی عالمگیری سے واضح ہو گیا کہ شان بارگاہ رب العزت میں جو کوئی عجز یا جہل یا نقص کی نسبت کرے وہ کافر ہے۔ جب یہ صاحبان خدا تعالیٰ کے علم شریف پر ایسا ناپاک حملہ کرنے سے ذرا بھی ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ تو کیا اسی خدائے ذوالجلال کے برگزیدہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف میں ایسی بات کہنے سے ان کو ذرا احساس تک بھی ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ جب یہ لوگ خدا تعالیٰ کو بے علم لکھنے میں کوئی عار نہیں جانتے تو اگر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بے علم ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں تو کچھ تعجب نہیں۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ۔

بہر حال مذکورہ تمام دلائل سے ثابت ہو گیا کہ آیۃ وَلَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ سے ذاتی علمِ غیب کی نفی ہے اور عطائی علمِ غیب کا ثبوت ہے۔

---

[1] فتاوی عالمگیری جزء الثانی ص ۵۸

علم شعر اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شُبہ:

علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ قرآن میں ہے:

"وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ"۔

"اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کل علوم عطا ہوتے تو پھر یوں کہا جاتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کا علم نہیں سکھایا گیا کیونکہ شعر بھی تو ایک علم ہے"۔

جواب:

معلوم ہوتا ہے کہ مخالفین کی عقل سلیم اُڑ چکی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب آدمی انبیاء کرام علیہم السلام کا بے ادب اور گستاخ ہو جاتا ہے تو اس کی عقل کام نہیں کرتی۔ اللہ تعالیٰ گستاخ سے شعور ہی چھین لیتا ہے۔ حیرت ہے کہ دشمنانِ رسول نے وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ سے عدم علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیسے مراد لے لیا۔ کہاں شعر اور کہاں حبیبِ خدا علیہ التحیۃ والثناء کے علم شریف کا مقام۔

اب ملاحظہ فرمائیے:

یہاں شعر سے مراد ہے کلامِ کذب۔ چونکہ کفار قرآن کی نسبت اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ کہا کرتے تھے کہ یہ قرآن شعر ہے اور نبی اللہ شاعر ہیں۔ اس کی وضاحت قرآن سے ملاحظہ فرمائیے:

بَلْ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚ[1]

"بلکہ کفار بولے پریشان خوابیں ہیں بلکہ ان کی گھڑ ہے بلکہ یہ شاعر ہیں"۔

اب اس آیت شریفہ سے واضح ہو گیا کہ شعر سے مراد کلام کاذب ہے جو کہ کفار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہا اور قرآن کو شعر کہا یعنی معاذ اللہ یہ جھوٹا کلام ہے۔

---

[1] پ ۱۷، ع ۱، س الانبیاء

تو اللہ تعالیٰ نے کفار کی اس بات کا ردّ فرماتے ہوئے واضح فرمادیا کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کذب سے پاک ہیں:

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝[1]

''ہم نے ان کو شعر نہیں سکھایا اور نہ ان کی شان اقدس کے لائق ہے وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن کہ اُسے ڈرائے جو زندہ ہو اور کافروں پر بات ثابت ہو جائے''۔

اس آیت شریفہ سے روشن ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس باطل گوئی کا ملکہ ہی نہیں دیا اور یہ کتاب قرآن اشعار یعنی اکاذیب پر مشتمل نہیں۔ کفار قریش زبان سے ایسے بد ذوق اور منظّم عروضی سے ایسے ناواقف نہ تھے کہ نثر کو نظم کہلاتے اور قرآنِ پاک کو شعرِ عروضی بتا بیٹھتے اور کلام کا محض وزن عروضی پر ہونا ایسا بھی نہ تھا کہ اس پر اعتراض کیا جاسکے۔

اس سے ثابت ہو گیا کہ ان بے دینوں کی مراد شعر سے کلام کاذب تھی خواہ موزوں۔ اس آیت میں اشارہ ہے کہ حضور سیّد العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے علوم اولین و آخرین تعلیم فرمائے گئے جن سے کشف حقائق ہوتا اور آپ کے علوم واقعی نفس الامری ہیں۔ کذب شعری نہیں جو حقیقت میں جہل ہے وہ آپ کی شان کے لائق نہیں۔ وَمَا يَنْبَغِيْ لَهٗ ؕ اور اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کا دامنِ تقدس اس سے پاک ہے۔ اسی میں شعر بھی کلام موزوں کے جاننے اور اس کے صحیح و سقیم وجید وردی کو پہچاننے کی نفی نہیں ہے۔

اس لئے حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ شریف میں طعن کرنے والوں کے لئے یہ آیت ہرگز سند نہیں ہو سکتی۔

---

[1] پ ۲۳، ع ۴، سورۃ یٰسین

ایک اور آیت ملاحظہ فرمایئے:

وَيَقُولُونَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ۝ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝[1]

''اور کہتے تھے کہ ہم اپنے خداؤں کو چھوڑ دیں ایک دیوانے شاعر کے کہنے سے۔ بلکہ وہ تو حق لائے اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق کی''۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کفار کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہنا مراد کذب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ سے واضح فرمادیا کہ شعر گوئی کا ملکہ نہیں۔

کتنے عروض وقوافی کے جاننے والے فنِ شعر کے ماہر ایسے ہیں کہ وزن شعر کے صحیح ادا کرنے پر قادر نہیں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انہیں شعر کے ردی وجید میں تمیز نہ ہو۔ فن کے قواعد و مصطلحات سے بے خبر ہوں۔ ہاں شعر گوئی کا ملکہ نہیں۔ علم سے بہت مرتبہ ملکہ مراد ہوتا ہے۔ روزمرہ کے محاورے ہی کو دیکھئے: فلاں عالم لکھنا نہیں جانتا۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ املا یا رسم الخط یا حروف کی صورت وہیئت اور قواعد کی اس کو خبر نہیں۔ وہ سب کچھ جانتا ہے لیکن لکھنے کا ملکہ نہیں۔ اسی طرح یہاں مراد علم ملکہ ہے کچھ محاورات پر ہی منحصر نہیں بلکہ ہر ملک اور ہر زبان میں علم بمعنی ملکہ اور ہر زبان میں علم بمعنی ملکہ بکثرت مستعمل ہے۔

اس کے لئے آیت شریفہ ملاحظہ فرمایئے:

وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ۝[2]

''اور سکھایا ہم نے اسے تمہارا پہناوا بنانا کہ تمہیں آنچ سے بچائے تو کیا تم شکر کرو گے''۔

---

[1] پ ۲۳، ع ۵، س الصفت

[2] پ ۱۷، ع ۶، س الانبیاء

اب اس آیت سے صاف واضح ہوگیا کہ علم کے معنی ملکہ کے ہیں۔

اسی طرح آیت وَعَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ سے بھی علم سے مراد ملکہ ہے اور ملکہ ہی کی نفی ہے نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کا علم نہیں۔ تو ثابت ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شعر وجید وردی اور موزوں وغیر موزوں میں امتیاز فرماتے تھے۔

علم شعر کی نفی آج تک کسی مفسر نے نہیں کی۔ یعنی چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی شان کے لائق نہیں ہے اس لئے حضور سے بطریق انشاء صادر نہیں ہوا۔ ہر بشری کمال آپ کے علم جامع کے تحت ہے۔ اس وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر فصیح و بلیغ اور شاعر و اشعر اور ہر ہر قبیلہ کو ان کی لغات اور انہی کی عبارات میں جواب دیتے تھے۔ کاتبوں کو علمِ خط اور اہل حرفت کو ان کی معرفت پر تعلیم فرماتے تھے۔

ان تمام دلائل سے ثابت ہوگیا کہ جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم شعر حاصل ہے اگر اس کے باوجود بھی مخالفین ہٹ دھرمی سے کام لیتے ہوئے باز نہ آئیں تو وہ اسی آیت کے مصداق ٹھہرے:

بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَ صُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝

عالِم جمیع اللغات صلی اللہ علیہ وسلم

شُبہ:

حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب شریف کے انکاری یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کل زبانوں کا علم نہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ آپ کو کُل علمِ غیب نہیں۔

جواب:

معلوم ہوتا ہے کہ علمِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی خاص عداوت ہے جو

تنکے کا بھی سہارا ڈھونڈتے ہیں کہ کسی طرح علمِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ثابت نہ ہو سکے۔ کسی ایک آیت یا حدیث میں نہیں ہے کہ معاذ اللہ آپ کو تمام زبانوں کا علم نہیں تھا۔ پھر معلوم نہیں ان کو ایسی بے محل باتیں کیوں سوجھتی ہیں۔

اب قرآن کریم کی آیت شریفہ ملاحظہ فرمایئے:

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوۡمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمۡ ؕ [1]

''ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا کہ وہ ان سے کھول کر بیان کر دیں''۔

اس آیت شریفہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ ہر رسول کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اپنی قوم کی زبان میں مبعوث فرمایا۔ ان رسولوں کو اپنی قوم کی زبان کا علم ہوتا تھا۔

چنانچہ صاحبِ تفسیر جمل اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں:

''وهو صلى الله عليه وسلم كان يخاطب كل قوم بلغتهم''۔ [2]

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر قوم سے ان کی زبان میں خطاب فرمایا کرتے تھے''۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوق کی زبانوں کا علم ہے۔

آیئے اور حوالہ ملاحظہ فرمایئے:

نسیم الریاض شرح شفاء شریف جلد اوّل میں علامہ خفاجی فرماتے ہیں:

''انه صلى الله عليه وسلم لجميع الناس علمه جميع اللغات''۔ [3]

''اللہ تعالیٰ نے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام لوگوں کی طرف بھیجا ہے تو

---

[1] پ ۱۳، ع ۱، سورہ ابراہیم

[2] تفسیر جمل ج ۲، ص ۵۱۲

[3] نسیم الریاض جلد ۲ صفحہ ۳۸۷

اللہ تعالیٰ نے تمام زبانیں بھی سکھادیں''۔
ثابت ہو گیا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کی زبانوں کا علم عطا فرما دیا ہے۔
ایک اور آیت ملاحظہ فرمائیے:
وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ [۱]
''(یارسول اللہ) ہم نے آپ کو ساری کائنات کے انسانوں کے لئے رسول و بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے''۔
اس آیت شریفہ سے ثابت ہو گیا کہ حضور آقائے دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام ساری دنیا کے رسول اور بشیر و نذیر ہیں۔ پہلے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کسی خاص قوم کے رسول بنا کر بھیجے جاتے تھے لیکن سرورِ کائنات کے لئے کسی قوم کی قید نہیں فرمائی بلکہ ساری دنیا کے رسول ہیں۔ وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ۔ اب جو ساری کائنات کے رسول اور بشیر اور نذیر ہوں تو تسلیم کرنا پڑے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہر قوم کی زبانوں کا علم ہے۔ ورنہ یہی معلوم ہو گا کہ رسالت مآب کی رسالت کل عالمین ہونے کو تسلیم نہیں کرتے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کو تمام زبانوں کا علم حاصل ہے۔ تو جو سیّد المرسلین ہیں ان کو تمام زبانوں کا علم نہیں۔
ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں:
''فَاَصْبَحَ كُلُّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ يَتَكَلَّمُ بِلِسَانِ الْقَوْمِ الَّذِىْ بَعَثَ فِيْهِمْ''۔ [۲]
''ان صحابیوں نے صبح کی تو ہر صحابی جس قوم کی طرف قاصد بنا کر بھیجا گیا

---

[۱] پ۲۲، ع، سورۃ سبا

[۲] خصائص الکبریٰ، جزء الثانی

تھا۔ اسی قوم کی زبان میں کلام کرنے لگا‘‘۔

ابن ابی شیبہ اپنی مصنف میں جعفر بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چار صحابیوں کو قیصر، کسریٰ، مقوقس اور نجاشی کی طرف قاصد بنا کر بھیجا۔ ان صحابیوں نے صبح کی تو جس صحابی کو جس قوم کی طرف قاصد بنا کر بھیجا گیا۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ پاک سے ان صحابہ کو وہ زبانیں آگئیں حالانکہ وہ صحابی سوائے عربی زبان کے اور زبان کو نہیں جانتے تھے۔

غور کیجئے کہ مالکِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ فیض سے اُمتیوں کو بغیر سیکھنے کے دوسری زبانیں آجائیں اور خود انہیں عربی کے علاوہ کوئی زبان نہ آئے۔ سبحان اللہ! یہ کیسی عجیب توحید ہے بحمدہٖ تعالیٰ ان تمام دلائل سے ثابت ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر زبان جانتے ہیں بلکہ ہر زبان کے معلم تھے۔

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء علیہم السلام کا علم

شُبہ:

مخالفین یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ قرآن میں ہے:

مِنۡهُمۡ مَّنۡ قَصَصۡنَا عَلَيۡكَ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ لَّمۡ نَقۡصُصۡ عَلَيۡكَ ؕ[1]

’’اور ہم نے تم سے کسی کا احوال بیان کیا اور کسی کا احوال نہ بیان کیا‘‘۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کل انبیاء کا علم نہیں۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کل علم غیب ہوتا تو آپ کو تمام انبیاء کا علم ہوتا۔

جواب:

تعجب ہے کہ منکرین قرآنی آیات سے محض اپنے قیاس باطلہ سے کیوں غلط تفسیر کرتے ہیں۔

---

[1] پ ۲۴، ع ۱۲، س المومن

لیجئے جناب اپنی پیش کردہ آیت اوراس کی تفسیر پر غور فرمایئے:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ط [۱]

''اور بے شک ہم نے آپ سے پہلے کتنے رسول بھیجے کہ جن میں کسی کا حال آپ سے بیان فرمایا اور کسی کا حال نہ بیان فرمایا''۔

چنانچہ صاحبِ تفسیر خازن اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

''مِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ط ای خبره و حاله فی القرآن''۔ [۲]

''ان میں کسی کا حال نہ بیان کیا یعنی قرآن میں کسی کا ذکر صراحت کے ساتھ نہ کیا''۔

اس تفسیر سے واضح ہو گیا کہ بعض انبیاء کے واقعات قرآن میں صراحۃً نہ بیان فرمائے ذکر تفصیل کی نفی ہے اور اجمالی ذکر سب کا کیا گیا ہے۔

دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمایئے:

صاحبِ تفسیر صاوی اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

''ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یخرج من الدنیا حتی علم جمیع الانبیاء تفصیلا کیف لا وھم مخلوقون منه وخلقھم لیلته الاسراء فی بیت المقدس ولکن له العلم والمکنون وانما ترک بیان قصصھم لامته رحمة بھم فلم یکلفھم الابما کانو یطیقون''۔ [۳]

''تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے نہیں تشریف لے گئے یہاں تک کہ تمام

---

[۱] پ ۲۴، ع ۱۲، س المومن

[۲] التفسیر الخازن جز السادس

[۳] التفسیر صاوی

انبیاء کو تفصیلاً جان لیا۔ کیونکہ نہ جانیں وہ سب رسول آپ ہی سے پیدا ہوئے اور شب معراج بیت المقدس میں آپ کے مقتدی بنے۔ لیکن یہ علم مکنون ہے اور ان کے قصے چھوڑ دیئے۔ اُمت کے لئے ان پر رحمت فرماتے ہوئے۔ پس ان کو طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے"۔

اس تفسیر سے بھی واضح ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا علم ہے اور بیت المقدس میں تمام انبیاء نے امام الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کے پیچھے نماز ادا فرمائی۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر بھی تمام انبیا کا علم نہ ہوا۔

اب آیت شریفہ ملاحظہ فرمایئے:

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ[1]

"اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول (سید عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا"۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے بعد جس کسی کو نبوت عطا فرمائی ان سے سیّد انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت عہد لیا۔

مذکورہ آیت اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ارشاد سے ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عہد لیا اور واضح فرمایا کہ اس رسول معظم کی شان یہ ہے کہ جو تمہارے پاس ہے یعنی نبوت، کتاب اور حکمت وغیرہ ان سب چیزوں کی تصدیق فرمائیں گے۔

---

[1] پ ۳، ع ۱۶

مقام غور ہے کہ جس چیز سے آدمی جاہل اور بے علم ہو اس کی تصدیق کیسے کر سکتا ہے۔ مثلاً کوئی آدمی کہتا ہے میں نے کراچی دیکھی ہے اور دوسرا شخص پاس سے کہہ دیتا ہے بالکل ٹھیک ہے واقعی تو نے کراچی دیکھی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کو اس کے کراچی جانے کا علم ہے۔ اگر علم نہ ہوتا تو وہ جھوٹا مصدق نہیں۔ لہٰذا لازمی اور ضروری ہے یہ بات کہ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے حالات اور شریعتوں کو جانتے تھے تبھی تو تمام نبیوں کے مصدق ہو سکتے ہیں۔ اگر قرآن کی آیت میں شک ہے تو اپنے مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی دیوبند کی تحذیر الناس دیکھ لیں۔ انشاء اللہ آپ کو یقین آجائے گا۔

یہ تو ہے انبیاء کے متعلق علمِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت قرآن ــــ آیئے اب دوسرے دلائل بھی دیکھیے:

حوالہ ملاحظہ فرمایئے:

علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جز الاوّل اسی آیت کے متعلق فرماتے ہیں:

"هذا لاينا فى قوله تعالىٰ (ولقد ارسلنا رسلا من قبلك منهم من قصصنا عليك ومنهم من لم نقصص عليك) لان المنفى هو التفصيل والثابت هو الاجمال اوالمنفى عقيد بالوحى الجلى الثبوت متحقق بالوحى الخفى"[1]

"یہ کلام اس آیت کے خلاف نہیں کیونکہ نفی تو علم تفصیلی کی ہے اور ثبوت علم اجمالی کا ہے۔ یا نفی وحی[2] ظاہر کی ہے اور ثبوت وحی خفی کا ہے۔

علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے بھی صاف واضح ہو گیا کہ آیت میں لم نقصص علیک سے نفی تفصیل کی ہے اور اجمالی ثابت ہے یا آیت کی نفی وحی جلی کے ساتھ

---

[1] المرقات۔ جزء اوّل

[2] یعنی قرآن پاک میں نہیں دیگر وحی میں اس کا ثبوت موجود ہے۔

مقید ہے اور ثبوت وحی خفی سے متعلق ہے۔

نیز اگر لم نقصص علیك سے عدم علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد لیا جائے تو قرآن کریم کی دوسری آیات کا انکار لازم آئے گا۔

ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیے:

"کم النبیون قال مائة الف واربعة وعشرون الف نبی کم المرسلون منهم قال ثلاثة مائة وثلاثة عشر" [1]

"(حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!) کل انبیاء کتنے ہیں؛ آپ نے فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار۔ میں نے عرض کی: رسول کتنے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تین سو تیرہ"۔

اس حدیث سے بھی واضح ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا علم ہے اگر معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم نہیں تھا تو آپ نے تعداد کیسے بیان فرما دی۔

ان تمام دلائل سے آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ سیّد المرسلین کو تمام انبیائے کرام علیہم السلام (ایک لاکھ چوبیس ہزار) کا علم ہے۔

یہاں تک تو تھا مخالفین کے شبے کا ازالہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام انبیاء کو جاننے کا بیان۔ اب اگر مخالفین کی تسلی نہ ہوئی ہو تو وہ ذرا اپنے معتبر مولوی کا تمام کو جان لینا ملاحظہ کریں۔ امید ہے کہ مخالفین کو کافی یقین حاصل ہو جائے گا۔

فرقہ دیوبندیہ نجدیہ کے پیشوا مولوی حسین علی واں بھچراں اپنی کتاب بلغتہ الحیران میں لکھتے ہیں:

"(بلفظہٖ) ورایت الانبیاء کلهم من ادم الی نبینا صلی اللہ

---

[1] المستدرک، جزء الثانی

علیہ وسلم کلھم"۔

''میں نے دیکھا تمام انبیاء کو آدم (علیہ السلام) سے لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک''۔

لیجئے یہ ہیں رشید گنگوہی کے شاگرد اور غلام خاں کے استاد اور پیشوائے حسین علی واں بھچراں نے ایک لاکھ چوبیس ہزار حضرت آدم علیہ السلام سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء کرام کو دیکھ لیا۔

ناظرین انصاف کی نظر سے غور فرمائیں کہ منکرین کے پیشوا نے تو تمام انبیاء کو دیکھ لیا اور ان تمام کا اس کتاب پر ایمان ہے۔ کیونکہ آج تک انہوں نے تحریر نہیں کیا کہ وہ یہ بات لکھ کر کافر یا مشرک ہو گیا تھا۔ جب انہوں نے اپنے مولوی حسین علی کے تمام انبیاء کو دیکھ لینے پر یقین کر لیا ہے تو حضور پرنور کی باری آئے تو انکار کر دیتے ہیں۔

افسوس صد ہا افسوس کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو سیّد المرسلین ہیں ان کو تمام انبیاء سے بے علم جانیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ معاذ اللہ نبی اللہ کے علم سے ایک مولوی کا علم زیادہ مانتے ہیں۔

وہ حبیب پیارا عمر بھر کرے فیض وجود ہی سر بسر
ارے تجھ کو کھائے تپ سقر ترے دل میں کس سے بخار ہے

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا اور تمام کا حال جانتے ہیں

شبہ:

مخالفین یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ قرآن میں ہے:

''وَمَا اَدْرِیْ مَا یَفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ''۔ (پ۲۶،س الاحقاف)

''میں نہیں جانتا کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا''۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اتنا معلوم نہیں ہے تو پھر علمِ غیب کیسے

ہوا۔

جواب:

مخالفین حضرات کا بارگاہِ نبوت حبیب رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ اقدس میں بے ادبی و گستاخی و دریدہ دہنی و بدزبانی اس قدر انتہا کو پہنچ چکی ہے کہ وہ منسوخ آیت پیش کر کے حضور آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی کہہ بیٹھے ہیں کہ معاذ اللہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اپنا یہ علم بھی نہیں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا"۔ اب جن لوگوں کو نبی اللہ پر یہ اعتبار نہیں کہ ان کے ساتھ کیا ہوگا کیا وہ اس نبی کا کلمہ پڑھنے کے حقدار ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ منسوخ آیت سے عدم علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم مراد لینا کس قدر بے ایمانی کا مظاہرہ ہے۔ اب وہی آیت پیش کئے دیتا ہوں جو مخالفین پیش کرتے ہیں۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِیْ مَا يُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِكُمْ ط [1]

"آپ فرما دیجئے کہ میں کوئی انوکھا رسول نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا"۔

چنانچہ علامہ علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ تفسیر خازن اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

"ولما نزلت هذه الاية فرح المشركون وقالوا واللات والعزى ما امرنا وامر محمد عند الله الا واحد وما له علينا من مزيد و فضل ولو لا انه ابتدع ما يقوله من ذات نفسه لا خبره الذى بعثه بما يفعل به فانزل الله عزوجل ليغفرلك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر فقالت الصحابة هينالك يا نبى الله قد

---

[1] پ ۲۶، ع ۱، س الاحقاف

علمت ما يفعل بك فماذا يفعل بنا فانزل الله عزوجل ليدخل المومنين والمومنات جنت تجرى من تحتها الانهر الاية وانزل وبشر المومنين بان لهم فضلا كبيرا بين الله ما يفعل به وبهم وهذا قول انس و قتاده والحسن و عكرمه قالوا انما قبل ان يخبر يغفر ان ذنبه وانما اخبر يغفر ان ذنبه عام الحديبية فنسخ ذلك"۔[1]

"جب یہ آیت وَمَآ اَدۡرِیۡ مَا یُفۡعَلُ بِیۡ وَلَا بِکُمۡ ؕ نازل ہوئی تو مشرک لوگ خوش ہونے اور کہنے لگے لات وعزیٰ کی قسم کہ ہمارا اور نبی کا حال یکساں ہے ان کو ہم پر کوئی زیادتی اور بزرگی نہیں اگر وہ قرآن کو اپنی طرف سے گھڑ کر نہ کہتے ہوئے تو ان کو بھیجنے والا خدا نہ بتا دیتا کہ ان سے کیا معاملہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی یَغۡفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِکَ پس صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ کو مبارک ہو آپ نے تو جان لیا جو آپ کے ساتھ ہوگا ہم سے کیا معاملہ کیا جائے گا تو یہ آیت نازل ہوئی، یُدۡخِلُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ حضرت انس رضی اللہ عنہ وقتادہ رضی اللہ عنہ وعکرمہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس آیت سے پہلے کی ہے جبکہ مغفرت کی خبر دی گئی۔ مغفرت کی خبر حدیبیہ کے سال دی گئی تو یہ آیت وَمَآ اَدۡرِیۡ مَا یُفۡعَلُ بِیۡ وَلَا بِکُمۡ ؕ منسوخ ہوگئی"۔

اس آیت کی تفسیر سے صاف واضح ہوگیا کہ اس آیت سے مشرکین عرب نے خوشی سے وہی اعتراض نکالا جو کہ آج اسلام کا دعویٰ کرنے والے نکال رہے ہیں۔ ہائے اسلام کا دعویٰ اور یہ حرکتیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے يغفر لك الله آیت نازل فرما کر کفار نابکار کا رد فرما

---

[1] التفسیر الخازن جز السادس مطبوعہ مصر

دیا اور پہلی آیت وَمَآ اَدرِی منسوخ ہوگئی۔ کیا جولوگ اب منسوخ آیت سے وہی معنے مراد لیں جو مشرکین نے لیے تھے تو غور کرلیں کہ کیا ان میں اور اِن میں کچھ فرق رہ گیا۔

اے چشم شعلہ بار ذرا دیکھ تو سہی
یہ جو گھر جل رہا ہے کہیں تیرا ہی گھر نہ ہو

ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمایئے کہ آیت وَمَآ اَدرِی منسوخ ہے۔

علامہ عبدالرحمٰن بن محمد دمشقی علیہ الرحمۃ رسالہ ناسخ ومنسوخ میں فرماتے ہیں:

"قوله تعالیٰ مَا اَدرِی مَا یَفعَلُ بِی وَلَا بِکُم الآیة نسخ بقوله تعالیٰ اِنَّا فَتَحنَا لَکَ فَتحًا مُّبِینًا لِّیَغفِرَلَکَ اللّٰهُ مَاتَقَدَّمَ مِن ذَنبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ"۔

اس کے آگے چل کر فرماتے ہیں:

"وفیها ناسخ ولیس فیها منسوخ فالناسخ قوله تعالیٰ لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر والمنسوخ قوله تعالیٰ وَمَآ اَدرِی مَا یُفعَلُ بِی وَلَا بِکُم ط"۔

آیہ مَآ اَدرِی مَا یُفعَلُ بِی وَلَا بِکُم ط منسوخ ہے اور اس کا ناسخ اِنَّا فَتَحنَا لَکَ فَتحًا مُّبِینًا ہے۔

ثابت ہوگیا کہ مَآ اَدرِی مَا یُفعَلُ بِی وَلَا بِکُم ط منسوخ ہے اور اس کا ناسخ اِنَّا فَتَحنَا لَکَ فَتحًا مُّبِینًا ہے۔

ثابت ہوگیا کہ مَآ اَدرِی مَا یُفعَلُ بِی وَلَا بِکُم ط منسوخ ہے اور اس کا ناسخ اِنَّا فَتَحنَا لَکَ فَتحًا مُّبِینًا ہے جس کے ذریعے دنیا میں فتح مبین اور آخرت میں غفران کا مژدہ عطا فرمادیا گیا ہے۔

اب رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی آیت کو منسوخ فرما کر اس سے بہتر آیت نازل فرمانے پر بھی قادر ہے۔ ہاں ملاحظہ فرمایئے:

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰیَةً مَّكَانَ اٰیَةٍ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ○ (پ۱۴، ع۱۹، س النحل)

''اور جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدلیں اور اللہ خوب جانتا ہے جو اتارتا ہے کافر کہیں تم تو دل سے بنا لیتے ہو بلکہ ان میں اکثر کو علم نہیں''۔

اس آیت شریفہ سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اگر کسی آیت کے بدلے دوسری آیت نازل فرمائے تو اس کی حکمت وہی جانتا ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی خوشی کو پامال کر کے آیت اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِیْنًا نازل فرمائی۔

ایک اور آیت ملاحظہ فرمائیے:

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ (پ۱، ع۱۲، س البقرہ)

''جب کوئی آیت ہم منسوخ فرمائیں یا بھلا دیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی لے آئیں گے کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتا ہے''۔

اس آیت شریفہ سے بھی صاف واضح ہو گیا ہے کہ منسوخ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور ناسخ بھی دونوں عین حکمت ہے اور ناسخ کبھی منسوخ سے زیادہ نافع ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ کوئی تعجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک آیت کو منسوخ فرما کر دوسری اس کی ناسخ بیان فرما دے۔

ثابت ہو گیا کہ مخالفین جو آیت پیش کرتے ہیں یہ منسوخ ہے۔ اور اس کا ناسخ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ قرآن میں موجود ہے۔ اس لئے منسوخ آیت سے نفی علمِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مراد لینا بالکل جہالت اور غلطی ہے۔ اگر بالفرض کوئی مذکورہ آیت کو منسوخ نہ جانے تو پھر بھی اہلِ علم و دریافت کے لئے کوئی مشکل نہیں کیونکہ آیت میں وَمَآ اَدْرِیْ [1]

---

[1] یاد رہے کہ حدیث میں بھی جو الفاظ وما ادری ما یفعل بی ولا بکم آتے ہیں وہاں بھی یہی معنے ہیں اور وہ واقعہ بھی اور ہے۔ ۱۲

جو آیا ہے درایۃ سے مشتق ہے اور روایت اٹکل وقیاس سے کسی بات کو جان لینے کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ ردالمحتار میں ہے:

"الدراية اى ادراك العقل بالقياس على غيره"۔

آیت کے صاف معنے یہ ہوئے کہ میں اپنی عقل سے نہیں جانتا اور بتعلم الٰہی جاننے کا انکار کسی آیت یا حدیث سے نہیں نکلتا۔ لیکن تعجب ہے کہ مخالفین نے یہ نتیجہ نکالا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہیں تھا کہ ان کے ساتھ کیا ہوگا۔ (استغفر اللہ) حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَ لَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝[1]

"(اے پیارے محبوب) آپ کی پچھلی گھڑی پہلی گھڑی سے بہتر ہے۔ قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جاؤ گے"۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

"عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا"۔[2]

"(اے محبوب) قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو ایسی جگہ کھڑا کرے گا جہاں سب آپ کی حمد کریں گے"۔

ایک اور جگہ فرمایا ہے:

يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِىَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ[3]

"اس دن اللہ رسوانہ کرے گا۔ نبی اور ان کے ساتھ ایمان والوں کو ان کا نور

---

[1] پ ۳۰، ع ۱۷، س الضحیٰ

[2] پ ۱۵، ع ۸، س بنی اسرائیل

[3] پ ۲۸، ع ۱۹، س التحریم

دوڑتا ہوگا ان کے آگے اور ان کے داہنے"۔
غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ارشاد باری ہے:
وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝[1]
"اور جس نے اللہ و رسول کی اطاعت کی اللہ تعالیٰ اس کو باغوں میں لے جائے گا جس کے نیچے نہریں ہوں گی اور جو اطاعت نہ کرے گا اس کو درد ناک عذاب ہوگا"۔
ان آیات طیبات سے واضح ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا اور اپنے صحابہ اور اپنے منکرین کے احوال کا علم ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے کیا سلوک فرمائے گا۔ لیکن ان لوگوں کو کون سمجھائے جن کے عقائد بگڑ چکے ہیں۔ مخالفین کا عقیدہ ہے کہ نبی کو اپنے خاتمے کا بھی علم نہیں۔ چنانچہ منکرین کے امام مولوی اسمٰعیل قتیل دہلوی اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں رقمطراز ہیں:
(بلفظہٖ) "جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں۔ سو اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں۔ نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا"۔[2]
دیکھیے کیسی بے ادبی اور گستاخی ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام اور خصوصاً حضور سیّدنا آقا دو عالم علی الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کیسا عناد و عداوت ہے۔ ان لوگوں نے قرآن کریم کی بے شمار آیات جس میں سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا و آخرت کی عظمتوں سے سرفراز فرمانے کے وعدے اور مومنین صحابۂ عظام کے ساتھ جو سلوک ہونا ہے اور کفار نابکار کے ساتھ جو ہوگا سب کی اللہ تعالیٰ نے بشارتیں اپنے محبوب کو دے دی ہیں۔ ان

---

[1] پ ۲۶، ع ۹، س الفتح

[2] تقویت الایمان ص ۳۱

سب آیات کثیرہ کو پسِ پشت ڈال کر یہ کہتے ہیں کہ نبی کو دنیا و آخرت کا حال نہ اپنا معلوم نہ اور کا۔ یعنی اپنے خاتمہ اور نجات کی بھی خبر نہیں۔ معاذ اللہ کئی آیات آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کے متعلق پڑھ لی ہیں کہ ان سے کیا معاملہ ہوگا۔ اب چند احادیث بھی گوش گزار کی جاتی ہیں:

''عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَا سَیِّدُ وُلِدَ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَاَوَّلُ مَنْ یَّنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَاَوَّلُ شَافِعٍ وَاَوَّلُ مُشَفَّعٍ''۔[1] (رواہ المسلم)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن میں اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور سب سے پہلے قبر سے میں اُٹھوں گا اور سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور میری شفاعت قبول ہوگی''۔

دوسری حدیث:

''عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا فَخْرَ وَ بِیَدِیْ لِوَاءِ الْحَمْدَ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَّبِیٍّ یَوْمَئِذٍ اٰدَمْ فَمَنْ سِوَاهُ اِلَّا تَحْتَ لِوَاءِیْ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ یَّنْشَقَّ عَنْهُ الْاَرْضُ وَلَا فَخْرَ''۔[2] (رواہ الترمذی)

''حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے دن میں آدم کی اولاد کا سردار بنوں گا اور یہ بات میں فخر کے طور پر نہیں کہتا اور میرے ہاتھ میں قیامت کے دن حمد کا جھنڈا ہوگا اور اس کو فخر سے نہیں کہتا اور قیامت کے دن آدم اور ان کے سوا تم دوسرے

---

[1] المشکوٰۃ۔ باب فضائل سیّد المرسلین ص ۵۱۱

[2] ایضاً

پیغمبر میرے جھنڈے تلے ہوں گے اور قیامت کے دن سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی اور میں قبر سے سب سے پہلے اُٹھوں گا اور اس پر مجھ کو فخر نہیں"۔

تیسری حدیث:

"عَنْ اَنَسٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا اَکْثَرُ الْاَنْبِیَاءِ تَبَعًا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَاَنَا اَوَّلُ یَسْتَفْتِحُ بَابَ الْجَنَّۃِ فَیَقُوْلُ الْخَازِنُ مَنْ اَنْتَ فَاَقُوْلُ مُحَمَّدٌ فَیَقُوْلُ بِكَ اُمِرْتُ اَنْ لَّا اَفْتَحَ لِاَحَدٍ قَبْلَكَ"۔[1]

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روز قیامت میرے متبع تمام انبیاء کے متبعین سے زیادہ ہوں گے اور پہلا وہ شخص میں ہوں گا جو جنت کا دروازہ کھلواؤں گا۔ خازن دریافت کرے گا آپ کون ہیں۔ میں کہوں گا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ عرض کرے گا مجھے آپ کے لئے ہی حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لئے جنت کا دروازہ نہ کھولوں"۔

ان احادیث سے بھی واضح ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات ومراتب اور آخرت میں آپ کی شان وشوکت کتنی ارفع واعلیٰ ہوگی۔

لیکن افسوس ان ناکارے بدنصیبوں پر جو یہ کہتے ہیں کہ معاذ اللہ آپ کو اپنے خاتمہ کا بھی علم نہیں۔ ابھی انشاء اللہ اور احادیث بھی آئیں گی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی اشخاص کو جنتی ہونے کی بشارتیں دیں۔ اس لئے اختصار اسی پر اکتفا کرتا ہوں تو معلوم ہوا کہو مَآ اَدْرِیْ سے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اور دوسروں کے احوال سے ناواقف مانا تو کئی آیات اور احادیث کثیرہ کا انکار لازم آئے گا۔

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اللہ کے رسول کے متعلق ایسا عقیدہ اور اپنے مولوی کو جنتی

---

[1] المشکوٰۃ۔ باب فضائل سیّد المرسلین۔ ص ۵۱۱

یقین کرنا کیسی دوزخی ہے۔

مخالفین کے مولوی اشرف علی تھانوی کی بشارت

چنانچہ مولوی اشرف علی تھانوی کا ارشاد کتاب ''ارواح ثلاثہ'' میں درج ہے:

''چوتھی بات یہ ارشاد فرمائی کہ جب ہم جنت میں جائیں گے اور یہ ایسے طور پر فرمایا جیسے یقین ہو کر جنت میں جائیں گے'' ۔[1]

اس موضوع پر قرآن و حدیث میں بے شمار دلائل ہیں جن میں سے مُشتے از خروارے پیش کئے گئے ہیں جس شخص کے پہلو میں قلبِ سلیم ہے۔ اس کے لئے تو یہ آیات و احادیث بھی بہت زیادہ ہیں۔ اسے بفضلہٖ تعالیٰ ضرور ہدایت نصیب ہو گی اور جن لوگوں کے دل مخالفتِ رسول، تعصب اور فسق و فجور کے عادی ہیں ان کے متعلق قرآنی فیصلہ سنیے:

''يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا وَّمَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفَاسِقِيْنَ'' ۔

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کا علم

شبہ:

مخالفین یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ قرآن میں آتا ہے:

''لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ'' ۔

''آپ ان منافقوں کو نہیں جانتے ہم جانتے ہیں'' ۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کا علم نہ تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کل علمِ غیب کیسا۔

جواب:

منکرین کا یہ اعتراض بھی کرنا بالکل بے محل ہے۔ اس آیت میں یہ کہاں ہے کہ

[1] ارواح ثلاثہ، ص ۳۵

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کے احوال کا علم نہیں عطا فرمایا۔ یہ شبہ ان حضرات کو اسی بنا پر ہے کہ وہ قرآن اور تفسیر سے بالکل کورے ہیں۔ سب سے پہلے اُسی آیت کریمہ میں غور کیجئے اور اس کے ساتھ تفسیر ملاحظہ فرمائیے:

وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۛ لَا تَعْلَمُهُمْ ۭ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۭ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ۝[1]

''اور کچھ مدینہ والے ان کے خو ہوگئی ہے نفاق تم انہیں نہیں جانتے ہم جانتے ہیں جلد ہم انہیں دوبارہ عذاب دیں گے پھر بڑے عذاب کی طرف پھیرے جائیں گے''۔

چنانچہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ صاحب تفسیر کبیر اسی آیت شریفہ کے تحت فرماتے ہیں:

''عن السدی عن انس بن مالك قام النبی صلی الله علیه وسلم خطیبا یوم الجمعة فقال اخرج یا فلاں فانك منافق اخرج یا فلاں فانك منافق فاخرج من المسجد ناسا وفصحهم''۔

''سدی نے انس بن مالک سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر یوم جمعہ کو خطبہ فرمایا اور فرمایا اے فلاں نکل جا تو منافق ہے۔ اے فلاں نکل جا تو منافق ہے۔ پس آپ نے منافقوں کو ذلیل ورسوا کر کے مسجد سے باہر نکال دیا''۔

اسی طرح محی السنۃ علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر معالم التنزیل میں اس آیت کی وضاحت فرماتے ہوئے یہی الفاظ لکھے ہیں:

صاحبِ تفسیر درمنثور اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

''عن ابن عباس قام رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم

---

[1] پ ۱۱، ع ۱، س التوبہ

الـجـمـعة خطبا فقال قم يا فلاں فاخرج فانك منافق فاجرهم باسمائهم فضحهم ولم يكن عمر ابن الخطاب شهيد تلك الجمعة لحاجته كانت له لقيهم عمر رضى الله تعالىٰ عنه وهم يخرجون من المسجد فاختبا عمر منهم استحياء انه يشهد ان الجمعة وظن الناس قد انصرفوا فاختبواهم من عمر و ظنو ا انه علم بامرهم فدخل عمر رضى الله تعالىٰ عنه المسجد فاذا الناس لم ينصرفوا فقال الرجل البشر يا عمر فقد فضح الله المنافقين اليوم فهذا العذاب الاوليٰ والعذاب الثانى فى القبر"۔[1]

''حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے تو فرمایا کہ اے فلاں! اُٹھ تو منافق ہے۔ پھر منافقوں کے نام لے لے کر باہر نکال دیا اور انہیں رسوا کیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس جمعہ کسی وجہ سے حاضر نہیں ہوئے تھے۔ منافقوں نے گمان کیا کہ حضرت ہمارے حال سے آگاہ ہوگئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے درآں حالیکہ منافق مسجد سے خارج ہو رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منافقوں سے کترائے۔ کیونکہ واقعہ کی خبر نہیں تھی۔ اس لئے کہ آپ جمعہ سے رہ گئے تھے تو ایک آدمی نے کہا اے عمر رضی اللہ عنہ! خوشخبری ہو کہ آج خدا تعالیٰ نے منافقوں کو ذلیل و رسوا کر دیا۔ پس منافقوں کے لئے یہ پہلا عذاب ہے۔ اور دوسرا عذاب قبر میں ہے''۔

ابوالشیخ نے ابی مالک رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ:

''فى قوله سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ فقال كان النبى صلى الله عليه

---

[1] درمنثور

وسلم یعذب المنافقین یوم الجمعة بلسانه علی المنبر وعذاب القبر"۔

"یعنی خدا تعالیٰ کے اس قول کے مطابق کہ جلد ہی ہم انہیں منافقوں کو دو مرتبہ عذاب دیں گے۔اس نے کہا کہ ایک عذاب تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان پاک سے منبر پر کھڑے ہو کر ان کو دے دیا اور دوسرا عذاب قبر میں ہوگا"۔

چنانچہ اس مذکورہ حدیث کے تحت علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری شرح شفا میں فرماتے ہیں:

"کان المنافقون من الرجال ثلثة مائة ومن النساء مائة وسبعین"۔

"کہ منافقین مرد تین سو تھے اور منافق عورتیں ایک سو ستر"۔

صاحبِ تفسیر سراج منیر اسی آیت لا تعلم ونحن نعلمهم کے تحت فرماتے ہیں:

"قال قیل کیف هذا مع قوله تعالیٰ لا تعلمهم ونحن نعلمهم أُجیب بانه تعالیٰ اعلمه بهم بعد ذالك"۔[1]

"اگر کہا جائے خدا کے اس قول کی موجودگی میں کہ آپ ان کو نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں تو یہ کہ واقع کیونکر ہوا تو میں اس کا جواب یہ دوں گا کہ حق تعالیٰ نے آپ کو نفی کے بعد منافقوں کی اطلاع دے دی"۔

صاحبِ تفسیر جمل اسی آیت لا تعلمهم ونحن تعلمهم کے ماتحت فرماتے ہیں:

"فان قلت کیف نفی عنه بمال المنفقین واثبته فی قوله تعالیٰ ولتعرفنهم فی لحن القول فالجواب ان ایة النفی نزلت قبل ایة

---

[1] التفسیر سراج المنیر جزء الرابع

الاثبات فلا تنافی کرخی"۔ ؎۱

"پس اگر تم کہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منافقین کے حال جاننے کی نفی کیوں کی گئی ہے حالانکہ آیت لتعرفنھم فی لحن القول میں اس کے جاننے کا ثبوت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نفی کی آیت ثبوت کی آیت سے پہلے نازل ہوئی"۔

توجہ فرمائیے کہ صاحبِ تفسیر کبیر رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبِ معالم التنزیل رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبِ تفسیر درمنثور رحمۃ اللہ علیہ کا آیت لَا تَعْلَمُھُمْ ط نَحْنُ نَعْلَمُھُمْ ط کے تحت اس حدیث کو لانا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منافقین کے نام لے کر ان کو مسجد سے باہر نکال دیا۔ یہ اس بات کا روشن ثبوت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کا علم تھا۔ اگر معاذ اللہ آیت سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا منافقوں کے حال سے بے خبر ہونا مراد ہوتا تو مفسرین کرام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منافقین کے جاننے کی حدیث کبھی اس آیۃ کے تحت نہ لاتے، بلکہ مفسرین کا حدیث مذکورہ کو آیہ لاتعلم کے تحت لانے کا صرف مقصود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے منافقین کے احوال کا علم ہے۔

اسی طرح صاحب تفسیر سراج المنیر وصاحب تفسیر جمل نے دوسرا جواب یہ دیا کہ نفی کی آیت ثبوت کی آیت سے پہلے نازل ہوئی۔ غرضیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منافقین کے احوال سے بے علم ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ مگر بصیرت سے محروموں کو شاید کبھی تفسیر پڑھنے کا موقع بھی نہیں ملا۔ ہاں اگر کبھی تفسیر کا مطالعہ کیا بھی ہوگا تو سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف میں عیب تلاش کرنے کے لئے۔ تو پھر ایسے کو کیا نظر آسکتا ہے۔

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشہ دیکھے
دیدۂ کور کو کیا نظر آئے کیا دیکھے

؎۱ التفسیر جمل جزء الرابع

نیز آیت وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ قف مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ قف میں اظہار غضب ہے۔ جب کسی پر سختی مقصود ہوتی ہے تو اپنے زیادہ محبوب کو یہ کہا جاتا ہے کہ تم نہیں جانتے ہم جانتے ہیں واقعی یہ سخت عذاب کے لائق ہیں۔ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ یہاں تو منافقین کی سخت بے ایمانی کا اظہار کرنا مقصود ہے۔ اس لیے یہاں سے تو بے علم ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوسکتا۔ اس لیے یہ آیت علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اثبات میں ہے۔ پھر معلوم نہیں مخالفین کو لَا تَعْلَمُ سے ایسا وسوسہ کیوں پیدا ہوا ہے۔ خدانخواستہ کہیں مندرجہ ذیل آیت کو پڑھ کر علم باری کے متعلق وسوسہ میں نہ پڑ جائیں اور کہہ دیں کہ اللہ کو بھی علم نہیں تھا۔

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِىْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ط[1]

"(اے محبوب) تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لیے مقرر کیا تھا کہ ہم جان لیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون اُلٹے پاؤں پھر جاتا ہے"۔

اس آیت میں اِلَّا لِنَعْلَمَ کے لفظ سے مخالفین کو وہی شبہ ہوسکتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کو بھی پہلے سے معاذ اللہ یہ علم نہیں تھا کہ کون رسول کی پیروی کرے گا۔ کیا پھر مخالفین کا یہ کہنا قابل التفات ہوگا۔ ہر گز نہیں۔

اسی طرح **لا تعلم** سے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کی نفی ہر گز نہیں ہوسکتی ورنہ قرآن کریم کی دیگر آیات کا انکار لازم آئے گا۔

یہاں تک تو مخالفین کے شبہ کا ازالہ اب قرآن کی رو سے حضور مصطفےٰ کو منافقین کا علم ہونا ملاحظہ فرمائیے:

"وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِىْ لَحْنِ الْقَوْلِ"[2]

"(اے محبوب) آپ منافقین کی بات کے اسلوب سے پہچان لو گے"۔

---

[1] پ۲، ع۱ البقرۃ [2] سورہ محمد: ۳۰

اس آیت شریفہ سے بھی واضح ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کا علم ہے۔ آپ اُن کو پہچانتے تھے۔ ناظرین انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ تو یہ فرمائے کہ میرے محبوب منافقین کے احوال کو جانتے تھے۔ اور یہ مخالفین یہ کہیں کہ آپ کو معاذ اللہ منافقوں کا علم نہ تھا حالانکہ منافقین کا یہ عقیدہ تھا کہ ہمارے نفاق کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں ہے۔ جیسا کہ آئندہ پیش کیا جائے گا۔ ان تمام دلائل سے ثابت ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقوں کا علم تھا اگر اس کے باوجود بھی مخالفین کی تسلی نہ ہوئی ہو تو ان سے خدا نمٹے۔

منافقین کا علم نبوت پر طعن

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب شریف پر منافقین لوگ اکثر طعن و تشنیع کرتے رہتے تھے اور آپ کے علم شریف کا مذاق اڑاتے تھے اور لوگوں سے یہ بکتے تھے کہ ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب رہتے ہیں اگر ان کو ہمارے نفاق کا علم ہو تو ہمیں باہر نہ نکال دیں۔ اس لئے آپ کو کوئی علم نہیں ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ط (پ۴، ع۸، س آل عمران)

اللہ تعالیٰ مومنین کو اس حال پر نہیں چھوڑے گا جس پر تم ہو جب تک کہ علیحدہ نہ کر دے گندوں کو ستھروں سے۔

اس آیت کریمہ کے شانِ نزول کو ملاحظہ فرمائیے۔

علامہ علاء الدین صاحب تفسیر خازن اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

قال السدی قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عرضت علی امتی فی صورها فی الطین کما عرضت علی ادم و اعلمت

من یومن بی و من یکفر فبلغ المنافقین فقالوا مستهزا زعم محمدا انہ یعلم من یومن و من یکفر ممن لم یخلق و نحن معہ وما یعرفنا

(التفسیر الخازن، جزء الاول، مطبوعہ مصر)

بقول سدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کہ میری امت مٹی کی شکل میں تھی اس وقت وہ میرے سامنے اپنی صورتوں میں پیش کی گئی۔ جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام پر پیش کی گئیں اور میں نے جان لیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔ پس یہ خبر جب منافقین کو پہنچی تو انہوں نے برائے استہزاء کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ گمان ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ جو لوگ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے ان میں سے کون ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا باوجودیکہ ہم ان کے ساتھ ہیں اور وہ ہمیں نہیں پہچانتے۔

اس آیت وتفسیر سے واضح ہو گیا کہ منافقین کا یہ عقیدہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمت کے حالات کا علم نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ منافقین کا گروہ علم مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء میں طعنے کیا کرتا تھا۔

چنانچہ جب منافقین کی یہ خبر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچی کہ منافقین میرے علم کا استہزاء اڑا رہے ہیں کہ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ جو لوگ ابھی پیدا نہیں ہوئے ان کے ایمان و کفر کا علم ہو جائے۔ یہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا گمان ہے۔ اب ملاحظہ فرمائیے کہ جب منافقین نے علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کیا تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کیا جواب فرمایا۔

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی

ان قوموں کا کیا حال ہے جو میرے علم میں طعنے کرتے ہیں۔ قیامت تک جو ہونے والا ہے جو چاہو سوال کرو میں خبر دوں گا۔

چنانچہ علامہ بغوی صاحب تفسیر معالم التنزیل اسی آیت (ما کان اللہ لیذر المؤمنین) کے ماتحت فرماتے ہیں:

فبلغ ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم فقام على المنبر فحمد الله تعالىٰ واثنى عليه ثم قال ما بال اقوامٍ طعنوا فى علمى لا تسئلونى عن شىء فيما بينكم و بين الساعة الانباء تكم به مقام عبدالله بن حذافة السهمى فقال من ابى يا رسول الله قال حذافة فقام عمر فقال يا رسول الله رضينا بالله ربا وبالاسلام دينا و بالقران اماما و بك نبيا فاعف عنا عفا الله عنك فقال النبى صلى الله عليه وسلم فهل انتم منتهون ثم نزل على المنبر .

(التفسیر معالم التنزیل، جزء الاول ص ۴۵۶ سطر ۲ مطبوعہ مصر)

پس یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی۔ پھر فرمایا ان قوموں کا کیا حال ہے جو میرے علم میں طعنے کرتے ہیں۔ آج سے قیامت تک جو ہونے والا ہے اس میں کوئی چیز ایسی نہیں جس کا تم مجھ سے سوال کرو اور میں تمہیں اس کی خبر نہ دوں۔ جو بھی تم مجھ سے پوچھوگے میں تمہیں اس کی خبر دوں گا۔ عبداللہ بن حذافہ نے کھڑے ہو کر سوال کیا میرا باپ کون ہے۔ آپ نے فرمایا حذافہ۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے انہوں نے فرمایا، یا رسول اللہ! ہم اللہ کی ربوبیت پر اسلام کے ایک دین ہونے پر قرآن کے امام ہونے پر اور آپ کے نبی ہونے پر راضی ہوئے۔ ہم کو معاف فرمایئے اللہ آپ کو معاف کرے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا تم باز آجاؤ گے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے اتر آئے۔

اس تفسیر سے یہ آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیامت تک کی ہر شے کا علم ہے۔ اسی لئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ:

''جو سوال کرو گے میں اس کا جواب دوں گا۔ جو پوچھو گے میں اس کی تمہیں خبر دوں گا۔''

تو ثابت ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیامت تک جو ہونے والا ہے اس کا علم ہے۔

دوسری بات یہ بھی ثابت ہو گئی کہ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کا حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کے بارے میں علم ماکان وما یکون ہونے پر ایمان تھا۔

تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم شریف میں طعنے کرنے والا منافقین ہی کا گروہ تھا جس پر خدا کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

ما بال اقوام طعنوا فی علمی

ان قوموں کا کیا حال ہے جو میرے علم میں طعنہ کرتے ہیں۔

آج کل جو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر اعتراض اور طعن کرتے ہیں انہیں خود فیصلہ کر لینا چاہئے کہ یہ روش اختیار کر کے وہ کس گروہ میں شامل ہو رہے ہیں۔

فیصلہ خداوندی

انبیاء علیہم السلام کو علم غیب پر مطلع کیا جاتا ہے

چنانچہ جب منافقین نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب شریف کا استہزا اڑایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب فرمادیا کہ میں اپنے پسندیدہ رسولوں کو غیب کے علم سے مطلع کرتا ہوں۔

آیہ شریفہ ملاحظہ فرمائیے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ص فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ج وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ o (پ۴،ع۸،س آل عمران)

اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے ہاں اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسولوں پر اور اگر ایمان لاؤ اور پرہیز گاری کرو تو تمہارے لئے بڑا ثواب ہے۔

صاحب تفسیر کبیر اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

فاما معرفت ذلك على سبيل الاعلام من الغيب فهو من خواص الانبياء (التفسیر کبیر رازی)

لیکن ان غیب کی باتوں کو با علام اللہ جان لینا انبیاء کرام علیہم السلام کی خصوصیت ہے۔

اسی طرح صاحب تفسیر جمل اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

والمعنى ولكن الله يجتبى اى يعطفى من رسله من يشاء فيطلعه على الغيب (التفسیر جمل)

اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے یعنی برگزیدہ کرتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے۔ پس مطلع کرتا ہے اس کو غیب پر۔

صاحب تفسیر خازن اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

يعنى ولكن الله يعطفى و يختار من رسله من يشاء فيطلعه على ما يشاء من غيبه (التفسیر خازن)

لیکن انتخاب کر لیتا ہے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے پس مطلع کرتا ہے جس کو چاہتا ہے علم غیب پر۔

اس آیت اور تفاسیر کی عبارات سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جس کو برگزیدہ فرمالیتا ہے اس کو علم غیب سے مطلع فرما دیتا ہے۔

اب قابل غور مسئلہ یہ ہے کہ اس مذکورہ آیت میں لفظ الغیب جو آیا ہے یہ اسم جنس معرف باللام ہے اور لام استغراق کا ہے کیونکہ معہود کوئی نہیں۔

(کما تقرر فی علم الاصول والمعانی والنحو)

حیث قال اسم الجنس المعترف (سواء کان و باللام او الا ضافة اذا استعمل ولم قرینه تخصصه ببعض ما یقع علیه فهو الظاهر فی الاستغراق دفعاً للترجیح بلا مرجّح . (شروح کافیہ)

اور فاضل لاہوری ضربی زیداً قائماً کے معنی میں فرماتے ہیں۔

ای جمیع افراد العزب .

اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ الغیب سے مراد تمام غیوب ہوں گے۔ جب غیب جزئی مراد نہیں ہوسکتا تو یقیناً استغراق مراد ہوگا اور لفظ لکن استدراک کے لئے ہوتا ہے اور دو متنافی اور متضاد کلاموں کے درمیان ہوتا ہے۔

چنانچہ صاحب حسینی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ نہیں، اللہ تعالیٰ اطلاع دیوے تمہیں منافقو اور کافرو تمام مغیبات پر اے ما کان و ما یکون پر لیکن اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ تمام مغیبات پر اطلاع ای ما کان و ما یکون پر نبیوں میں سے اس پیغمبر کو جسے چاہے تو اب صاف معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ جس کو برگزیدہ فرمالیتا ہے اس کو جمیع غیوب ما کان و ما یکون کا علم غیب عطا فرما دیتا ہے۔

اب اتفاقی طور پر یہ سب کو علم ہے کہ خداوند پروردگار کے بعد اگر کوئی افضل ہے تو وہ ذاتِ بابرکات حضور سیّد المرسلین صلوات اللہ وسلامہ ہی ہیں۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ ہی اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمایا ہے تو پھر خدا تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے غیب کا علم عطا فرما دیا ہے۔ کیا آیت میں یہ قید ہے کہ

اتنا دیا، ہرگز نہیں۔ بلاقید وتخصیص یہ ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ جس کو برگزیدہ فرمالیتا ہے اس کو کل غیب کا علم عطا فرمادیتا ہے۔

مخالفین کا عقیدہ

عطائی علم غیب ماننا بھی شرک

مخالفین کے امام اکبر مولوی اسماعیل دہلوی کتاب ''تقویۃ الایمان'' میں رقم طراز ہیں:

(بلفظہٖ) پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی طرف سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے ہے۔ غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔''

(تقویۃ الایمان ص ۱۰)

توجہ فرمائیے کہ ان حضرات نے علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت کی بنا پر رب کریم کی عطا کا بھی گویا انکار کردیا ہے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کی عطا پر ایمان رکھیں تو لازم ہے کہ اس پر بھی ایمان رکھا جائے کہ وہ اپنے محبوبوں کو غیب کا علم عطا فرمادیتا ہے۔

نیز ان لوگوں نے خداوند تعالیٰ کی عطا کا انکار کرکے اس کے علم کو بھی عطائی ہونا ٹھہرا دیا ہے۔ یعنی خدا کا علم ذاتی لازم وقدیم تو ہے نہیں بلکہ معاذ اللہ وہ کسی سے علم حاصل کرنے کا محتاج ہے کیونکہ شرک وہی بات ہوتی ہے جو خدا کی صفت دوسرے میں مانی جائے جب اللہ کے دینے سے جاننا شرک ٹھہرا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ (معاذ اللہ) خدا تعالیٰ کو بھی علم کوئی دیتا ہے تبھی تو یہ قول درست ہوسکتا ہے۔ لیکن یاد رکھئے کہ ہمارا خالق الارض و السماء فالق الحب والنواجل مجدہ العلیٰ کی عطا وسعت کا عالم اور شان یہ ہے کہ:

رَبِّكَ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ (پ ۱۲، ع ۸، س ہود)

(اے محبوب) آپ کے رب کی عطاء بخشش ایسی ہے کہ وہ کبھی ختم نہیں ہو

سکتی۔

جب وہ ہر شے کا عطا فرمانے والا ہے اور اس کی بخشش کبھی ختم نہیں ہو سکتی تو وہ علام الغیوب اپنے محبوبوں کو غیب کا علم عطا فرمانے پر قادر ہے۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ بات واضح فرما دی کہ:

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ کہ اے عام لوگوں میں تمہیں غیب کا علم عطا نہیں فرماتا بلکہ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ اپنے رسولوں میں جن کو برگزیدہ فرما لیتا ہوں ان کو غیب کا علم عطا فرما دیتا ہوں۔

اب ناظرین خود ہی فیصلہ فرمائیں جبکہ خدا تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسول کو غیب کا علم عطا فرماتا ہے تو کیا یہ شرک ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر ان حضرات کا یہ کہنا کہ عطائی علم غیب بھی ماننا شرک ہے تو اس کے معنے یہ ہوئے کہ وہ خدا کے علم کو بھی عطائی ہونا تسلیم کرتے ہیں اور قرآن کریم کی آیت شریفہ کا کھلا انکار:

آپ ہی ذرا اپنی جفاؤں پر غور کریں
ہم اگر بات کریں گے تو شکایت ہو گی

بہر کیف مذکورہ آیت سے ثابت ہو گیا کہ جن منافقین نے حضور انور آقا، یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم شریف کا استہزاء اڑایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ نازل فرما کر ان کا ردّ فرما دیا کہ میں اپنے برگزیدہ رسولوں کو غیب پر مطلع کر دیتا ہوں، تو پھر تم کو کیا تکلیف ہے۔

منافقین کا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر تمسخر

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روم، فارس، مکہ مکرمہ کی فتح کی قبل از وقت جب خبر ارشاد فرمائی تو منافقین نے اس غیبی خبر کا تمسخر اڑایا۔

آیت شریفہ ملاحظہ فرمائیے:

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ (پ ۱۰، ع ۱۳، س توبہ)

(یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ ان سے پوچھو تو ضرور یہی کہیں گے ہم تو یوں ہی کھیل میں تھے۔ فرما دیجئے آپ ان کو کیا اللہ اور رسول کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو۔ تم بہانے نہ بناؤ۔ تم تو مسلمان ہو کر مرتد ہو گئے ہو۔

صاحب خازن اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يسير فى غزوه تبوك وبين يديه ثلاثه نضر من المنفقين اثنان منهم يستهزئان بالقران والرسول والثالث يضحك قيل كانوا يقولون ان محمداً يزعم انه يغلب الروم و يفتح مدائنهم ما أبعده من ذلك و قيل كانوا يقولون ان محمداً يزعم انه انزل فى صحابنا قرآن انما هو قوله و كلامه فاطلع الله نبيه صلى الله عليه وسلم على ذلك فقال احيوا على الركب فدعاهم و قال لهم قلتم كذا و كذا فقالوا انما كنا نخوض و نلعب ۔

(التفسیر الخازن، جزء الثالث)

غزوۂ تبوک میں جاتے ہوئے منافقین کے تین نفروں میں سے دو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بطور تمسخر کہتے کہ ان کا خیال کہ یہ روم پر غالب آ جائیں گے کتنا بعید خیال ہے اور ایک نفر بولتا نہ تھا مگر ان کی باتوں کو سن کر ہنستا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا کہ تم ایسا کہہ رہے تھے انہوں نے کہا ہم راستہ کاٹنے کے لئے ہنس کھیل کے طور پر

دل لگی کی باتیں کر رہے تھے۔

اس آیت وتفسیر سے واضح ہو گیا کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اس غیبی خبر یعنی علم غیب کا مذاق اڑانے والے منافقین ہی تھے جس کی مزید وضاحت قرآن کریم نے دوسرے مقام پر بھی کر دی ہے۔

آیۃ شریفہ ملاحظہ فرمائیے:

وَاِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا۝ (پ۲۱، ع۱۷، سورہ احزاب)

اور جب کہنے لگے منافق جن کے دلوں میں روگ تھا کہ ہمیں اللہ ورسول نے وعدہ نہ دیا مگر فریب کا۔

اس آیت شریفہ سے واضح ہو گیا کہ منافقین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غیبی خبر کا تمسخر اڑایا کہ ہم تھوڑے سے ہو کر فارس وروم ومکہ مکرمہ کو فتح کر لیں یہ بالکل غلط ہے۔ نبی اللہ تو قبل از وقت فتح کرنے کی خبر دیں اور منافقین نے اس کا تمسخر کیا۔ لیکن صحابہ کرام کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس غیبی خبر پر ایمان تھا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِیْمَانًا وَّتَسْلِیْمًا۝

(پ۲۱، ع۱۸، س الاحزاب)

اور جب مسلمانوں نے کافروں کے لشکر دیکھے بولے یہ ہے جو ہمیں وعدہ دیا تھا اللہ ورسول نے اور سچ فرمایا اللہ اور اس کے رسول نے اور اس سے انہیں نہ بڑھا۔ مگر ایمان اور اللہ کی رضا پر راضی ہونا۔

معلوم ہو گیا کہ مومنین صحابہ عظام کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر ایمان تھا اور ان کو اس پر ایمان رکھنے سے ایماناً وتسلیماً کا مژدہ نصیب ہوا۔

اب ذرا ملاحظہ فرمائیے کہ جن منافقین نے حضور مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی غیبی خبر کا تمسخر اڑایا۔ آپ کے علم شریف پر زبان درازی کی ان کو رب کریم کی طرف سے کیا تمغہ ملا۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝

(پ۱۰، ع۱۴، س التوبہ)

اور اللہ تعالیٰ نے ان منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں کو جہنم کی آگ کا وعدہ دیا ہے جس میں ہمیشہ رہیں گے وہ انہیں بس ہے اور اللہ کی ان پر لعنت ہے اور ان کے لئے قائم رہنے والا عذاب ہے۔

غور فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں کو دوزخ کا عذاب اور لعنت کا طوق عطا فرمایا ہے علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کرنا مذاق اڑانا رب کریم جل وعلا کے نزدیک کوئی معمولی سی بات نہیں۔ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

اب ناظرین انصاف کی نظر سے فیصلہ فرمالیں کہ جو لوگ بارگاہِ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام علم شریف کا اور انبیاء کرام علیہم السلام کے علم کا تمسخر اڑاتے ہیں اور ہر وقت ان کے علم میں طعن و تشنیع کرتے ہیں ان کا کیا ٹھکانا ہوگا۔

انبیاء عظام علیہم السلام کا بارگاہِ علام الغیوب میں ادب

شبہ:

شاتمانِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں آتا ہے:

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝ (پ۷، ع۴، س المائدہ)

جس دن اللہ تعالیٰ سب رسولوں کو جمع کرے گا تو ان سے فرمائے گا تمہیں کیا

جواب ملا تو کہیں گے ہمیں کچھ علم نہیں تو ہی غیبوں کا جاننے والا ہے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ انبیاء کرام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں۔

جواب:

ایسے شبہات مخالفین کوتہ اندیشی اور نادانی سے ناشی ہیں کیونکہ صرف آیت ہی سے اتنا تو ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو اس چیز کا علم ضروری ہے جس کی نسبت وہ لاعلم لنا فرما دیں گے۔ کیونکہ سوال یہ ہے کہ تمہاری اُمتوں نے تمہیں تبلیغ کے بعد کیا جواب دیا تو انبیاء کرام علیہم السلام کو وہی فرمانا اور جواب دینا چاہئے جو ان کو ان کی اُمت نے جواب دیا تھا۔ بجائے اس کے یہ کہہ دینا کہ ہم نہیں جانتے تو خود عالم الغیب ہے۔ صاف دلیل اس کی ہے وہ بمقابلہ علم حق تعالیٰ کے اپنے علم کی نفی کر رہے ہیں اور یہی مقتضائے ادب بھی ہے۔

اب وہی آیت جو مخالفین پیش کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیے:

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ○ (پ ۷، ع ۴، س المائدہ)

جس دن اللہ تعالیٰ سب رسولوں کو جمع فرمائے گا اور ان سے فرمائے گا تمہیں کیا جواب ملا تو عرض کریں گے بیشک تو غیبوں کا جاننے والا ہے۔

چنانچہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

ان الرسل علیھم السلام لما علموا ان اللہ تعالیٰ عالم لا یجھل و حلیم لا یسفه و عادل لا یظلم علموا ان قولھم لا یفید خیرا ولا یدفع شراً و خیرا و الادب فی السکوت و تفویض الامر الی اللہ تعالیٰ (التفسیر کبیر رازی رحمۃ اللہ علیہ)

تحقیق انبیاء کرام علیہم السلام جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عالم ہے بے علم نہیں۔

حلیم ہے سفیہ نہیں۔ عادل ہے ظالم نہیں۔ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ان کی بات حصولِ خیر یا رفع شر کے لئے چنداں مفید نہ ہو گی۔ پس ادب، خاموشی اور معاملہ کو اللہ کے عدل کی طرف سپرد کر دینے میں ہے۔ لہٰذا وہ عرض کریں گے ہمیں علم نہیں۔

دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔

صاحب تفسیر خازن اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

فعلی هذا القول انما نفوا العلم عن انفسهم و ان کانوا علماء لان علمهم ماء کلا علم عند علم الله (التفسیر الخازن)

پس اس بناء پر اپنی ذات سے علم کی نفی کی۔ اگرچہ وہ جانتے تھے کیونکہ ان کا علم اللہ کے علم کے سامنے مثل نہ ہونے کے ہو گیا۔

ان تفسیر کی عبارات سے واضح ہو گیا اور جمہور مفسرین اس کے تو مقر ہیں کہ انبیاء صلوٰۃ اللہ علیہم وسلامہ کو یہ علم تو ضرور ہے کہ ان کی امتوں نے انہیں کیا جواب دیا ہے۔ پس اس سے مخالفین کے شبہ کا قلع قمع ہو گیا اور دم مارنے کی جگہ نہ رہی۔ مگر ہمیں یہاں سے ایک نکتہ حاصل ہوا۔ وہ یہ کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمانا کہ ہمیں علم نہیں۔ ان کے عدم علم کی دلیل نہیں بلکہ یہ کہ ان کا مقتضائے ادب ہے کہ حضرت حق تعالیٰ کے سامنے وہ اپنے علم کو کچھ شمار نہیں کرتے۔ اب اگر مخالفین صاحبان کو کچھ علم اور سمجھ سے تعلق ہو تو آئندہ ایسی عبارات سے ہرگز عدم علم کا استدلال نہ کیا کریں کہ ایسے انکار سوءِ ادب پر محمول ہوتے ہیں۔

نیز انبیاء کرام علیہم السلام کا لاعلم لنا عرض کرنے کے بعد انک انت علام الغیوب فرمانے سے ان کے علم ہونے کی دلیل ہے کہ ہم کو علم نہیں۔ بے شک تو عالم الغیب ہے کیونکہ جو کچھ تو ہم سے دریافت فرما رہا ہے اس کو تو بھی جانتا ہے اور بارگاہِ خداوندی کے حضور ادب بھی یہی ہے اور حقیقت میں تمام مخلوقات کا علم خالق کائنات کے علم کے

سامنے مثل لاشے کے ہے۔

نیز مخالفین کے اس اعتراض سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ جب لاعلم لنا سے عدم علم انبیاء کرام کا ہونا مراد لیتے ہیں تو کیا بعید ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰہُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ فرمانے سے عدم علم خداوند کریم بھی ہونا مراد لے لیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نبیوں سے سوال کر رہے ہیں۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ جو لوگ قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں انہیں بخوبی معلوم ہے کہ قرآن پاک میں جتنے انبیاء کا ذکر آیا ہے ان کی قوموں کے جواب اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمائے ہیں بلکہ ان کے انجام کا تفصیلی ذکر کیا ہے اور کئی قومیں انبیاء کی موجودگی میں تباہ کی گئیں اور وہ اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھتے رہے۔ ایسی آیات کو دلیل بنا کر علم انبیاء کا انکار کرنا کس قدر قرآن سے جہالت ہے۔

شہید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے ساری اُمت کے لئے شہید فرمایا ہے اور آپ کی شہادت تب ہی صحیح ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی اُمت کے ہر ایک فرد کے ہر ایک عمل کو جانتے ہوں۔ اگر وہ اُمت کے اعمال سے ہی بے خبر ہوں تو پھر ان کی گواہی کیسے ہو سکتی ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ اور اس کی تفسیر ملاحظہ فرمائیے:

وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَہِیْدًا (پ ۲، ع ۱، س البقرہ)

اور یہ رسول تمہارے نگہبان اور گواہ ہیں۔

چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر عزیزی میں اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں:

وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَہِیْدًا یعنی و باشد رسول شما بر شما گواه زیرا که او مطلع است بنور نبوت بر رتبه هر متدین بدین خود که در کدام درجه از دین من رسیده و

حقیقت ایمان او چیست و حجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس او میشناسد گناھاں شمارا و در درجات ایمان شمارا و اعمال نیك و بد شمارا و اخلاص و نفاق شمارا ولھذا شھادت اُو در دنیا ھر حکم شرع در حق اُمت مقبول و واجب العمل است

(تفسیر عزیزی ص ۵۱۸، سطر ۷)

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نور نبوت سے اپنے دین میں ہر متدین کے رتبے سے اطلاع رکھتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ میرے دین میں وہ کہاں تک پہنچا ہے اور اس کے ایمان کی کیا حقیقت ہے اور وہ کون سا حجاب ہے جس کی بدولت وہ ترقی سے محروم رہا۔ پس آپ تمہارے گناہوں اور اخلاص ونفاق کو پہچانتے ہیں۔ اس لئے آپ کی شہادت دنیا وعقبیٰ میں اُمت کے حق شرعاً مقبول اور واجب العمل ہے۔

ناظرین غور فرمائیں کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کتنی صاف اور ظاہر ہے کہ حضور سیّد عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر ایک کے اخلاص ونفاق کو بھی جانتے ہیں حالانکہ یہ دونوں چیزیں دل سے تعلق رکھتی ہیں۔

الحمدللہ مخالفین کے اس الزام کا بھی ردّ ہوا کہ اہل سنت بریلوی علمائے اُمت کے اقوال کا انکار کرتے ہیں اور ہم شاہ عبدالعزیز کو اپنا بزرگ تسلیم کرتے ہیں۔ بتائیے آپ کا دعویٰ کہاں گیا اور آپ کے فتویٰ کے مطابق شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کیا ہوئے۔ اگر شاہ صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا علم مان کر مشرک نہیں تو پھر ہمیں کیوں مجرم قرار دیا جاتا ہے؟

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر عزیزی میں مذکورہ عبارت سے آگے فرماتے ہیں:

و آنچہ از فضائل و مناقب حاضراں زماں خود مثل صحابہ و ازواج و اہل بیت یا غائباں از زمان خود مثل اویس وصلہ مہدی و مقتول دجال یا از مصائب و مثالب و حاضراں و غائباں فی فرماید اعتقاد برآں واحب ست و ازیں ست کہ در روایات آمدہ کہ ہر نبی رابر اعمال امتیان خود مطلع میارند کے فلانے امروز چنیں میکندو فلانے چنانچہ تا روز قیامت ادای شہادت تو انند کردہ (التفسیر عزیزی ص ۵۱۸، سطر ۱۱)

کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ اپنے زمانے میں موجودہ لوگوں کے فضائل ومناقب مثلاً صحابہ وازواج واہل بیت کے متعلق یا ان کے متعلق جو آپ کے زمانہ میں نہیں مثلاً اویس، مہدی یا مقتول دجال وغیرہ بیان فرمائے ہیں یا اپنے زمانہ میں موجود یا غائب لوگوں کی برائیاں بیان فرمائیں تو اس پر اعتقاد رکھنا واجب ہے اس لئے کہ روایات میں آیا ہے کہ ہر نبی کو اس کی اُمت کے احوال کا علم ہے کہ فلاں نے آج یہ کام کیا ہے اور فلاں نے ایسا کہا۔ تاکہ قیامت کے دن وہ اپنی امت پر گواہی دے سکیں۔

زرقانی شرح مواہب کا اس آیت کے ماتحت حوالہ ملاحظہ فرمائیے:

لا فرق بین موتہ و حیاتہ و مشاھدتہ لامتہ و معرفتہ باحوالھم دیناتھم و عزائمھم و خواطرھم و ذلک عندہ جلی لا خفابہ

(زرقانی شرح مواہب جزاول ص ۱۳۶ مطبوعہ مصر)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زندگی اور وفات کی حالت میں اپنی امت کے احوال، نیات، ارادے اور قلبی وسواس کے دیکھنے اور پہچاننے میں برابر ہیں

اور یہ بات ان کے نزدیک ظاہر ہے، پوشیدہ نہیں۔

مذکورہ حوالہ جات سے یہ ثابت ہوگیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کے ہر فرد کے اخلاص ونفاق تک وارادوں ونیتوں کو بھی ملاحظہ فرمارہے ہیں۔اس لئے آپ کی شہادت مقبول وواجب العمل ہے۔اگر مخالفین ان تمام دلائل کے باوجود بھی شبہ میں رہیں اور ہٹ دھرمی سے باز نہ آئیں تو ہم اس کے سوا کیا کہہ سکتے ہیں۔وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا اُولٰٓئِکَ اَصْحَابُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ

شہید کا لفظ اُمت پر وارد ہونے کے معنی

شبہ:

مخالفین کا یہ کہنا ہے کہ اگر شہید کا لفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علمی پر دال ہو تو لازم آئے گا کہ سب عالم ما کان وما یکون ہوں۔

جواب:

یہ ان لوگوں کا اپنا قیاس ہے اور قیاس اس زمانہ والوں کا خود ان صاحبان کے نزدیک ناقابل اعتبار ہے۔نہ آیت کا یہ مطلب نہ کسی مفسر کا قول۔سب سے پہلے تفسیر ہاتھ میں لیجئے اور اس سے دریافت کر لیجئے کہ اس آیت میں وسعت علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دلالت ہے یا کہ نہیں۔

چنانچہ محی السنہ امام بغوی رحمہ اللہ نے تفسیر معالم التنزیل میں اسی آیت کے تحت یہ حدیث ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:

عن ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوما بعد العصر فما ترک شیئا الی یوم القیامۃ الاذکرہ فی مقام ذلک حتی اذا کانت الشمس علی رؤس النمل و اطراف الحیطان قال اما انہ لم یبق من الدنیا

فیما مضی منها الا کما من یومکم

(التفسیر معالم التنزیل جزء الاول)

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز عصر کے بعد ہم میں کھڑے ہو کر قیامت تک ہونے والی چیزیں سب ہی بیان فرما دیں اور کوئی چیز نہ چھوڑی یہاں تک کہ جب دھوپ کھجوروں کی چوٹیوں اور دیواروں کے کنارہ پر پہنچی تو فرمایا کہ دنیا کے احوال میں سے صرف اس قدر باقی رہ گیا جتنا دن باقی رہ گیا۔

علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث شریف کو اس آیہ شریفہ ویکون الرسول علیکم شہیدا کے تحت لانا صاف بتا رہا ہے کہ آیہ شریفہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علمی مذکور ہے۔

جب تفسیر سے یہ ثابت ہوا کہ یہ آیت علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دال ہے تو ایسے اشخاص کے قیاس پر کیا توجہ کی جائے جو آیت کی تفسیر سے غافل ہیں۔ غرضیکہ جب ہمارا مدعا آیۃ سے اور تفسیر وحدیث سے ثابت پھر کسی منکر کا اعتراض قابل سماعت نہیں لیکن پھر بھی اس کی وضاحت ملاحظہ فرمائیے۔

جاننا چاہئے کہ صحت شہادت کے لئے شاہد کو مشہود علیہ پر علم یقینی ہونا چاہئے اور یہ بواسطہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو حاصل ہے اور اس جناب کی بدولت ان کا یقین کامل، یہی جواب جو مخالفین پر پیش کیا گیا ان شاء اللہ العزیز روز شہادت ان اُمتوں پر پیش کیا جاوے گا جو تبلیغ انبیاء کا انکار کریں گی۔ جیسا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر عزیزی میں تحریر فرمایا ہے:

ولھذا چوں اُمم دیگر در مقام رو شھادت ایشاں خواھند گفت کہ شما ازچہ روشھادتہ مید ھید حال آنکہ دروقت ما نبودید و حاضر واقعہ نشدید ایشاں جواب خواھند گفت

کہ مارا خبر خدا بوساطت پیغمبر خود رسید و ترد ما در افادۂ یقین ۔

بہتر از دیدن و حاضر شدن گردید و در شہادت علم
یقینی بہ مشہود علیہ می باید بہر طریق کہ حاصل شود

تعجب ہے کہ مخالفین نے حضور سیّد الانس والجان صلی اللہ علیہ وسلم کو جملہ اُمت محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر سمجھ لیا اور کچھ فرق نہ کیا۔ شہادت کا لفظ جب اُمت کی طرف منسوب دیکھا پھر اسی کو صاحب اُمت کی صفت پایا فوراً مرتبہ برابر سمجھ لیا اور یہ کچھ خیال نہ کیا کہ اُمت کا علم تعلیم نبی کریم سے ہے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم تعلیم الٰہی سے۔ پھر منصب رسالت کے لائق کہ جس سے تمام عالم کا نظام متعلق اور یہ رتبہ عبدیت کے موافق جو فقط اپنی اصلاح کے لئے ہے اس شہادت پر پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت ضروری جیسا کہ ارشاد ہوا ویکون الرسول علیکم شہیداً یہ شہادت خود ہی کافی جو اور کسی شہادت کی محتاج نہیں۔

ان سب سے قطع نظر کیجئے اور یہ غور فرمائیے کہ ایک ہی لفظ کے معنی ہر شخص کی نسبت سے ایک ہی ہونے ضروری نہیں بلکہ کبھی ایک لفظ کے معنی ایک شخص کی نسبت سے کچھ ہوتے ہیں اور دوسرے کی نسبت سے کچھ اور۔ چنانچہ صلوٰۃ اور ہدایت وغیرہا الفاظ مختلف موقعوں پر مختلف معانی میں مستعمل ہیں اور ان کو بھی کوئی تخصیص نہیں بلکہ تمام الفاظ مختلف مواقع پر مختلف معانی میں مستعمل ہیں۔ دیکھئے آیہ کریمہ ومکروا اللہ میں ایک ہی لفظ مکر ہے جو ایک جگہ کفار کے لئے اور دوسری جگہ حق تعالیٰ کے لئے استعمال کیا گیا ہے اور ایک جگہ معنی کچھ ہیں اور دوسری جگہ کچھ اور۔

اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت یونس علیہ السلام کی نسبت کلام اللہ شریف میں لفظ ظلم وارد ہے:

وقولہ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۔ وقولہ

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا ۔

ان دونوں مقاموں میں ظلم بمعنے ترک اُولیٰ ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں۔

مذاق جمہور اہل تفسیر آنست کہ ظلمی کہ ایں ہر دو بزرگ
بخود نسبت فرمودہ اند ظلم حقیقی نہ بود بلکہ ترک اُولیٰ

تو دوسری آیت:

لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ

میں ظلم کے معنی حقیقی جو فسق ہیں مراد ہیں۔

جیسا کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی لکھا ہے:

در آیت مراد ظلم حقیقی است کہ فسق است

غرضیکہ ایک جگہ ایک لفظ سے کچھ مراد ہوتی ہے اور دوسری جگہ کچھ اور۔ اسی لفظ شہادت کو نہ دیکھ لیجئے کہ یہاں اُمت کے لئے بمعنی گواہی مستعمل ہوا اور واللہ علی کل شیء شہید میں بمعنی علیم کے اگر مخالفین کے قاعدہ کے بموجب لفظ شہید بمعنی علیم ہو ہی نہ سکے تو اس آیت سے اللہ تعالیٰ کا علیم ہونا بھی ثابت نہ ہو سکے گا۔ معاذ اللہ

پس مخالفین کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اُمت کی نسبت جو لفظ شہادت مستعمل ہوا وہ اور معنی میں ہوا اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت جو لفظ شہادت مستعمل ہوا وہ علیم کے معنی میں ہوا۔ جیسا کہ مفسرین نے فرمایا ہے۔

چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ دہلوی تفسیر عزیزی میں لفظ شہادت کے متعلق فرماتے ہیں:

"بلکہ میتواں گفت کہ شہادت در ینجا بمعنی گواہی نیست بلکہ بمعنی اطلاع و نگہبانی است تا از جادۂ حق بیرون نروید چنانچہ واللہ علی کل شیء شہید و در مقولہ حضرت عیسیٰ کہ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ

كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِيْدٌ وچوں این نگہبانی واطلاع طریق تحمل شہادت است وتحمل شہادت برائے ادائے می باشد ودر احادیث این شہادت را بگواہی روز قیامت تفسیر فرمودہ اند بیان الحاصل المعنی لاتفسیر الالفظ (التفسیر عزیزی)

مندرجہ بالا فارسی عبارت کا مختصر الحاصل یہ ہے کہ لفظ شہادت جو اُمت مرحومہ کے لئے استعمال فرمایا گیا ہے۔ گواہی کے معنے میں ہے اور جو لفظ شہادت جناب رسالت مآب کی نسبت ارشاد ہوا، یہ اطلاع اور نگہبانی کے معنی میں استعمال ہوا۔ اب تو مخالفین کو کوئی محل اعتراض نہ رہا۔

ثانیاً اگر مخالفین کی حالت پر رحم کرتے ہوئے یہ بات فرض بھی کر لیں کہ لفظ شہید دونوں جگہ ایک ہی معنی کے لئے ہیں تو بھی ان کا مقصود ثابت نہ ہو سکے گا جو مخالف صاحبان یہ اعتراض کر سکیں کہ سب کے لئے علم غیب کا ثبوت لازم آئے گا۔

بلکہ یہاں اُمت سے مراد مہاجرین اوّلین اور انصار سابقین یا علماء مجتہدین مراد ہیں کہ جن کا اجماع خلا پر ممکن نہیں۔ وہ حضور رب العالمین میں شہادت کے لئے منظور فرمائے گئے ہیں۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:

درینجا تفسیر بغایت دلچسپ که از بعضے قدمائے مفسرین منقول شده و ازا کثر اشکالات مذکوره نجات میدهد حاصلش آنکه درو کذلك جعلتكم امة وسطالتكونوا مخاطب خاص کسانے اند که نماز بسوئے قبلتین گزارند یعنی مهاجرین و انصار سابقین که علو درجه آنها در ایمان معروف و مشهور است ۔

اس کے آگے صفحہ ۵۲۲ سطر ۲۰ میں تحریر فرماتے ہیں:

لیکن اگر دراینجا مقام است را از اول تا آخر اعتبار کنیم قاعدہ تکلیف برهم میگردد زیرا که بعد از انقضائے تمام امت هیچکس باقی خواهد مانده که قول ایشان بردی حجت تو اندیشه پس معلوم شد که مراد اهل زمانه اندوچوں اهل هر زمانه مخلوط می باشند عالم و جاهل و صالح و فاسق همه دراهنا ...... موجود میشوند بقرائن عقلیه معلوم شد که اعتبار بگفته علمائے مجتهدان متدین است نه غیر ایشاں و بهرحال اجماع ایشاں بر خطا ممکن نیست والا ایں امت خیار و عدول نباشد و درمیان ایشاں و انم دیگر فرقے نماند وایں شرفیت عظیم کے ایں رابه بیات اجماعیه حکم پیغمبر داده اندوچنانچه حکم پیغمبر معصوم از خطا واجب القبول ست هم چناں حکم ایں امت باجتماع معصوم از خطا و واجب القبول (تفسیر عزیزی)

اس عبارت سے بخوبی واضح ہوگیا کہ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُهَدَآءَ سے تمام امت اول سے تا آخر مراد نہیں بلکہ کبرائے اُمت مراد ہیں۔ پس ہم کو تسلیم کہ کبرائے اُمت کو بھی امور غیب پر اطلاع فرمائی جاتی ہے اور یہی عقیدہ اہل سنت (بریلوی) کا ہے البتہ معتزلی انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سوائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ولی کو علم غیب حاصل نہیں۔

چنانچہ زرقانی شرح مواہب اللدنیہ میں ہے:

قال فی لطائف المنن اطلاع العبد علی غیب من غیوب اللہ تعالیٰ بنورمنه بدلیل خیر اتقوا فراسة المومن فانه ینظر بنور اللہ لا یستعزب وهو معنی کنت بصره الذی یبصربه فمن کان

الحق بعده فاطلاعة علی غیب اللہ و یستعزب

(زرقانی شرح مواہب اللدنیہ جز السادس)

لطائف المنن میں فرمایا کہ کامل بندے کا اللہ کے غیبوں میں سے کسی غیب پر مطلع ہو جانا عجب نہیں اس حدیث سے کہ مومن کی دانائی سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور یہی حدیث کے معنی ہیں کہ اللہ فرماتا ہے میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کا دیکھنا حق کی طرف سے ہوتا ہے۔ پس اس کا غیب پر مطلع ہونا کیا بعید ہے۔

دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمایئے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ القوی تفسیر عزیزی سورۂ جن میں فرماتے ہیں:

اطلاع بر لوح محفوظ و دیدن نقوش نیز از بعضے اولیاء بتواتر منقول است ۔(التفسیر عزیزی پارہ ۲۹)

لوحِ محفوظ کی خبر رکھنا اور اس کی تحریر دیکھنا بعض اولیاء اللہ سے بھی بطریق تواتر منقول ہے۔

تیسرا حوالہ ملاحظہ فرمایئے:

شیخ الشیوخ علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اپنی کتاب ''زبدۃ الاسرار'' میں محبوب سبحانی غوثِ صمدانی شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں:

قال رضی اللہ عنہ یا ابطال یا اطفال ھتموا و خذوا عن البحر الذی لا ساحل لہ و حزۃ ربی ان السعداء والاشقیاء یعرفون علی وان بوجودۃ عینی فی اللوح المحفوظ وانا غائص فی بحار علم اللہ (زبدۃ الاسرار)

اے بہادرو! اے فرزندو! آؤ اس دریا سے کچھ لے لو جس کا کنارہ ہی نہیں قسم ہے اپنے رب کی تحقیق نیک بخت و بد بخت لوگ مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں۔ اور ہمارا گوشہ چشم لوح محفوظ میں رہتا ہے اور میں اللہ کے علموں کے سمندروں میں غوطے لگا رہا ہوں۔

چوتھا حوالہ ملاحظہ فرمائیے:

علامہ مولانا جامی قدس سرہ السامی نفحات الانس میں حضرت قطب الاقطاب خواجہ خواجگان بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں:

حضرت عزیزان علیہ الرحمة و الرضوان میگفته اند که زمین در نظر این طائفه چون سفره ایست و ما میگوییم چون روئے ناخنے است هیچ چیز از ایشاں غائب نیست۔

(نفحات الانس)

یعنی حضرت عزیزان رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ زمین اولیاء کے گروہ کے سامنے ایک دسترخوان کی مثل ہے اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم کہتے ہیں کہ روئے زمین ناخن کی مثل ہے اور کوئی چیز ان کی نظر سے غائب نہیں۔

ان عبارات سے ثابت ہو گیا کہ سعداً اور اشقیا اولیاء پر پیش کئے جاتے ہیں اور ان کی آنکھ کی پتلی لوح محفوظ میں رہتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے علم کے دریا میں غوطہ زن رہتے ہیں۔ اب اگر مخالفین کا قول تھوڑی دیر کے لئے تسلیم بھی کر لیا جائے اور لفظ شہادت دونوں جگہ ایک ہی معنی میں لیا جائے تو بھی کچھ مضائقہ نہیں اس لئے کہ جب کبرائے اُمت گواہ ٹھہرے اور ان کو یہ اطلاع غیب بعطائے عالم حقیقی میسر۔ تو اگر شہادت کا لفظ ان حضرات کے لئے بھی مثبت علم ہوگا تو بے شک حق اور بجا ہے۔ اُمید ہے کہ اب مخالفین کو ذرا چون و چرا کا موقع نہیں۔ تسلیم کریں یا خاموش رہیں۔

علومِ خمسہ کی تحقیق

شبہ:

منکرین یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ قرآن میں آتا ہے کہ علم قیامت، بارش کب ہوگی، رحم میں کیا ہے، کوئی کل کیا کمائے گا اور کوئی کس زمین میں مرے گا۔ یہ پانچ چیزیں اللہ ہی کو معلوم ہیں۔ اس کے علاوہ ان علومِ خمسہ کا کسی کو علم نہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان چیزوں کا علم نہیں۔

جواب:

یہ آیہ شریفہ اِنَّ اللّٰہَ عِنۡدَہٗ عِلۡمُ السَّاعَۃِ ۚ سے علیم خبیر تک منکرین کی بڑی دستاویز ہے کہ اس کی وظیفہ کی طرح ہمیشہ رٹ لگاتے رہتے ہیں کہ علوم خمسہ کو اللہ ہی جانتا ہے اور کوئی نہیں جان سکتا۔ کیا اس آیہ شریفہ میں موجود ہے کہ یہ علوم خمسہ ہی غیب ہیں اور اگر یہ منشا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو ان اشیاء کا علم نہیں عطا فرمایا تو بھی غلط اور اگر یہ مطلب کہ اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے بھی کسی کو ان اشیاء کا علم نہیں ہوتا تو یہ سخت بے دینی ہے۔

چنانچہ مخالفین جو آیت پیش کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیے:

اِنَّ اللّٰہَ عِنۡدَہٗ عِلۡمُ السَّاعَۃِ ۚ وَیُنَزِّلُ الۡغَیۡثَ ۚ وَیَعۡلَمُ مَا فِی الۡاَرۡحَامِ ؕ وَمَا تَدۡرِیۡ نَفۡسٌ مَّا ذَا تَکۡسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدۡرِیۡ نَفۡسٌۢ بِاَیِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌ خَبِیۡرٌ ۝ (پ۲۱، ع۱۲، س لقمان)

بے شک اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم اور بارش کا کہ کب ہوئی ہے اور ماں کے پیٹ میں کیا ہے اور کل اپنے لئے کیا کمائے گا اور کوئی کس زمین پر مرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور بتانے والا ہے۔

مندرجہ بالا آیت میں قابل غور مسئلہ یہ ہے کہ ان پانچ چیزوں کے ذکر فرمانے میں

کوئی نکتہ تو ہونا چاہئے۔ آخر ان پانچ کے سوا غیب بھی تو اور بہت کثرت سے ہیں یہاں تک کہ ان پانچ کے جملہ افراد سب مل کر بھی اور غیبوں کے ہزاروں حصہ کو بھی نہیں پہنچتے تو اللہ تعالیٰ غیب کا غیب ہے اور وہ ہر چیز پر شاہد ہے اور اس کی ہر صفت غیب ہے اور برزخ غیب ہے اور بہشت غیب ہے اور دوزخ غیب ہے اور حساب غیب ہے اور نامہ اعمال غیب ہے اور قیامت کے میدان میں جمع کیا جانا غیب ہے اور فرشتے غیب ہیں اور ان کے سوا رب کے لشکر غیب ہیں اور ان کے سوا اور غیب ہیں کہ جن کی جنسیں تک ہم نہیں گنا سکتے نہ کہ اور معلوم ہیں کہ یہ سب کے سب یا ان میں اکثر غیب ہونے سے ان پانچ سے بڑھ کر ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے اس آیہ کریمہ میں ان میں سے کچھ ذکر نہیں فرمایا۔ صرف یہی پانچ ذکر فرمائے تو انہیں اس لئے نہ گنایا کہ یہ غیبت وخفا کے اندر زیادہ داخل ہیں۔

بلکہ بات یہ ہے کہ وہ زمانہ کاہنوں کا تھا اور کافر علم غیب کا ادعا رکھتے تھے رمل سے، نجوم سے، قیافہ سے، عیاذ سے، زجر سے، طیر سے اور پانسوں سے۔ اور ان کے سوا اپنی ہوسوں سے جو اندھیریوں سے ڈھانپی ہوئی تھیں اور وہ چیزیں جو مذکورہ عبارت میں ذکر کی گئی ہیں۔ مثلاً ذات وصفاتِ الٰہی اور آخرت اور فرشتے کچھ بحث نہ رکھتے تھے اور نہ ان چیزوں کے جاننے کی ان بردباری کی طرف بلانے والے فنون میں کوئی راہ تھی۔

وہ تو یہی بات بکا کرتے تھے کہ مہینہ کب ہوگا، کہاں ہوگا اور پیٹ کا بچہ لڑکی ہے یا لڑکا، اور کسب اور تجارتوں کے حال اور یہ کہ ان میں کسے فائدہ ہوگا اور کسے نقصان اور یہ کہ مسافر اپنے گھر پلٹے گا یا وہیں پردیس میں مرجائے گا۔ تو یہ چار چیزیں خاص ذکر کی گئیں۔

بایں معنی کہ یہ چیزیں جن کے علم کا تم اپنے باطل فنون سے ادعا کرتے ہو ان کا علم تو اسی بادشاہ جلیل کے پاس ہے بے شک اس کے بتائے اس کی طرف کوئی راہ نہیں اور ان چار کے ساتھ علم قیامت کو بھی شامل فرمالیا کہ یہ بھی انہی باتوں کی جنس سے تھے جن سے

بحث کرتے تھے۔ یعنی موت تو آدمیوں کی موت سے بحث کرتے تھے اور قیامت تمام اہل زمین کی موت ہے۔

اور بے شک جو فن نجوم جانتا ہے اسے معلوم ہے کہ اس فن کے زعم پرستاروں کی دلالت عام حادثوں کی بہ نسبت خاص کے بہت زائد ہے اور کسی ایک کے گھر کی خوابی یا ایک شخص کے موت کے لئے ان کے پاس کوئی ایسا قاعدہ نہیں جس پر وہ اپنے زعم میں بھی یقین کرسکیں۔ اس واسطے کہ ستاروں کی نظریں اور جوگ اور باہمی نسبتیں اور دلالتیں جزئی باتوں میں ایک دوسرے کے خلاف پڑتی ہیں بلکہ کسی کے زائچہ پیدائش یا عمر کے زائچہ سال ہیں۔ کم ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ جو ستارہ کسی گھر میں ہو یا اس کی طرف دیکھ رہا ہو وہ قوت وضعف کی باہم مزاحمت سے خالی ہو تو اگر ایک طرف سے بدی پر دلالت کرتا ہے تو دوسری جانب سے بھلائی پر اور بس وہ اٹکل دوڑاتے ہیں اور ایک جانب کو ترجیح دیتے ہیں اور جدھر کا پلہ ان کے نزدیک جھکتا ہے۔ اس پر حکم لگا دیتے ہیں۔ مگر عالم میں انقلاب عام کے لئے ان کے یہاں ایک قاعدہ قرار پایا ہوا استمراری ہے اور وہ قرآن اعظم ہے۔ یعنی دونوں اُونچے ستاروں زحل ومشتری کا تینوں بروج آتشی حمل اسد قوس سے کسی کے اول میں جمع ہونا جیسا کہ زمانہ طوفان حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام میں تھا اور معلوم ہوا کہ حساب سے آنے والے قرآن بھی یونہی معلوم کرسکتے ہیں جیسے گزرے ہوئے اور یہ کہ وہ کتنے برس کے بعد ہوگا اور کیا ہوگا اور یہ کہ کس برج کے کس درجہ بلکہ کس دقیقہ میں ہوگا اور کس طرف ہوگا اور کتنے دن رہے گا۔ اور ایک ستارہ دوسرے کو چھپالے گا یا کھلا رہے گا اور ان کے سوا اور باتیں اس لئے کہ ستارے تو ایک مضبوط حساب کے باندھے ہوئے ہیں اور یہ زبردست جاننے والے کا اندازہ مقرر فرمایا ہوا ہے تو قیامت کے ذکر سے ان پر توبیخ کنی فرمائی گئی کہ تمہارے ان علموں کی اگر کچھ حقیقت ہوتی، جیسا کہ تمہارا خیال ہے تو کسی ایک شخص کی موت جاننے سے قیامت کا علم تمہیں زیادہ جلد آجاتا ہے مگر تم نہیں جانتے تم تو یوں ہی اٹکل دوڑائے جاتے ہو تو ان پانچ چیزوں کے خاص ذکر کا یہ نکتہ ہے۔

اللہ خوب جانتا ہے اور درستی فکر پر اللہ ہی کی حمد ہے نیز حدیث شریف میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ چیزیں ہیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فرمادو آسمان اور زمین میں کوئی غیب نہیں جانتا۔

سو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے پانچ چیزوں کے جاننے کے متعلق فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے عام حکم فرمایا ہے اور ہمارا سب پر ایمان ہے اس لئے کہ خاص و عام کی نفی نہیں ہے اور غیب جو ہیں انہیں بھی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

تو خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ ہی جانتا ہے اس کے سوا کوئی اس کی عطا کے کچھ نہیں جانتا تو بات بھی اسی طرف پلٹے گی جو کہ آئمہ کرام نے تحقیق فرمادی کہ نفی اس کی ہے کہ کوئی بذاتِ خود بے عطائے الٰہی جانے۔ چنانچہ صاحب خازن اسی مذکورہ آیت ان اللہ عندہ علم الساعۃ کے ماتحت فرماتے ہیں:

نزلت فی الحارث بن عمرو ابن حفقه من اهل الباریه اتی النبی صلی الله علیه وسلم فسأله عن الساعة و قتها و قال ان ارضنا اجربت فقل متی ینزل الغیث و ترکت امرأتی جلی فمتی تلا ولقد علمت این فبای ارض تموت فانزل الله هذه الایه (تفسیر الخازن)

حارث بن عمرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے پانچ چیزوں کا سوال کیا اور یہ کہا تھا کہ میں نے کھیتی بوئی۔ خبر دیجئے کہ مینہ کب برسے گا اور میری عورت حاملہ ہے مجھے بتائیے کہ اس کے پیٹ میں کیا ہے یہ تو مجھے معلوم ہے کہ گزشتہ دن میں نے کیا کیا۔ مجھے یہ بتائیے کہ آئندہ کل کو کیا کروں گا۔ یہ بھی جانتا ہوں کہ کہاں پیدا ہوا۔ مجھے یہ بتائیے کہ کہاں پر مروں گا۔

اس تفسیر سے بھی معلوم ہو گیا کہ ان پانچ چیزوں کے متعلق جب حارثہ بن عمرو نے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے خود اس کا جواب دیا کہ ان کو وہی جانتا ہے کیونکہ یہ اس قابل نہیں ہیں کہ ان کے ایسے امور کی خبر دی جائے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت شریفہ نازل فرما کر واضح فرما دیا کہ کفار آئندہ ایسے سوال کرنے کے مجاز نہ رہیں۔

اب مذکورہ آیت اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَةِ کے ماتحت مفسرین کرام کی تفاسیر کو ملاحظہ فرمائیے۔ چنانچہ صاحب تفسیرات احمدیہ اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں:

ولك ان تقول ان علم هذه الخمسة و ان لا يعلمها احد الا الله لكن يجوزان يعلمها من يشاء من مجبيه و اولياء ه بقرينه قوله تعالیٰ ان الله عليم خبير بمعنى الفجر . (تفسیراتِ احمدیہ)

اور تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ ان پانچوں کو اگرچہ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا لیکن یہ جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ولیوں اور محبوبوں میں سے جس کو چاہے مطلع فرما دے اس قول کے قرینہ سے کہ اللہ جاننے والا ہے اور بتانے والا ہے (خبیر بمعنے مخبر)

اب جو حدیث مشکوٰۃ شریف میں آتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ان پانچ چیزوں کو کوئی نہیں جانتا۔ اور آیت مذکورہ تلاوت فرمائی۔

علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں:

مـراد آنست که بے تعلیم الٰهی بحساب عقل هیچکس اینها رانـدانـدو آنها از امور غیب اند که جز خدا کسے آنرا نداند مگر آنکه وے تعالیٰ از نزد خود کسے را بوحی و الهام مطلع کند (اشعۃ اللمعات ص ۴۴ جز اول مطبوعہ گردید لکھنؤ)

مراد یہ ہے کہ ان امور غیب کو بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے عقل کے

اندازے سے کوئی نہیں جان سکتا کیونکہ ان کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔مگر وہ جس کو اللہ اپنی طرف سے وحی یا الہام سے بتادے۔

جلال الملۃ والدین علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ روض النظیر شرح جامع صغیر میں اسی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:

اما قوله صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم الا هو فمسفر جانه لا يعلمها احد بذاته ومن ذاته الاهو لكن قد تعلم با علام الله تعالیٰ فان ثمله من يعلمها ۔(روض النظیر شرح جامع صغیر)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو فرمایا ہے کہ ان پانچ غیبوں کو کوئی نہیں جانتا۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ بذاتِ خود اپنی ذات سے انہیں اللہ ہی جانتا ہے مگر خدا کے بتائے سے کبھی ان کو بھی ان کا علم ملتا ہے۔

علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری المرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث و خمس لا یعلمھن کے تحت فرماتے ہیں:

فمن ادعی علم شیء منها غیر مسند الی رسول الله صلی الله علیه وسلم کان کاذبا فی دعواه (المرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

پس جو شخص ان پانچوں میں سے کسی چیز کے علم کا دعویٰ کرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بغیر نسبت کئے ہوئے، تو وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔

حوالہ ملاحظہ فرمایئے۔

علامہ شنوائی جمع النہایہ میں اسی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:

قد ورد ان الله تعالیٰ لم یخرج النبی صلی الله علیه وسلم حتی اطلعه الله علی کل شیء ۔(الجمع النہایہ)

بے شک وارد ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے خارج نہ کیا، یہاں تک کہ ہر چیز پر مطلع کر دیا۔

سیدی احمد مالکی غوث الزماں سیّد شریف عبدالعزیز مسعود کتاب الابریز میں فرماتے ہیں:

هو صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لا يخفى عليه شيء من الخمس المذكورة فى الاية الشريفة و كيف يخفى عليه ذلك و الاقطاب السبعة من امته الشريفة يعلمونها وهم دون الغوث فكيف بالغوث فكيف بسيد الاولين و الاخرين الذى هوالسبب كل شيء و منه كل شيء ۔ (کتاب الابریز)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ان پانچ مذکورہ میں سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ امور کیونکر مخفی ہو سکتے ہیں حالانکہ آپ کی اُمت شریفہ کے سات قطب ان کو جانتے ہیں۔ پس غوث کا کیا پوچھو۔ پھر حضور سیّد الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا کہنا جو ہر چیز کے سبب ہیں جن سے ہر چیز ہے۔

علامہ ابراہیم ہجویری قدس سرہٗ شرح قصیدہ بردہ شریف میں اسی کے متعلق فرماتے ہیں:

لم يخرج النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من الدنيا الا بعد ان اعلمه الله تعالىٰ بهذه الامور الخمسة (شرح قصیدہ بردہ شریف)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف نہ لے گئے بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پانچوں کا علم عطا فرما دیا۔

ان تمام دلائل سے واضح ہو گیا کہ علومِ خمسہ کو بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جانتے ہیں۔ آیت میں ذاتی کی نفی اور عطائی کا ثبوت واضح ہے۔ مناسب سمجھتا ہوں کہ اب ان پانچوں چیزوں کو قرآنی آیات، احادیث صحیحہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے باعلام خداوندی یہ علوم ہونا علیحدہ علیحدہ پیش کروں۔

علم قیامت اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو باعلام خداوندی علم وقوع قیامت حاصل ہے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے علم سے بے علم خیال کیا تو قرآن کی کئی آیات واحادیث صیحہ کا انکار لازم آتا ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ بعض امور ایسے ہیں جو کہ عام نہیں بیان کئے جاتے جس میں ایک خاص وقوع قیامت ہے اگر اس کا وقت عوام کو معلوم ہو جائے تو مقصد قیامت نہیں رہتا۔

چنانچہ آیت شریفہ ملاحظہ فرمائیے کہ آیا علم قیامت اللہ تعالیٰ نے کسی کو [illegible] فرمایا ہے یا کہ نہیں:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (پ ۲۹، ع ۱۱، سورۃ جن)

غیب کا جاننے والا وہی ہے وہ اپنے خاص غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا، ہاں مگر اپنے رسولوں میں سے جس کو پسندیدہ فرمالیتا ہے۔

اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے الغیب کی نسبت اپنی طرف کر کے اپنے تمام غیب کے عالم ہونے کا ثبوت بیان فرمایا ہے اور اس کے بعد اپنے خاص رسول کو غیب کا علم عطا فرمانے پر علی غیبہ فرمایا ہے تو غیبہ ضمیر کا مرجع الغیب رکھا ہے اور الغیب، ال جنس کا ہے یہ تو ثابت ہو گیا کہ الغیب سے جب تمام غیوب کا عالم ہونا خدا تعالیٰ نے اپنے لئے بیان فرمایا ہے تو پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ غیبہ کا مرجع الغیب ہوا تو اس کے معنے یہ ہوئے کہ وہ اپنے خاص رسول کو کل غیبوں کا علم عطا فرما دیتا ہے۔ جب کل غیبوں کا علم اپنے خاص رسول کو عطا فرما رہا ہے تو کیا اس میں قیامت کا علم نہ ہوا۔ قیامت کا علم بھی انہی غیوب میں داخل ہے۔

چنانچہ علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ القوی اسی آیت کے ماتحت

فرماتے ہیں:

آنچہ بہ نسبت ہمہ مخلوقات غائب است غائب مطلق است مثل وقت آمدن قیامت و احکام تکونیہ و شرعیہ باری تعالیٰ در ہر روزہ ہر شریعت و مثل حقائق ذات و صفات او تعالیٰ علی سبیل التفصیل ایں قسم راغیب خاص او تعالیٰ نیزمی نامند فلا یظہر علی غیبہ احدا پس مطلع نمی کند بر غیب خاص ود ہیچکس را مگر کسے راکہ پسند می کند وآں کس رسول باشد خواہ از جنس ملک و خواہ از جنس بشر مثل حضرت مصطفی علیہ السلام اور اظہار بعضے از غیوب خاصہ خود می فرماید۔ (التفسیر عزیزی پارہ ۲۹)

جو چیز تمام مخلوقات سے غائب ہو وہ غائب مطلق ہے جیسے قیامت کے آنے کا وقت اور روزانہ اور ہر شریعت کے پیدائشی اور شرعی احکام اور جیسے خدا کی ذات وصفات بر طریق تفصیل اس قسم کو رب کا خاص غیب کہتے ہیں۔ پس اپنے خاص غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ اس کے سوا جس کو پسند فرمالے اور وہ رسول ہوتے ہیں خواہ فرشتے کی جنس سے ہوں یا انسان کی جنس سے جیسے حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر اپنے بعض[۱] خاص غیب ظاہر فرماتا ہے۔

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر سے صاف واضح ہو گیا کہ عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ سے خدا تعالیٰ کے خاص غیب مراد ہیں جو کسی پر ظاہر نہیں فرماتا لیکن الا من ارتضیٰ من رسول رسولوں میں جس کو پسند فرمالیتا ہے انہیں اس خاص غیب سے مطلع فرما دیتا ہے تو

(۱ ہماری مخلوق کے علوم جمع ہو کر بھی خدا کے علم سے بعض کیا بلکہ ایک قطرہ بھی نہیں جیسا کہ گزشتہ ابتدائے عقیدہ اہل سنت کے باب میں بیان ہو چکا ہے)

خاص غیب ایک قیامت کے آنے کا وقت بھی ہے۔ تو ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیامت آنے کے وقت سے بھی مطلع فرما دیا ہے۔

دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔

علامہ علاء الدین صاحب تفسیر خازن اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

الامن یعطفیه لرسالته و نبوته فیظهر علی ما یشاء من الغیب حتی یستدل علی نبوته بما یجز به من المغیبات فیکون معجزه له (التفسیر خازن)

یعنی خدا جس کو اپنی رسالت اور نبوت کے لئے انتخاب کرے اور جس پر وہ چاہے اس پر وہ غیب کا اظہار فرما دیتا ہے تا کہ ان مغیبات سے جن کی وہ خبر دیتے ہیں ان کی نبوت کچھ دلیل پکڑی جائے اور یہ ان کا معجزہ ہوتا ہے۔

اس تفسیر سے بھی واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ رسولوں میں جس کو پسند فرما لیتا ہے انہیں غیب کا علم عطا فرما دیتا ہے اور یہ غیب خاص ہے جس میں قیامت کا علم ہونا بھی شامل ہے۔

قیامت کی آمد کے متعلق قرآن کریم کی بے شمار آیات اور احادیث کثیرہ میں اس قدر اشارات موجود ہیں کہ ان کا احصا مشکل ہے جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے متعلق پورا علم خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام باوجود جاننے کے بعض امور کے کتمان پر مامور تھے اور بعض کے اظہار پر مامور تھے۔ بعض اسرارِ الٰہیہ خواص کو بتائے گئے اور عوام سے چھپائے گئے اور بعض اسرار سر بمہر رکھ دیئے گئے کہ جو ان کے اہل ہوں وہ معلوم کر لیں اور نا اہل کی چشم سے پوشیدہ ہی رہیں۔ مثال کے طور پر قرآن مجید میں حروف مقطعات کو ہی لے لیجئے۔ ان کے مطالب سے راسخون فی العلم ہی آگاہ ہیں اور دوسرے ان رموز سے

واقف نہیں۔ جیسا کہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی مدارج النبوت میں تحریر فرمایا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک علم ایسا عطا کیا گیا ہے جو کسی کو نہیں دیا گیا کیونکہ اس کے کتمان کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لئے کسی اور سے یہ برداشت نہیں ہوسکتا۔ لیکن افسوس تو یہ ہے کہ جس مخبر صادق آقا دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی تمام علامات بیان فرمائی ہیں وہ علم وقوع قیامت سے لاعلم ہیں۔ چنانچہ صاحب تفسیر صاوی آیہ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَۃِ کے تحت فرماتے ہیں:

المعنی لا یعید علمه غیره تعالیٰ فلاینا فی ان رسول الله صلی الله علیه وسلم لم یخرج من الدنیا حتی اطلعه ما کان وما یکون وما هو کائن ومن جملة علم الساعة (التفسیر صاوی)

معنی یہ ہے کہ قیامت کا علم خدا کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔ پس یہ آیت اس کے خلاف نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف نہ لے گئے۔ یہاں تک کہ ان کو تمام گزشتہ و آئندہ واقعات پر مطلع فرما دیا جن میں قیامت کا علم بھی ہے۔

صاحب تفسیر صاوی کی عبارت سے واضح ہو گیا کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم ہے کہ کب آئے گی۔

ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائیے:

علم عقائد کی معتبر کتاب ''شرح مقاصد'' میں آیت عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ کے تحت یوں درج ہے ملاحظہ فرمائیے:

الخامس من الاعتراضات المعتزلة المنکرین لکرامة الاولیأ قوله تعالیٰ فَلَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ الرسل من بین المرتغیین باطلات علی الغیب فلا

یضلع غیرھم و ان کانوا اولیاء مرتغبین والجواب من اھل السنۃ ان الغیب ھھنا لیس العموم بل مطلق او معین ھووقت وقوع القیامۃ بقریتہ السباق ولا یبعد ان یطلع علیہ بعد الرسل من الملئکتہ اوالرسل فبصح الاستثناء متصلا

(شرح مقاصد، جزالثانی ص ۲۵۰)

معتزلہ جواولیاء کرام کی کرامات کے منکر ہیں وہ کہتے ہیں کہ آیت مذکورہ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ سے صرف رسل کے لئے علم غیب ثابت ہوسکتا ہے اولیاء اللہ کے لئے نہیں۔ تو اہل سنت کی طرف سے جواب یہ ہے کہ یہاں غیب سے مراد عام غیب نہیں بلکہ مطلق یا متعین علم وقوع قیامت ہے کیونکہ یہاں سے آیت شریفہ قیامت کے ذکر میں چلی آرہی ہے۔ لہٰذا بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ بعض رسل وملائکہ یا رسولوں میں سے مطلع فرمادے غیب پر پس استثناء متصل صحیح ہوا۔

شرح مقاصد کی عبارت سے واضح ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے بعض ملائکہ اور پسندیدہ رسول کو وقوعِ قیامت کا علم عطا فرمادیا ہے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ زمانہ قدیم کے اہل سنت اور معتزلہ دونوں فریق اس بات پر متفق تھے کہ آیت میں استثناء الامن ارتضیٰ کا متصل ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے علم غیب عطائی کا قول صحیح ہے اور علم وقوع قیامت بھی ان میں جس کو پسند فرمالینا معنے مطلع فرمادیتا ہے۔ گویا اس زمانہ کے دیو بندیوں وہابیوں سے بدرجہا بہتر تھے۔ اس زمانہ کے دیوبندی تو علم غیب انبیاء کرام علیہم السلام کے بالکل ہی منکر ہیں۔

حتیٰ کہ ان کے بعض مولویوں نے اپنے رسالوں میں عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احداً کے آگے آیت شریف ہی ذکر نہیں کی اور بعض نے بڑی ڈھٹائی اور دیدہ دلیری سے استثناء منقطع لکھ دیا ہے تو بھی مطلق علم کی نفی ہوجائے گی۔ دیکھئے عداوت الرسول سے ان

لوگوں کے سینے کس طرح لبریز ہیں۔

ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔

امام قسطلانی نے ارشاد الساری میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

ولا یعلم متی تقوم ساعة احد الامن ارتضی من رسول فانه یطلع علی من یشاء من علیه والولی تالع یا حدعیه

(ارشاد الساری وھکذا صحیح البخاری، جزء الثانی، ص ۶۸۱)

اور نہیں جانتا کوئی کہ قیامت کب ہوگی مگر رسولوں میں جس کو چن لیتا ہے پس بے شک اس کو مطلع فرما دیتا ہے جس کو کیا ہے اس غیب پر اور ولی بھی تابع اس سے یہ علم ماخوذ کو لیتے ہیں۔

ان تمام دلائل سے آفتاب کی طرح روشن ہو گیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وقوع قیامت کا علم ہے نیز قرآن کریم کی ایک آیت یا کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیامت کا علم نہیں دیا گیا۔ یہ نفی تو ہرگز ہرگز نہیں۔ **و لیس من شرط النبی ان یعلم الغیب بغیر تعلم من الله** تو پھر یہ محض دشمنی رسول کی بناء پر کہنا کہ آپ کو قیامت کا علم نہیں تھا کس قدر ظلم ہے اور ابھی انشاء اللہ آئندہ کئی احادیث آئیں گی۔

اب ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو بھی قیامت کا علم ہے یا کہ نہیں۔

وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اُخْرٰی فَاِذَا هُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ ○

(پ ۲۴، ع ۲، س زمر)

اور جب ہو د پھونکنے والا صور پھونکے گا تو سب بے ہوش ہو جائیں گے جتنے آسمان اور زمین میں ہیں اور پھر صور پھونکے گا۔ دوبارہ جبھی وہ دیکھتے کھڑے ہو جائیں گے۔

اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ صاحب صور حضرت سیدنا اسرافیل علیہ السلام

قیامت سے پہلے صور پھونکیں گے۔ اگر حضرت اسرافیل علیہ السلام کو وقت قیامت معلوم نہ ہوتو پھر صور کیسے پھونک سکتے ہیں:

دوسری آیت ملاحظہ فرمائیے:

وَاسۡتَمِعۡ يَوۡمَ يُنَادِ الۡمُنَادِ مِنۡ مَّكَانٍ قَرِيۡبٍ (پ۲۶، ع۱۶، س ق)

کان لگا کر سنو جس دن پکارنے والا پکارے گا ایک پاس جگہ ہے۔

چنانچہ اسی آیت کے تحت صاحب تفسیر خازن فرماتے ہیں:

قال المفسرون منادی هو اسرافیل یقف علی صحرة بیت المقدس فینادی بالحشر فیقول یا ایها العظام البالیة والارصال المتقطعة واللحوم المتفرقة والشعور المتفرقة ان الله یامر کن ان تجمعن لفصل القضاء (التفسیر الخازن)

مفسرین نے کہا ہے کہ منادی سے مراد حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں جو صخرہ بیت المقدس سے قیامت سے قبل یہ ندا فرمائیں گے۔ اے گلی ہوئی ہڈیوں بکھرے ہوئے جوڑو، ریزہ ریزہ شدہ گوشت، پراگندہ بالو! اللہ تعالیٰ تمہیں فیصلہ کے دن جمع ہونے کا حکم دیتا ہے۔

اس آیت وتفسیر سے یہ معلوم ہوگیا کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام قیامت سے قبل یہ ندا کریں گے اور صور پھونکیں گے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ قیامت کے وقت کا علم حضرت اسرافیل علیہ السلام کو ہے۔ اگر بقول مخالفین کسی کو قیامت کے وقوع کا علم نہیں تو کیا جب قیامت آئے گی۔ اس وقت پہلا صور پھونکا جائے گا، ہرگز نہیں۔ تو تسلیم کرنا پڑے گا جبکہ ایک مقرب فرشتہ صاحب صور کو وقوعِ قیامت کا علم ہے تو کیا حضور سیّد الانس والجان کو وقوعِ قیامت کا علم نہیں ہوسکتا۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

الحمد للہ! ان تمام دلائل صحیحہ سے ثابت ہو گیا کہ حضور آقا یوم النشور علیہ الصلوٰۃ و السلام کو وقوعِ علم قیامت باعلام خداوندی حاصل ہے اگر اس کے باوجود مخالف صاحب انکار ہی میں رہیں تو وہ اپنا ٹھکانا سوچ رکھیں۔

اب علم غیث کہ بارش کب ہو گی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہونا ملاحظہ فرمائیے۔

علم غیث اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

آیت مذکورہ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ سے استدلال کہ بارش کب ہو گی اس کو اللہ ہی جانتا ہے اب اگر یہ کہا جائے کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ نے کسی کو عطا نہیں فرمایا تو یہ بالکل غلط ہے اور آیات قرآنی کا انکار لازم آئے گا۔ چنانچہ سب سے قبل یہ ملاحظہ فرمائیے کہ علم غیث بھی اللہ تعالیٰ نے کسی کو عطا فرمایا ہے یا کہ نہیں۔

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا (پ۲۳،ع۵،س الصفت)

قسم ہے ان کی کہ باقاعدہ صف باندھیں اور پھر ان کو جھڑک کر چلائیں۔

چنانچہ صاحب تفسیر معالم التنزیل اسی آیت شریفہ کے تحت فرماتے ہیں:

یعنی الملئکة تزجر السحاب و تسوقه الخ واما میکائیل مؤکل بالمطر و النبات والارزاق (التفسیر معالم التنزیل)

یعنی ملائکہ ابر بادل کو چلاتے اور حضرت میکائیل علیہ السلام بارش کے برسانے اور سبزہ اور پھلوں کے اُگانے اور رزق پر متعین ہیں۔

قرآن کریم کی آیت شریفہ اور تفسیر سے صاف واضح ہو گیا کہ حضرت سیّدنا میکائیل علیہ السلام مقرب فرشتہ کو یہ علم ہے کہ بارش کب برساتی ہے اور کب نہیں برسائی۔ اگر ان کو قبل بارش کے برسانے کا علم نہ ہو تو وہ بارش کو برسا کیسے سکتے ہیں تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ جب فرشتہ مقرب کو یہ علم عطا کر دیا ہے کہ بارش کب ہونی ہے تو کیا حضور سیّد العالمین علیہ

الصلوٰۃ والسلام کو یہ علم نہیں عطا کیا جاسکتا؟

چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بارش سے قبل یہ فرمانا کہ بارش ہوگی۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علامات قیامت بیان فرماتے ہوئے بارش کے متعلق ارشاد فرمایا:

ثم یرسل اللہ مطرا لا یکن منہ بیت مد ولا وبر (مشکوٰۃ، ص ۴۷۴)

پھر اللہ تعالیٰ ایک عالمگیر مینہ بھیجے گا (برسائے گا) جس سے کوئی کچا مکان اور خیمہ نہیں بچے گا۔

دوسری حدیث شریف میں اس طرح ہے:

ثم یرسل اللہ مطرا کانہ الطل فینبت منہ اجساد الناس ۔

(حدیث مشکوٰۃ باب لاتقوم الساعۃ الاعلی شراء الناس)

پھر بارش ہوگی۔ گویا کہ وہ شبنم ہے پس اس مینہ سے آدمیوں کے جسم اُگیں گے۔

ان دونوں احادیث مبارکہ سے آفتاب کی طرح واضح ہوگیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے بارش ہونے کی خبر قبل از وقت سنائی اور برسوں پہلے اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیث بھی حاصل ہے کہ کب بارش ہونی ہے۔

اب یہ بھی خیال رکھئے کہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بدولت یہ دولت آپ کے خادموں کو بھی میسر ہے۔

چنانچہ صاحب تفسیر عرائس البیان آیۃ مذکورہ وینزل الغیث کے ماتحت فرماتے ہیں:

ولکن کثیرا ما سمعت من الاولیاء یقول یمطر السمآء غدا اولیلا یمطر کما قال سمعنا ان یحیی بن معاذ کان راس قبر ولی وقت دفنہ وقال لعامۃ من حضرو ان ھذا الرجل من

اولیاء اللہ الٰھی انکنت صادقا فانزل علینا المطر قال الراوی فنظرت الی السماء و مارأیت فیھا راحۃ سحاب فانشاء اللہ سبحانہ سحابۃ مثل ترس فمطرت فرجعنا مبتلین

(التفسیر عرائس البیان)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ میں نے اولیاء سے بہت سنا ہے کہ کل کو مینہ برسے یا رات کو پس برستا ہے یعنی اسی روز کو جس روز کی انہوں نے خبر دی ہے اور ہم نے سنا ہے کہ یحیٰ بن معاذ ایک ولی کے دفن کے وقت قبر پر موجود تھے اور انہوں نے عام حاضرین سے کہا کہ یہ شخص یعنی جو دفن کیے گئے ہیں ولی ہیں اور یا الٰہی! اگر میں سچا ہوں تو مینہ برسا دے۔ راوی نے کہا کہ میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو بادل کا پتہ نہ تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے بادل پیدا کر کے مینہ برسایا کہ ہم لوٹ کر بھیگے ہوئے آئے۔

ان تمام دلائل سے ثابت ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی بارش کے برسنے کا علم حاصل ہے اور آپ کی بدولت اولیاء کرام کو بھی بارش برسنے کا علم ہے۔

مخالف صاحبان کے اس قول باطل کا رد ہو گیا کہ علم **ینزل الغیث** کسی کو نہیں معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کو مینہ برسنے کا علم عطا فرماتا ہے۔ اب علم مافی الارحام (ماں کے پیٹ میں کیا ہے) کی تحقیق ملاحظہ فرمائیے کہ کیا یہ علم بھی کسی کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے یا کہ نہیں۔

علم مافی الارحام
اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

آیت میں **و یعلم ما فی الارحام** (کہ جانتا ہے جو ماں کے پیٹ میں ہے) سے بھی اگر یہ مراد لیا جائے کہ فی الارحام کا علم اللہ تعالیٰ نے کسی کو عطا نہیں فرمایا۔ تو بھی

صریح ظلم ہے۔

قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ۝

(پ ۱۶، ع ۴، س مریم)

فرشتہ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تا کہ دوں تجھے ایک پاک لڑکا۔

اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ حضرت سیّدنا جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کو حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے کی بشارت دی۔ ایک تو یہ ہے کہ رحم میں کوئی چیز ٹھہر جائے تو جان لینا۔ لیکن کمال یہ ہے کہ ابھی رحم میں وہ چیز بھی نہیں آئی جس کی خبر ایک فرشتہ مقرب دے رہے ہیں۔ انہیں علم ہے کہ ان کے ہاں لڑکا ہوگا۔

اسی طرح دوسری آیت ملاحظہ فرمائیے:

قَالُوْا لَا تَخَفْ وَ بَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ (پ ۲۶، ع ۱۸، س الذاریات)

کہا ان فرشتوں نے کہا نہ خوف کیجئے اور خوشخبری ہو آپ کو علم والے لڑکے کی۔

اس آیت شریفہ سے بھی واضح ہو گیا کہ ملائکہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت اسحاق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی۔

معلوم ہوا کہ ملائکہ کو ماں کے رحم میں کسی چیز کے قرار نہ پانے کے باوجود بھی یہ علم ہے کہ ان کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا۔

چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فی الارحام کی خبر دینا بھی حدیث صحیحہ سے ملاحظہ فرمائیے۔

فقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رأيت خيرا تلد فاطمة ان شآء الله غلما يكون فى حجرك فولدت فاطمة الحسين .

(حدیث مشکوٰۃ باب مناقب اہلبیت ص ۵۷۲)

پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تو نے جو دیکھا بہتر دیکھا۔ انشاء اللہ میری فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تیری گود میں رہے گا۔ تو پس پیدا ہوئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت حسین (رضی اللہ عنہ)

اس حدیث شریفہ سے معلوم ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مافی الارحام کا علم ہے۔

ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیے:

عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَاتَ بْنٌ لِاَبِیْ طَلْحَةَ مِنْ اُمِّ سُلَیْمٍ فَقَالَتْ لِاَهْلِهَا لَا تُحَدِّثُوْا اَبَا طَلْحَةَ بِابْنِهٖ حَتّٰی اَكُوْنَ اَنَا اُحَدِّثُهٗ قَالَ فَجَآءَ فَقَرَّبَتْ اِلَیْهِ عَشَاءً فَاَكَلَ وَشَرِبَ فَقَالَ ثُمَّ تَصَنَّعَتْ لَهٗ اَحْسَنَ مَا كَانَ تَصَنَّعُ قَبْلَ ذٰلِكَ فَوَقَعَ بِهَا فَلَمَّا رَاَتْ اَنَّهٗ قَدْ شَبِعَ وَاَصَابَ مِنْهَا قَالَتْ یَا اَبَا طَلْحَةَ اَرَاَیْتَ لَوْ اَنَّ قَوْمًا اَعَارُوْا عَارِیَتَهُمْ اَهْلَ بَیْتٍ فَطَلَبُوْا عَارِیَتَهُمْ اَلَهُمْ اَنْ یَّمْنَعُوْهُمْ قَالَ لَا قَالَتْ فَاحْتَسِبِ ابْنَكَ قَالَ فَغَضِبَ وَقَالَ تَرَكْتِنِیْ حَتّٰی تَلَطَّخْتُ ثُمَّ اَخْبَرْتِنِیْ بِابْنِیْ فَانْطَلَقَ حَتّٰی اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ بِمَا كَانَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكُمَا فِیْ غَابِرِ لَیْلَتِكُمَا قَالَ فَحَمَلَتْ ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوطلحہ کا بیٹا جو ام سلیم کے پیٹ سے تھا فوت ہو گیا۔ انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا ابوطلحہ کو خبر نہ کرنا ان کے بیٹے کی۔ جب تک کہ میں خود نہ کہوں۔ آخر ابوطلحہ آئے ام سلیم شام کا کھانا سامنے لائیں انہوں نے کھایا اور پیا۔ پھر ام سلیم نے اچھی طرح بناؤ اور سنگھار کیا۔ ان کے لئے یہاں تک کہ انہوں نے جماع کیا ان سے جب امّ سلیم نے دیکھا کہ وہ سیر ہو گئے اور ان کے ساتھ صحبت بھی کر چکے۔ اس

وقت انہوں نے کہا اے ابوطلحہ اگر کچھ لوگ اپنی چیز کسی گھر والوں کو مانگنے پر دیویں۔ پھر اپنی چیزیں مانگیں تو کیا گھر والے اس کو روک سکتے ہیں۔ ابوطلحہ نے کہا نہیں روک سکتے۔ ام سلیم نے کہا تو میں تم کو خبر دیتی ہوں تمہارے بیٹے کے فوت ہو جانے کی۔ یہ سن کر ابوطلحہ غصے ہوئے اور کہنے لگے تو نے مجھ کو خبر نہ کی۔ یہاں تک کہ میں آلودہ ہوا اب مجھ کو خبر کی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو برکت دے۔ تمہاری گزری ہوئی رات میں ام سلیم حاملہ ہو گئیں۔

اس حدیث شریفہ سے واضح ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شوہر اور زوجہ کے رات والے واقعہ کا بھی علم تھا اور رحم میں علقہ ٹھہر جانے کا علم تھا۔ تو جبھی فرمایا کہ تم کو مبارک ہو۔ چنانچہ اس طویل حدیث کے آخر میں ہے: فولدت غلاما کہ ام سلیم کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ جس کی خبر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے سے فرمادی۔

ثابت ہوا کہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ما فی الارحام کا علم ہے۔ یہ تو بہت بڑا بلند مقام ہے ذرا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلاموں کو بھی ما فی الارحام کا علم ہونا ملاحظہ فرمائیے۔

و اخرج مالك عن عائشة ان ابابكر نملها جدد عشرين و سقا من ماله بالغالة فلى حضرته الوفاة بابنية و الله ما من الناس احد احب الى غنى منك ولا اعز على فقرا بعدى منك و انى كنت نملتك حداو عشرين و مقافلو كنت جدوته و اخردته كان لك وانما هو اليوم مال وارث وانما هواخواك و اختاك فاقسموه على كتاب الله فقالت يابت لو كان كذا و كذا التركته انما هي اسماء فمن الاخرى قال ذوبطن ابنته خارجه اراها جارية واخرجه ابن سعد وقال فى آخره قال ذات بطن

ابنة خارجه قد القی فی ردعی انها جاریه فاستوص بها خیرا فولات ام کلثوم ۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۶۱)

کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک درخت کھجور کے دے دیا تھا جس سے بیس وسق کھجوریں حاصل ہوتی تھیں جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اے بیٹی! خدا کی قسم مجھے تیرا غنی ہونا بہت پسند ہے اور غریب ہونا بہت ناگوار۔ اس درخت سے اب تک جو کچھ تم نے نفع اٹھایا ہے وہ تمہارا تھا لیکن میرے بعد یہ مال وارثوں کا ہے اور وارث تمہارے صرف دو بھائی اور دونوں بہنیں ہیں۔ اس ترکہ کو موافق حکم شرع کے تقسیم کر لینا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ایسا ہو سکتا ہے لیکن میری تو صرف ایک بہن اسماء ہی ہیں۔ آپ نے دوسری کون سی بتا دی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک تو اسماء ہیں۔ دوسری اپنی ماں کے پیٹ میں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ لڑکی ہے۔ پس ام کلثوم پیدا ہوئیں۔

غور فرمائیے کہ حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی مافی الارحام کا علم ہے جنہوں نے یہ خبر دے دی کہ میری بیوی بنت خارجہ جو حاملہ ہیں ان کے ہاں لڑکی پیدا ہوگی۔ چنانچہ ام کلثوم ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں پیدا ہوئیں۔

یاد رہے کہ یہ مذکورہ واقعہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق دیوبندی جماعت کے راہنما مولوی اشرف علی تھانوی نے کرامات صحابہ میں درج کیا ہے۔

ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائیے کہ غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مافی الارحام کا علم ہے۔ حضرت علامہ کمال الدین دمیری حیوۃ الحیوان میں فرماتے ہیں:

و عن ابی لهیعه عن ابی الاسود عن عروة قال لقی رسول اللہ

صلی الله علیه وسلم رجلا من البادية وهو متوجه الى بدرلقيه بالروحا فسئله القوم عن الناس فلم يجدوا عنده خبرا فقالوا له سلم على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال اخيكم رسول الله فقالوا نعم فجاؤا سلم عليه ثم قال ان كنت رسول الله فاخبرنى عما فى بطن ناقتى هذه فقال له سلمة بن سلامه بن وقش و كان غلاما حدثا لا تسئل رسول الله صلى الله عليه وسلم و اقبل على فانا اخبرك عن ذلك تروت عليها فهى بطنها فقالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افحشت الرجل ثم اعرض عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم يكلم بكلمة واحدة حق تفلوا واستقبلهم المسلمون بالروحاء ينهونهم فقال سلمة يا رسول الله ما الذى يهنوك والله ان رائنا الاعجائر صدوا كا لبدن المتعلقة فخرنها فقالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ان لكل قوم فرأسة وانما يعرفها الاشراف . رواه الحاكم فى المستدرك و قال هذا صحيح مرسل و حكاه ابن هشام فى سيرته o

(حیوۃ الحیوان علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ)

خلاصہ

اس طویل عبارت کا مختصر خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میری اونٹنی کے پیٹ میں کیا ہے۔ سلمہ نے کہا اس اعرابی سے کہ ایسی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ پوچھو میری توجہ ہو میں تجھے خبر دیتا ہوں کہ اس کے پیٹ میں تیری حرکت نالائق کا نتیجہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خاموش۔ اور وہ اعرابی

حیرت میں رہ گیا۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے نو عمر صحابی نے پیٹ کا حال بتادیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابی کا یہ سوال سن کر خاموشی فرمائی تا کہ اس کی نالائق حرکت کا پردہ فاش نہ ہو لیکن اس نے اعرابی کو یہ بتادیا کہ اس اونٹنی کے پیٹ میں کس کا علقہ ہے۔

حضور سیّد المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام (فداك ابی و اُمی) کی رؤف رحیمی پر قربان جنہوں نے علم ہونے کے باوجود اس اعرابی کا پردہ فاش کرنا مناسب نہ سمجھا۔

حضرت سلمہ صحابی رضی اللہ عنہ کا یہ خبر دے دینا اس بات کی دلیل ہے کہ آقا دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی شان تو بہت بلند ہے لیکن ان کی بدولت غلاموں کو بھی مافی الارحام کا علم ہوتا ہے یہی وجہ تھی کہ اعرابی حیران ہو گیا۔

اب جو لوگ یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کو مافی الارحام کا علم عطا نہیں فرماتا۔ معلوم نہیں کہ وہ ان احادیث کا کیا جواب دیں گے۔ ہاں جب ان کے پاس کوئی جواب نہ ہو تو یہی ایک جواب دیتے ہیں کہ ایسا عقیدہ رکھنے والے بتمامہ مشرک ہیں حالاں کہ اس کی کوئی صریح دلیل پیش نہیں کر سکتے۔

ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائیے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بستان المحدثین میں فرماتے ہیں:

> نقل فی کنند که والد شیخ ابن حجر را فرزند نمی زیست کشیده خاطر بحضور شیخ، سید، شیخ فرمود از پشتِ تو فرزندمی خواهد بر آمد که بعلم دنیا را پر کند۔

(بستان المحدثین ص ۱۱۴)

یعنی شیخ ابن حجر عسقلانی کے والد ماجد کی اولاد زندہ نہیں رہا کرتی تھی۔ ایک روز رنجیدہ ہو کر اپنے شیخ کے حضور میں پہنچے۔ شیخ نے فرمایا کہ تیری پشت

میں سے ایسا فرزندار جمند پیدا ہوگا کہ جس کے علم سے دنیا بھر جائے گی۔
چنانچہ ابن حجر پیدا ہوئے۔
صاحب تفسیر عرائس البیان آیت ویعلم مافی الارحام کے ماتحت فرماتے ہیں۔
وسمعت ایضاً من بعض الاولیاء اللہ انه اخبر ما فی الرحم من ذکر و انثی ورایت بعینی ما اخبر ○ (التفسیر عرائس البیان)
میں نے بعض اولیاء اللہ سے یہ بھی سنا کہ انہوں نے مافی الرحم کی خبر دی کہ پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی۔ اور میں نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا کہ انہوں نے جیسی خبر دی ویسا ہی وقوع میں آیا۔
ان تمام دلائل سے ثابت ہو گیا کہ ملائکہ صحابہ اور اولیاء اللہ کو بھی مافی الارحام کا علم عطا ہوتا ہے تو پھر حضور سیّد الاولین والاخرین سے یہ علم کیونکر مخفی رہ سکتا ہے جبکہ وہ تمام مخلوقات سے افضل اور اعلم ہیں۔

علم مافی غدا اور
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

آیت میں ہے:
مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۔
کسی کو یہ معلوم نہیں کہ وہ کل کیا کرے گا۔
اس سے بھی اگر یہ کہا جائے کہ علم غدا کسی کو اللہ تعالیٰ نے عطا نہیں فرمایا تو بھی یہ سخت توہین خداوندی ہے۔ علم غداً بتعلیم الٰہی حاصل ہونا ثابت ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ملاحظہ فرمائیے:
وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ○ وَّ النّٰشِطٰتِ نَشْطًا ○ وَّ السّٰبِحٰتِ سَبْحًا ○ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ○ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ○ (پ ۳۰، ع ۲، س والنزعت)

قسم ہے ان کی کہ سختی سے جان کھینچیں اور نرمی سے بند کھولیں اور آسانی سے
پھیریں۔ پھر آگے بڑھ کر جلد پہنچیں پھر کام کی تدبیر کریں۔

اس آیت شریف میں مدبرات امرا سے یہ معلوم ہو گیا کہ جو ملائکہ مقربین تدبر پر
متعین ہیں ان کو یہ علم ہے کہ کل کیا ہونا ہے۔

چنانچہ حدیث شریف سے اس کی تصدیق ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت ابن مسعود رضی
اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

**ان یخلق احد کم بجمع فی بطن امه اربعین یوما نطفة ثم
یکون نطفة ثم یکون علقة مثل ذلك ثم یبعث الله الیه ملکا
باربعة کلمات فیکتب عملهٔ و اجله ورزقه و شقی او سعید
ثم ینفخ فیه الروح** (المشکوٰۃ شریف باب الایمان والقدر ص۲)

تحقیق تم میں سے ہر ایک کی پیدائش کی صورت یہ ہے کہ چالیس دن نطفہ کو
پیٹ کے اندر کھا جاتا ہے۔ پھر یہ نطفہ جمے ہوئے خون کی شکل میں تبدیل ہو
کر چالیس دن تک رہتا ہے۔ پھر چالیس دن گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے۔ اس
کے بعد خدا تعالیٰ اس مضغہ کے پاس ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے جو اس کے
اعمال، موت کا وقت اور ذریعہ رزق اور اس کا شقی یعنی بدبخت وسعید یعنی
نیک ہونا لکھتا ہے۔ پھر اس مضغہ میں رُوح پھونکی جاتی ہے۔

اس حدیث شریفہ سے بخوبی واضح ہو گیا کہ فرشتے کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کب تک
زندہ رہے گا اور کیا عمل کرے گا۔ اس کو رزق کس ذریعہ سے ملے گا۔ کل تو درکنار تمام عمر
کے احوال سے خبردار ہوتا ہے۔

اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی کل کی خبر دینا ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت سہل بن سعد
رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

قال یوم خیبر لا عطین هذه الرایة غدا رجلا یفتح الله علی

یدیہ یحب اللہ ورسولہ و یحبہ اللہ و رسول

(المشکوٰۃ باب مناقب علی بن ابی طالب ص ۵۶۳)

کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم خیبر میں کہ میں کل یہ جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا اللہ اس کے ہاتھ پر فتح دے گا اور وہ شخص اللہ ورسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ ورسول اس شخص کو دوست رکھتے ہیں۔

چنانچہ ایسے ہی ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مافی غدا کا علم ہے جبکہ ملائکہ مقربین کو کل کی خبر ہے تو حضور آقا دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ امر کیسے مخفی رہ سکتا ہے۔

اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم بای ارض تموت (کہ کب کوئی مرے گا اور کہاں مرے گا) کا علم ہونا ملاحظہ فرمائیے۔

علم بای ارض تموت اور
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

آیت بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ (کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں پر مرے گا) یہاں بھی اس علم کے عطا ہونے کی نفی نہیں ہے بلکہ یہ علم بھی اللہ تعالیٰ کا اپنے خاص محبوبوں کو عطا فرمانا ثابت ہے۔

چنانچہ آیت شریفہ ملاحظہ فرمائیے:

قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَّلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝ (پ۲۱، ع۳، س سجدہ)

فرمادیجئے کہ تمہاری موت کے لئے ملک الموت ہے جو کہ تمہیں مارتا ہے اور تم سب نے اس کی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

اس آیہ شریفہ سے معلوم ہوا کہ حضرت سیّدنا عزرائیل علیہ السلام ملک الموت

جانوں کے قبض کرنے والے ہیں۔ اور جان بھی جبھی قبض کر سکتے ہیں جبکہ معلوم ہو کہ جس کی موت آنی ہے وہ کہاں ہے اور اس کا وقت کب متعین ہے۔ ثابت ہوا کہ ملک الموت حضرت عزرائیل علیہ السلام کو ہر ایک کے مرنے کا وقت اور مرنے کی جگہ معلوم ہے۔ لہٰذا بای ارض تموت کو جانتے ہیں۔

اب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بای ارض تموت کا علم ہونا حدیث شریفہ سے ملاحظہ فرمائیے:

قال عُمَرُ اَنَّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرینا مصارع اھل بدر بالامس ویقول ھذا مصرع فلان غدا ھذا مصرع فلان غد ان شاء اللہ قال عمر الذی بعثه بالحق ما اخطاؤا الحدود التی حدھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(المشکوٰۃ شریف۔ باب المعجزات ص ۵۴۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے ایک روز قبل ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مقامات دکھا دیئے جہاں پر وہ کفار قتل کئے جائیں گے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کل فلاں یہاں پر مرے گا ان شاء اللہ۔ کل فلاں یہاں پر مرے گا انشاء اللہ۔ حضرت عمر قسم کھا کر کہتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا کہ جہاں جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کافروں کے مرنے کے نشانات لگائے وہاں پر ہی وہ مرے اور ذرا اس نشان سے متجاوز نہیں ہوئے۔

اس حدیث شریفہ سے دو باتیں معلوم ہو گئیں،

ایک تو یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی علم ہے کہ کل کیا ہوگا۔

دوسرے یہ بھی معلوم ہے کہ کون کہاں پر مرے گا۔

ثابت ہو گیا کہ علم مافی غدا اور بای ارض تموت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔

الحمدللہ رب العالمین مخالفین نے اس علوم خمسہ کے متعلق جو شبہ پیدا کیا تھا اس کا قلع قمع ہو گیا کہ امورِ خمسہ کا علم بتعلیم الٰہی انبیاء وصحابہ اور اولیاء کو حاصل ہے۔

تو یہ کہنے والے کہ حضرت کو بتعلیم الٰہی بھی امورِ خمسہ کا علم نہ تھا یا کسی کو مخلوقات میں سے ان امورِ خمسہ کا علم دیا جاتا۔ وہ جاہل اور مخبوط الحواس اور دین سے بے بہرہ اور بد نصیب ہیں کہ اپنی من گھڑت بات کے مقابل خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو بھول گئے ہیں اور قرآن سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرنا کہ بتعلیم الٰہی بھی ان امورِ خمسہ کو کوئی نہیں جان سکتا۔ یہ صریح کفر ہے۔ جیسا کہ امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں فرمایا ہے:

و اذ كان كذلك مشاهدا محسوسافا لقول جان القراٰن تدل علافلاقه مما يجر الطعن الى القراٰن و ذلك باطل ۔

اب یہ بات صاحب تفسیر کبیر کے کلام سے واضح ہوئی۔

جبکہ علم قیامت اور علم غیث اور علم مافی الارحام اور مافی غدا اور بای ارض تموت امور خمسہ ملائکہ مقربین اور صحابہ کرام اور آپ کی اُمت مرحومہ کے ساتوں قطب اس کے عالم ہیں اور غوثوں کا مرتبہ قطبوں سے بھی بالاتر ہے۔ پھر وہ کس طرح اس کے عالم نہ ہوں گے۔

اور سیّد الاولین والآخرین محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی بارگاہ مقدسہ کے نیاز مند بھی اس کے عالم ہیں تو پھر حضور سرورِ دو جہاں آقا دو عالم محمد رسول اللہ پر کیسے مخفی رہ سکتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر چیز کا سبب ہیں اور عالم کی ہر شے کا وجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی بدولت اور حضور ہی سے ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

ہو سکتا ہے کہ مخالف صاحبان یہ بھی کہہ بیٹھیں کہ علوم خمسہ کا علم جو ملائکہ مقربین کو ہونا ثابت ہے۔ یہ علم ان کو اس لئے عطا ہوا ہے کہ ملائکہ اپنی ڈیوٹیوں کو سرانجام دینے کے

لئے اس پر مطلع ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تو یہ ڈیوٹی نہیں ہے۔ اس لئے ملائکہ مقربین کا علوم خمسہ کو اپنی ڈیوٹی کی ذمہ داری کی بنا پر علم ہے اور یہ امور نبی اللہ کے علم میں ہونا ضروری نہیں۔

اس سوال کا جواب میں چند الفاظ میں ہی دیئے دیتا ہوں کہ ایک طرف تو مخالفین حضرات امور خمسہ کو صرف خدا ہی کے لئے ہونا مانتے ہیں اور اسی پر زور دیتے ہیں کہ ان امور پر اللہ تعالیٰ نے کسی کو مطلع نہیں فرمایا۔

اور دوسری طرف یہ کہنے میں کس طرح حق بجانب ہو سکتے ہیں کہ ان امور پر ملائکہ کو ڈیوٹی سرانجام دینے کے لئے مطلع کیا گیا ہے۔

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زُلف دراز میں
آج آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

عجب بات ہے کہ ایک طرف تو عطائے خداوندی کے منکر اور دوسری طرف ملائکہ کو ان امور پر مطلع ہونے کے قائل پس ہمارا مدعا ثابت جب کہ ملائکہ عظام کو امورِ خمسہ بتعلیم الٰہی حاصل ہو سکتے ہیں تو جو ساری کائنات کے ملک وانس و جان کے رسول ہیں وہ بھی بتعلیم الٰہی ان امور پر مطلع ہیں جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے اور ملائکہ کے لئے یہ امورِ خمسہ ہونا تسلیم کریں تو پھر بات کھل گئی کہ عداوت صرف رسول خدا ہی سے ہے۔

پہلے اپنے عقیدہ کی تو صحیح درستگی فرمالیجئے۔ پھر بات کیجئے۔

یہ معلوم ہوا کہ مخالفین کا یہ شبہ بھی ان کی غلط فہمی ہی کا نتیجہ ہے۔ اب مزید توجہ فرمائیے کہ کیا حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام علوم ان علوم خمسہ کے علاوہ بھی جانتے ہیں۔

علومِ لوح وقلم

اور علومِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ کے علم میں کوئی ایسی شے پیدا نہیں فرمائی گئی ہے جس کا لوحِ محفوظ میں ذکر ہو اور جو چیزیں قیامت تک ہونے والی ہیں ان سب کا ذکر تفصیلی کتاب لوحِ محفوظ میں درج ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ واضح ہے:

وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ○

(پ۲۰، ع۱، س النمل)

اور جتنے غیب ہیں آسمانوں اور زمین کے سب ایک بتانے والی کتاب میں ہیں۔

اسی آیت کریمہ کے ماتحت علامہ علاء الدین تفسیر خازن میں فرماتے ہیں:

ای جملة غائبة من مکتوم سر و خفی امر و شیء غائب (فی السماء والارض الا فی کتب مبین) یعنی فی اللوح المحفوظ

(تفسیر خازن، جزء الخامس)

یعنی جتنے غیب مکتوم اسرار اور خفیات امور اور جو چیزیں غائب ہیں آسمانوں اور زمین میں۔ وہ ایک کتاب یعنی لوح محفوظ میں ہیں۔

اس آیت وتفسیر سے واضح ہو گیا کہ تمام زمین و آسمان میں جتنے غیب اور بھید اور خفیہ امور ہیں۔ سب اس کتاب لوح محفوظ میں موجود ہیں۔

دوسری آیت ملاحظہ فرمائیے:

وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ○ (پ۷، ع۱۲، س الانعام)

اور کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک مگر یہ کہ سب ایک روشن کتاب میں لکھا ہے۔

اس آیت کریمہ کے ماتحت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

و فائدة هذا الكتب امور احدما انه تعالیٰ كتب هذه الاحوال فی اللوح المحفوظ لتقف الملئكة علی نفاذ علم الله فی المعلومات فیكون ذلك عبرة تامه للملئكة المؤكلین باللوح المحفوظ لانهم یقابلون به ما یحدث فی صحیفة هذا العالم فتجد ونه مرافقاله (تفسیر کبیر رازی)

اس لکھنے میں چند فائدے ہیں۔ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان حالات کو لوح محفوظ میں اس لئے لکھا تھا تا کہ ملائکہ خبردار ہو جائیں اور ان معلومات کے جاری ہونے پر پس یہ بات فرشتوں کے لئے پوری عبرت بن جائے جو لوح محفوظ پہ مقرر ہیں کیونکہ وہ فرشتے ان واقعات کا اس تحریر سے مقابلہ کرتے ہیں جو عالم میں نئے سے نئے ہوتے رہتے ہیں تو اس کو لوح محفوظ کے مطابق پاتے ہیں۔

اس آیت وتفسیر سے بھی واضح ہو گیا کہ لوح محفوظ میں ہر خشک وتر و ہر دانہ موجود ہے اور اس لوح محفوظکو ملائکہ جانتے ہیں۔

تیسری آیت ملاحظہ فرمائیے:

وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْۤ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ (پ۲۲،ع۱۸،س یٰسین)

اور ہر شے ہم نے ایک روشن پیشوا میں جمع فرمادی۔

اس آیت شریفہ میں بھی امام مبین سے مراد لوح محفو ہے جس میں ہر شے جمع ہے۔ کوئی چیز ایسی نہیں جو اس میں نہ ہو۔ ہکذا فی معالم التنزیل

چوتھی آیت ملاحظہ فرمائیے۔

وَكُلُّ صَغِيرٍ وَّ كَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ (پ۲۷،ع۹:س القمر)

اور ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔

اس آیت کریمہ میں بھی لوح محفوظ مراد ہے جس میں ہر چھوٹی بڑی شے موجود ہے۔

ان تمام آیات طیبات وتفاسیر سے خوب معلوم ہو گیا کہ لوح محفوظ میں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزیں لکھ دی ہیں۔

اور ایک حدیث بھی ملاحظہ فرمائیے:

عَنْ عِبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ فَقَالَ لَهٗ اُكْتُبْ قَالَ مَا اَكْتُبُ قَالَ اُكْتُبِ الْقَدْرَ فَكَتَبَ مَا كَانَ وَمَا هُوَ كَائِنٌ اِلَى الْاَبَدِo

(المشکوۃ باب الایمان والقدر ص ۲۰)

حضرت عبادہ بن صامت سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سب سے پہلے جو چیز پیدا کی اللہ نے وہ قلم ہے۔ خدا نے قلم سے فرمایا لکھ۔ قلم نے عرض کیا کیا لکھوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تقدیر کو لکھ۔ چنانچہ جو کچھ ہو چکا تھا اور جو ہونے والا تھا سب قلم نے لکھا۔

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ قلم کو اللہ تعالیٰ نے ما کان وما یکون کے علوم عطا فرمائے اور اس قلم نے تمام تقدیرات کو لوح پر لکھ دیا۔

اب جس کتاب لوح محفوظ میں زمینوں آسمانوں کے تمام غیوب لکھے ہوئے ہیں ان تمام کو ملائکہ مقربین جانتے ہیں اور قلم کو بھی تمام علوم عطا فرما دیئے گئے۔

اب یہ ملاحظہ فرمائیے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے کتنے علوم رکھے ہوئے ہیں۔

مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ تَفْصِيْلَ كُلِّ شَىْءٍ (پ۱۳، ع۵،س یوسف)

قرآن وہ بات نہیں جو بنائی جائے بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور ہر شے کا مفصل بیان ہے۔

اس آیہ کریمہ سے واضح ہوگیا کہ قرآن کریم میں ہر شے موجود ہے کوئی چیز ایسی نہیں جو کہ اس کتاب میں موجود نہ ہو۔

دوسری آیت ملاحظہ فرمائیے:

وَتَفْصِيلَ الْكِتٰبِ لَارَيْبَ فِيْهِ (پ۱۱، ع۸، س یونس)

اور یہ قرآن سب کی تفصیل ہے اس میں کچھ شک نہیں۔

چنانچہ صاحب تفسیر جلالین اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں:

تفصیل الکتب تبین ما کتب اللہ تعالیٰ من الاحکام وغیرھا

(التفسیر جلالین)

یہ تفصیلی کتاب ہے اس میں وہ احکام اور ان کے سوا دوسری چیزیں بیان کی جاتی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دی ہیں۔

تیسری آیت ملاحظہ فرمائیے:

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ (پ۷، ع۹، س الانعام)

ہم نے اس کتاب میں کوئی چیز اٹھا نہیں رکھی۔

صاحب تفسیر خازن اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں:

ان القران مشتمل علی جمیع الاحوال (تفسیر خازن)

بے شک قرآن تمام احوال پر مشتمل ہے۔

صاحب تفسیر عرائس البیان اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں:

ای مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ ذکر احد من الخل قلکن لا یبصر ذکرہ فی الکتاب الا المؤید وان بانوار المعرفۃ

(تفسیر عرائس البیان)

یعنی اس کتاب میں مخلوقات میں سے کسی کا ذکر نہیں چھوڑا مگر اس کو کوئی اس آدمی کے سوا نہیں دیکھ سکتا جس کی تائید انوارِ معرفت سے کی گئی ہو۔

علامہ شعرانی طبقات الکبریٰ میں اسی آیت ما فرطنا کے متعلق فرماتے ہیں:

لو فتح اللہ عن قلوبکم اقفال السدد لا طلعتم علی ما فی القران من العلوم واستغنیتم عن النظر فی سواہ فان فی جمیع ما رقم فی صفحات الوجود قال اللہ تعالیٰ ما فرطنا فی الکتب من شیء۔

اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کے قفل کھول دے تو تم ان علموں پر مطلع ہو جاؤ جو قرآن میں ہیں اور تم قرآن کے سوا دوسری چیز سے لاپرواہ ہو جاؤ کیونکہ قرآن میں وہ چیزیں ہیں جو وجود کے صفحوں میں لکھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اس کتاب میں کوئی شے نہیں چھوڑی۔

تفسیر اتقان میں بھی یہ درج ہے:

ما من شیء فی العالم الا ھو فی کتاب اللہ تعالیٰ۔

عالم میں کوئی شے ایسی نہیں جو قرآن میں درج نہ ہو۔

ان تمام دلائل سے یہ ثابت ہوا کہ لوح محفوظ میں جمیع علوم ہیں اور لوح محفوظ کی تفصیل قرآن کریم میں ہے تو حضور آقا نامدار احمد مختار علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے عالم ہوئے۔ جیسا کہ ابتدا میں بیان ہو چکا ہے تو لوح محفوظ اور قرآن کے تمام علوم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جانتے ہیں۔

حق تبارک وتعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان تمام علوم سے جو قلم نے لوح پر لکھے مطلع فرمایا۔ لوح وقلم متناہی ہیں۔ جو کچھ ان میں ہے متناہی ہے اور متناہی پر متناہی کا محیط ہونا جائز ہے۔ لوح وقلم کے علوم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم کا ایک جز ہیں۔ جیسا کہ علومِ الٰہی کا ایک جز ہیں۔

چنانچہ امام اجل علامہ محمد بوصیری شرف الحق والدین رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بردہ شریف ص ۳۵ میں فرماتے ہیں:

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَ ضَرَّتَهَا
وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

اے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے دریائے عطاو سخامیں سے دنیا و عقبیٰ ہے اور لوح و قلم کا تمام علم آپ کے علوم سے ایک حصہ ہے۔

علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ حل العقیدہ شرح قصیدہ بردہ شریف میں مذکور الفاظ کی تشریح فرماتے ہیں:

تَوْضِيْحُهٗ اَنَّ الْمُرَادَ بِعِلْمِ اللَّوْحِ مَا اُثْبِتَ فِيْهِ مِنَ النُّقُوْشِ الْقُدْسِيَّةِ وَالصُّوَرِ الْغَيْبِيَّةِ وَ بِعِلْمِ الْقَلَمِ مَا اَثْبَتَ فِيْهِ كَمَا شَآءَ وَالْاِضَافَةُ لِاَدْنٰى مُلَابَسَةٍ وَكَوْنُ عِلْمُهَا مِنْ عُلُوْمِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ عُلُوْمَهٗ تَتَنَوَّعُ اِلَى الْكُلِّيَّاتِ وَالْجُزْئِيَّاتِ وَحَقَائِقَ وَ عَوَارِفَ وَ مَعَارِفَ تَتَعَلَّقُ بِالذَّاتِ وَ الصِّفَاتِ عِلْمُهَا اِنَّمَا يَكُوْنُ سَطْرًا مِّنْ سُطُوْرِ عِلْمِهٖ وَ نَهْرًا مِّنْ بُحُوْرِ عِلْمِهٖ ثُمَّ مَعَ هٰذَا هُوَ مِنْ بَرَكَتِهٖ وَ وُجُوْدِهٖ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

یعنی توضیح اس کی یہ ہے کہ علوم سے مراد نقوش قدس و صور غیب ہیں جو اس میں منقوش ہوئے اور قلم کے علم سے مراد وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے جس طرح چاہا اس میں ودیعت رکھے۔ ان دونوں کی طرف علم کی اضافت ادنیٰ علاقے یعنی محلیت نقش و اثبات کے باعث ہے اور ان دونوں میں جس قدر علوم ثبت ہیں ان کا علم علوم محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک پارہ ہونا ہے۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم بہت اقسام کے ہیں۔ علوم کلیہ، علوم جزئیہ، علوم حقائق اشیاء و علوم اسرار خفیہ اور وہ علوم اور معرفتیں کہ ذات و

صفات حضرت حق سبحانہٗ سے متعلق ہیں اور لوح وقلم کے جملہ علوم علوم محمد یہ کی سطروں میں سے ایک سطر اور ان دریاؤں میں سے نہریں ہیں پھر بعینہٖ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کی برکت وجود سے تو ہیں اگر حضور نہ ہوتے تو نہ لوح وقلم ہوتے اور نہ ان کے علوم۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ و بارک وسلم۔

مولانا علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے کتنا صاف واضح ہوگیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم کی وسعت کا عالم یہ ہے کہ لوح وقلم کے علوم آپ کے علوم کے سمندر میں سے ایک نہر اور آپ کے علوم وسیعہ کی سطروں میں سے ایک حرف ہیں۔

علامہ شیخ ابراہیم بیجوری رحمہ اللہ شرح بردہ شریف میں ومن علومك کے تحت فرماتے ہیں:

فَاِنْ قِیْلَ اِذَا کَانَ عِلْمِ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ بعض علوم صلی اللہ علیہ وسلم فما البعض الاخر اُجِیْبَ بِاَنَّ الْبَعْضَ الْاٰخِرَ ھُوَ مَا اَخْبَرَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مِنْ اَحْوَالِ الْاٰخِرَۃِ لِاَنَّ الْقَلَمَ اِنَّمَا کَتَبَ فِی اللَّوْحِ مَا ھُوَ کَائِنٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ (شرح بردہ لعلامہ ابراہیم مطبوعہ مصر ص ۴۷)

یعنی اگر یہ کہا جائے کہ جب علوم لوح وقلم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کا بعض ٹھہرا تو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم میں باقی کیا رہ گیا۔ تو جواب دیا جائے گا کہ باقی احوال آخرت میں جن کی اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع فرمائی کیونکہ قلم نے لوح میں قیامت تک کے امور ہی تو لکھے ہیں۔

علامہ ابراہیم بیجوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس کلام سے واضح ہوگیا کہ علم لوح وقلم حضور آقا یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم کا بعض ہے تو آپ کے علوم باقی احوال آخرت

کے بھی علوم ہیں۔

علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری مرقاۃ المفاتیح علوم لوح وقلم سے مطلع ہونے کے بارہ میں فرماتے ہیں:

ان للغيب مبادی و لواحق فمبا ديها لا يطلع عليه ملك مقرب ولا نبی مرسل و اما للواحق فهو ما ظهره الله تعالیٰ علی بعض احبابه لوحة علم و خرج بذالك عن الغيب المطلق و صار غيبا اضافيا و ذلك اذا قنورت الروح القدسية و اذا داد نورانيتهما و اشراقها بالاعراض عن ظلمة عالم الحس و بتجلية القلب عن مداء البطيعة المواظبة علی العلم و العمل و فيضان الانوار الالٰهية حتی يقری النور و ينبسط فی فضاء قلبه و تنعكس فيه النقوش المرتسمه فی اللوح المحفوظ و يطلع علی المغيبات و يتصرف فی عالم السفلی بل يتجلی خيئذن الفياض الاقدس و بمعرفة التی هی اشرف العطايا فكيف بغيره (المرقات المفاتیح جزء الاول ص ۵۴)

یہ ہے کہ غیب کے مبادی پر کوئی ملک مقرب و نبی و مرسل مطلع نہیں۔ البتہ غیب کے لواحق پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض احباب کو مطلع فرمایا ہے جس کے علوم میں سے ایک لوح کا علم بھی ہے اور غیب اضافی ہے اور یہ جب ہے کہ جب روح قدسیہ منور ہوتی ہے اور عالم جس کی ظلمت اور تاریکی سے اعراض کرنے دل صاف ہونے علم وعمل پر مواظبت کرنے اور انوارِ الٰہیہ کے فیضان کے باعث ان کی نورانیت اور اشراق زیادہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے دل میں نور قوی منبسط ہو جاتا ہے اور لوحِ محفوظ کے نقوش اس میں منعکس ہو جاتے ہیں اور یہ مغیبات پر مطلع ہو جاتا ہے اور عالم سفلی میں

تصرف کرتا ہے بلکہ اس وقت خود فیاض اقدس جل شانہ اپنی معرفت کے ساتھ تجلی فرماتا ہے اور یہی بڑا عطیہ ہے۔ جب یہی حاصل ہوا تو اور کیا رہ گیا۔

اس عبارت سے یہ تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے احباب کے دل میں ایسا روشن نور عطا فرماتا ہے جس میں لوحِ محفوظ اس طرح منعکس ہو جاتی ہے جیسے آئینہ میں صورت اس نور پاک سے اللہ تعالیٰ کے احباب غیبوں پر مطلع ہوتے ہیں۔ عالم میں تصرف کرتے ہیں بلکہ خود حق تعالیٰ ان کے دلوں میں تجلی فرماتا ہے۔ تو انبیاء صلوٰۃ اللہ علیہم (اولیاء قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم) ہی اللہ تعالیٰ کے احباب میں ہیں اور یہ رُتبے انہی کو حاصل ہیں۔

صاحب کتب الابریز اپنے شیخ سے نقل فرماتے ہیں:

واقوی الارواح فی ذلک روحه صلی الله علیه وسلم فانها لم یحجب عنها شیء من العالم فهی مطلعة علی عروشه و علوه و سفله و دنیاه و اخرته و ناره و جنته لان جمیع ذلك علی خلق لاجله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فتمیزه علیه السلام خارق لهذه العوالم باسرها فعنده تمیز فی اجرام السموت من این خلقت و متی خلقت و لم خلقت و الی این تعیر فی جرم کل سماء و عنده تمیز فی ملئکته کل سماء و این خلقوا و حتی خلقوا والی این یعیرون و تمیز اختلاف مراتبهم و منتهی درجاتهم و عنده علیه السلام تمیز فی العجب السبعین و ملئکة کل حجاب علی الصفة السابقة و عنده علیه السلام تمیز فی اجرام النیرة التی فی العالم العلوی مثل النجوم و الشمس و القمر و اللوح و القلم و البرزخ

والارواح التی فیہ علی الوصف السابق و کذا عندہ علیہ الصلوۃ و السلام تمیز فی الجنان و درجاتھا و عدد سکانھا و مقاماتھم فیھا و کذا ما بقی من العوالم و لیس فی ھذا مزاحمۃ للعلم القدیم الازلی الذی لانھایۃ لمعلوماتہ و ذلک لان ما فی العلم القدیم ینھر فی ھذہ العوالم فان اسرار الربوبیۃ و اوصاف الا لوھیت التی لا نھایۃ لھا لیست من ھذا العالم فی شیء (کتاب الابریز ص ۴۳)

اس طویل عبارت کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ اس امتیاز میں سب سے زیادہ قوی روح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے کہ اس رُوح پاک سے عالم کی کوئی شے پردہ میں نہیں۔ یہ روح پاک عرش اور اس کی بلندی پستی، دنیا و آخرت جنت و دوزخ سب پر مطلع ہے کیونکہ یہ سب اسی ذات مجمع کمالات کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم آپ کی تمیز ان جملہ عالموں کی خارق ہے۔ آپ کے پاس اجرام سموت کی تمیز ہے کہ کہاں سے پیدا کئے گئے۔ کیوں پیدا کئے گئے۔ کیا ہو جائیں گے اور آپ کے پاس ہر ہر آسمان کے فرشتوں کی تمیز ہے اور اس کی بھی کہ وہ کہاں سے اور کب پیدا کئے گئے اور کہاں جائیں گے اور ان کے اختلاف مراتب ومنتہا کی بھی تمیز ہے اور ستر پردوں اور ہر ہر پردہ کے فرشتوں کے جملہ حالات کی بھی تمیز ہے۔ علوی کے اجرام نیزہ ستاروں، سورج، چاند، لوح وقلم، برزخ اور اس کی ارواح کی بھی ہر طرح امتیاز ہے۔ اسی طرح ساتوں زمینوں اور ہر ہر زمین کی مخلوقات خشکی وتری جملہ موجودات کا بھی ہر ہر حال معلوم ہے۔ اسی طرح تمام جنتیں اور ان کے درجات اور ان کے رہنے والوں کی گنتی و مقامات سب معلوم ہیں۔ ایسے ہی سب جہانوں کا علم ہے اور اس علم میں

ذاتِ باری تعالیٰ کے علم قدیر ازلی جس کے معلومات بے انتہا ہیں۔ کوئی مزاحمت نہیں کیونکہ علم قدیم کے معلومات اس عالم میں منحصر ہیں۔ ظاہر ہے کہ اسرار ربوبیت اوصاف الوہیت جو غیر متناہی ہیں اس عالم سے ہی نہیں۔ انتہی

صاحب کتاب الابریز کی یہ نفیس تقریر مخالفین کے اوہام باطلہ کا کافی علاج ہے۔ وہ صاف تصریح فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح قدس سے عالم کی کوئی شے عرشی ہو یا فرشی، دنیا کی ہو یا آخرت کی پردہ وحجاب میں نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام سب کے عالم ہیں اور ذرّہ ذرّہ حضور سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر روشن ہے۔ بایں ہمہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کو علم الٰہی سے کوئی نسبت نہیں۔ کیونکہ علم الٰہی غیر متناہی ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم خواہ کتناہی وسیع ہو متناہی کو غیر متناہی سے نسبت ہی کیا۔

مخالفین جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علم سے واقف نہیں حضرت حق جلا وعلا کی عظمت کیا جانیں۔ جب یہ لوگ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت سنتے ہیں تو گھبرا جاتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا علم اس سے زیادہ کیا ہوگا۔ پس خدا اور رسول کو برابر کر دیا۔ یہ ان کی نادانی ہے کہ وہ علم الٰہی کو عالم میں منحصر خیال کریں یا علم متناہی کے برابر ٹھہرائیں۔

مسلمان ان دونوں میں فرق کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو اس کی وسعت کے ساتھ تسلیم کرتے ہیں اور عطائے الٰہی کا اقرار کرتے ہیں اور علم الٰہی کو اس کی بے مثال عظمت کے ساتھ مخصوص بحق مانتے ہیں۔

درحقیقت علم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکار کرنے والے جو اہل سنت پر مساوات ثابت کرنے کا الزام لگاتے ہیں۔ علم الٰہی کو متناہی سمجھتے ہیں مبتلا ہیں اور خداوند عالم کی تنقیص کرتے ہیں اور سچ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم وقدرت سے واقف ہوتے تو

حضور آقا یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسعت علم کا انکار نہ کرتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا انکار وہی کریں گے جو خداوند قدس کی قدرت وعظمت سے بے خبر ہیں اگر ان حضرات کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علمی ماننے پر اہل سنت مشرک ہی ٹھہرے تو پھر وہ خود ہی اس شرک میں مبتلا ہیں۔ جیسا کہ ان کی کتابوں سے ظاہر ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

مخالفین کا عقیدہ

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شیطان سے بھی کم ہے

وہابیہ دیوبندیہ کے مولوی خلیل احمد انبیٹھوی مصدقہ مولوی رشید احمد گنگوہی کتاب براہین قاطعہ میں رقم طراز ہیں:

(بلفظہٖ) الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان وملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔ الخ ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں کہ علم آپ کا ان امور میں ملک الموت کے برابر بھی ہو۔ چہ جائیکہ زیادہ۔

براہین قاطعہ کی مذکورہ دو عبارتوں سے جو چیز بداہتہً سامنے ہے وہ یہ ہے:

(۱) شیطان اور ملک الموت کا علم زمین کو محیط ہے۔

(۲) اور یہ نص قطعی سے ثابت ہے۔

(۳) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محیط زمین کا علم ماننا شرک ہے۔

(۴) کیونکہ یہ نص سے ثابت نہیں۔

(۵) شیطان کا علم حضور علیہ السلام سے وسیع ہے۔

(۶) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ملک الموت کے برابر بھی نہیں چہ جائیکہ زیادہ۔

ناظرین انصاف کی نظر سے توجہ فرمائیں کہ ان حضرات نے شیطان و ملک الموت کی وسعت علمی نص سے ثابت مان لی ہے اور فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وسعت علمی کا قائل ہونا شرک بتا دیا۔ (نعوذ باللہ من ذلک) اس کے کیا معنے اگر بفرض محال یہ وسعت غیر خدا کے لئے تجویز کرنا اور مان لینا شرک ہے تو بھلا شیطان اور ملک الموت کے لئے تسلیم کرنا کیوں شرک نہیں اور اس پر طرہ یہ کہ وہ نص سے ثابت کہہ رہے ہیں یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ شرک نص سے ثابت ہے۔ معاذ اللہ۔

اب میں پوچھتا ہوں کہ مخالف صاحبان کے نزدیک شیطان اور ملک الموت مخلوقات میں ہیں یا کہ نہیں۔ اگر نہیں تو پھر کیا ٹھکانا اور اگر کہیئے کہ ہاں مخلوق ہیں تو براہین قاطعہ کی عبارت مذکورہ کے اعتبار سے شرک ہے۔ تو بتلائیے کہ پھر اس حکم کے بموجب مشرک ہونا تسلیم کریں گے یا کہ انکار۔

ذرا اپنا عقیدہ انصاف کے میزان میں تول کر خود اپنے ہی انصاف پر آفرین کہیئے۔

جناب رسالت مآب عدیم النظیر یعنی نبی علیم وخبیر کے عدیم المثل و بے نظیر ہونے کے انکار میں تو محالات تک تحت قدرت بتائیں۔ کذب جیسے قبیح امر کو خدائے پاک کے لئے جائز کہیں اہل سنت کو منکر قدرت قرار دیں۔ معاذ اللہ۔ اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کے علم کے انکار میں اللہ تعالیٰ کو تعلیم پر قادر نہ جانیں اور آنکھیں بدل کر صاف کہہ جائیں کہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے بھی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم نہیں آسکتا۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ یا تو وہ علام الغیوب تعلیم پر قادر نہیں۔ نعوذ باللہ۔ یا اس کی تعلیم ایسی ناقص کہ جس کو تعلیم کرے اسے علم نہیں آسکتا۔

کس قدر عداوت رسول کا صریح مظاہرہ ہے کہ شیطان و ملک الموت کی تو وسعت علمی کا اقرار اور فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وسعت علمی کا انکار۔

یہ ناپاک کلمہ صراحتۂً سرکار سیّدنا آقا دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عیب لگانا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عیب لگانا کلمہ کفر نہ ہوا تو اور کیا کلمہ کفر ہوگا۔

اس کا جواب کیا ہو سکتا ہے انشاء اللہ القہار۔ روزِ جزا یہ ناپاک نانہجار اپنے کیفر کفرائے گفتار کو پہنچیں گے۔ وَ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ۔

یاد رکھئے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم علی الاطلاق تمام مخلوق سے زیادہ علم والے ہیں۔ کسی فرد کا علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ نہیں جو شخص کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عالم سمجھے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے کیونکہ یہ توہین علم نبوی ہے۔

علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں توہین کفر ہے

علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نسیم الریاض شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں:

اَنَّ جَمِیْعَ مَنْ سَبَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْ شَمَّہٗ (اَوْ عَابَہٗ) ھُوَ اَعَمُّ مِنَ السَّبِّ فَاِنَّ مَنْ قَالَ فُلَانٌ اَعْلَمُ مِنْہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَدْ عَابَہٗ وَ نَقَّعَہٗ وَلَمْ یَسُبَّہٗ (فَھُوَ سَابٌّ وَالْحُکْمُ فِیْہِ حُکْمُ السَّابِّ) مِنْ غَیْرِ فَرْقٍ بَیْنَھُمَا (لا نستثنی) مِنْہُ (فصلا اَیْ صُوْرَۃً (ولا نمتری) فِیْہِ تَصْرِیْحًا کَانَ اَوْ تَلْوِیْحًا وَ ھٰذَا کُلُّہٗ اِجْمَاعٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ اَئِمَّۃِ الْفَتْوٰی مِنْ لَّدُنَّ الصَّحَابَۃِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمْ اِلٰی ھلم اجراء

(نسیم الریاض شرح شفا شریف جزء الرابع ص ۳۳۵ مطبوعہ مصر)

جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا آپ کو عیب لگائے۔ اور یہ گالی دینے سے عام تر ہے کہ جس نے کسی کی نسبت کہا کہ فلاں کا علم نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے۔ اس نے ضرور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عیب لگایا آپ کی توہین کی۔ اگرچہ گالی نہ دی یہ سب گالی دینے کے حکم میں ہے۔ ان کے اور گالی دینے والے کے حکم میں فرق نہیں نہ ہم اس سے کسی صورت استثناء کریں نہ اس میں شک وتردد کو راہ دیں۔ صاف صاف کہا ہو۔ خواہ کنایہ سے ان سب احکام پر تمام علماء وآئمہ فتویٰ کا اجماع ہے کہ زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آج تک برابر چلا آیا ہے۔

شرح شفا کی عبارت سے خوب واضح ہو گیا کہ جو کوئی یہ کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے فلاں کا علم زیادہ ہے۔ یہ آپ کی نسبت عیب لگانا اور گالی دینے میں شامل ہے۔ پس تمام کا اس پر اجماع ہے کہ وہ کافر ہے۔ اس لئے کہ اس نے علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کر کے آپ پر عیب لگایا اور گالی دی وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ بہرکیف گزشتہ تمام دلائل قویہ سے ثابت ہو گیا کہ علوم لوح وقلم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کا ایک قطرہ ہے تو کیا پھر آپ عالم کی کسی شے سے بے خبر ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔

نیز قابل غور مسئلہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے ہر شے لوح محفوظ میں لکھی ہے۔ لکھنا یا تو اپنی یادداشت کے لئے ہوتا ہے کہ بھول نہ جائیں یا دوسروں کے بتلانے کے لئے۔

تو اللہ تعالیٰ بھول سے پاک ہے۔ لہٰذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس نے دوسروں کے لئے لکھا ہے تو پھر ملائکہ مقربین وتمام انبیاء غرض کہ ساری مخلوق سے زیادہ محبوب اگر کوئی خدا کے نزدیک ہے تو وہ صرف ذات ستودہ حبیب کردگار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں تو آپ سے اللہ تعالیٰ نے عالم کی کوئی شے مخفی نہیں رکھی۔

اگر اب بھی منکرین انکار ہی کریں تو یہ ان کی بدقسمتی ہے۔

کچھ ایسی ہی سمائی ہے ان کی آنکھوں میں
جدھر دیکھئے اُدھر نفی ہی نفی ہے

علم رُوح اور مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم

شبہ:

مخالفین یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن میں ہے:

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ

آپ سے رُوح کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ آپ فرمائیے کہ رُوح میرے رب کے پاس ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کا علم نہیں۔ جب روح کا علم نہیں تو کل علم غیب کیسے ہو سکتا ہے؟

جواب:

مخالفین کی خوش فہمیوں نے انہیں اس امر پر آمادہ کر دیا کہ وہ یہ کہتے پھرتے ہیں کہ حضرت سراپا رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو رُوح کا علم نہ تھا۔ پھر حیرت ہے کہ یہ لوگ کس درجہ کے عقیل ہیں۔ بھلا یہ آیت کہ کس لفظ کا ترجمہ ہے کہ حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رُوح کا علم نہ تھا۔ اب وہی آیت جو فریق مخالف پیش کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیے اور تفسیر کو ہاتھ میں لے کر غور کیجئے۔

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ ط قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا ۝ (پ ۱۵، ع ۹، س بنی اسرائیل)

اور آپ سے یہ رُوح کو پوچھتے ہیں آپ فرماؤ روح میرے رب کے حکم سے ہے۔ مگر یہ علم تم کو نہ دیا گیا۔ مگر تھوڑا۔

علامہ علاء الدین صاحب تفسیر خازن اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم علم معنی الروح و لکن لم

یخبر بہ لان ترک الاخبار بہ کان علما النبوتہ (تفسیر الخازن جزء الرابع)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حقیقت روح معلوم تھی لیکن آپ نے اس کی خبر نہ دی کیونکہ اس کا خبر نہ دینا یہ آپ کی نبوت کی دلیل ہے۔

اس کے آگے چل کر علامہ خازن فرماتے ہیں:

وَمَا اُوْتِیْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا ھُوَ خطابٌ لِلْیَھُوْدِ ۔

اور نہ دیا گیا تمہیں مگر تھوڑا۔ یہ خطاب یہود کو ہے۔

اس آیت کی تفسیر سے صاف واضح ہو گیا کہ روح کی حقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں تھی لیکن اس کا اظہار نہیں فرمایا۔

چنانچہ شیخ محقق علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمتہ مدارج النبوت میں علم روح کے متعلق فرماتے ہیں:

چہ گونہ جرأت کند مومن عارف کہ نفی علم بحقیقت روح از سیّد المرسلین و امام العارفین صلی اللہ علیہ وسلم کند دادہ است اوراحق سبحانہ تعالیٰ علم ذات و صفات خود و فتح کردہ بروئے فتح مبین از علوم اوّلین و آخرین روح انسانی چہ باشد کہ در جنب جامعیت و قطرہ ایست از دریاو ذرّہ ایست از صحرا (مدارج النبوت جز الثانی ص ۶۵)

مومن عارف یہ ہمت کس طرح کر سکتا ہے کہ حضور سیّد المرسلین و امام العارفین سے حقیقت روح کے علم کی نفی کرے حالانکہ حق تعالیٰ سبحانہٗ نے ان کو اپنی ذات وصفات کا علم دیا ہے اور ان کے لئے علوم اولین و آخرین کھول دیئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے مقابل روح انسانی کی کیا حقیقت ہے۔ وہ تو اس دریا کا ایک قطرہ ہے اور اس جنگل کا ذرّہ ہے۔

شیخ محقق علیہ الرحمتہ کے کلام سے واضح ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے آگے روح کی کیا حقیقت ہے اس لئے کہ آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات وصفات اور اولین وآخرین کے علوم عطا فرمادیئے ہیں روح تو آپ کے دریا کا ایک قطرہ وجنگل کا ایک ذرّہ ہے۔

ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائیے:

حجتہ الاسلام امام محمد غزالی رحمتہ اللہ علیہ احیاء العلوم میں علم روح کے متعلق فرماتے ہیں:

وَلَا تَظُنَّ اَنَّ ذٰلِكَ لَمْ يَكُنْ مَكْشُوْفًا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ مَنْ لَّمْ يَعْرِفِ الرُّوْحَ فَكَاَنَّهٗ لَهٗ يَعْرِفْ نَفْسَهٗ وَمَنْ لَّمْ يَعْرِفْ نَفْسَهٗ فَكَيْفَ يَعْرِفُ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ وَلَا يَبْعُدُ اَنْ يَّكُوْنَ ذٰلِكَ مَكْشُوْفًا لِبَعْضِ الْاَوْلِيَاءِ وَالْعُلَمَاءِ۔

یعنی گمان نہ کر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ (روح کا علم) ظاہر نہ تھا اس لئے کہ جو شخص رُوح کو نہیں جانتا۔ وہ اپنے نفس کو نہیں پہچانتا وہ اللہ سبحانہٗ کو کیونکر پہچان سکتا ہے اور بعید نہیں کہ بعض اولیاء اور علماء کو بھی اس کا علم ہو۔

ان دلائل سے واضح ہو چکا کہ حضور سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رُوح کا علم ہے نیز قرآن کی کسی آیت میں علم روح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمانے کی نفی تو ہے ہی نہیں۔ یہ محض قیاس باطل ہے۔ آیت روح کو عدم علم نبی کے لئے سند بنانا اول درجہ کی سفاہت ہے۔

شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہی پھینکتے ہیں
دیوار آہنی یہ حماقت تو دیکھئے

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبل از نزول آیات برأت اپنی صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاک دامنی کا علم تھا

شبہ:

کافروں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت باندھی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت رنج ہوا۔ اس کے بعد خدا نے قرآن میں فرمایا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا پاک ہیں، کافر جھوٹے ہیں۔ تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا۔ لہٰذا اگر پہلے سے معلوم ہوتا تو غم کیوں ہوتا۔

جواب:

سرمایۂ مخالفین کا یہی شبہ ہے جو ہر چھوٹے بڑے کو یاد کرا دیا گیا ہے اور اس بے باکی سے زبان پر آتا ہے کہ خدا کی پناہ۔ پھر اگر انصاف سے غور فرمائیے تو کھل جائے کہ بجز ابلہ فریبی کے اور کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہوش درست نصیب فرمائے تو سمجھ لینا کچھ مشکل نہیں ہے کہ بدنامی ہر شخص کے لئے غم کا باعث ہوتی ہے اور پھر جھوٹی بدنامی۔ اگر اپنی بدنامی ہوتے دیکھیں اور لوگوں کے طعن سنیں اور یقیناً جانیں کہ جو ہم کو کہا جاتا ہے بالکل غلط اور سراسر بہتان ہے تو کیا حیاداروں کو رنج نہ ہوگا اور جو ہوگا تو وہ ان کی بدگمانی کی دلیل ہو جائے گا۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ط

حضور سراپا رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت کسی قسم کی بدگمانی نہ تھی۔ پھر غم کیوں تھا؟ صرف اس وجہ سے کہ کافروں کی یہ حرکت یعنی تہمت اور اس کی شہرت پریشانی کا باعث ہوگئی تھی۔ یہ وجہ غم کی تھی نہ کہ اصل واقعہ کی ناواقفیت جیسا کہ سفہائے زمانہ کا خیال ہے۔

چنانچہ قرآن کریم اس کی وضاحت فرماتا ہے:

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ۝ (پ ۱۴، ع ۶، س حجر)

(یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) بیشک ہمیں معلوم ہے کہ آپ ان کی باتوں سے تنگ ہوتے ہیں۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان مفسدوں کے اقوال کے فساد کو جانتے تھے۔ اس طرح موقع پر بھی کفار کی جھوٹی تہمت سے مغموم تھے اور یہ جانتے تھے کہ کافر جھوٹے ہیں۔ علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

فان قیل کیف جاذان تکون امراۃ النبی کافرہ کامرأۃ نوح ولوط ولم یجزان تکون فاجرہ ...... و ایضاً ظولم یجز ذلک لکان الرسول عرف الناس با متناعہ ولو عرف ذلک لما ضاق قلبہ ولما سال عائشۃ کیفیۃ الواقعۃ قلنا الجواب عن الاول ان الکفرلیس من المغفرات اما کونھا فاجرۃ فمن المنفرات والجواب عن الثانی علیہ السلام کثیراً ما کان یضیق قلبہ من اقوال الکفار مع علمہ بفساد تلک الاقوال قال اللہ تعالیٰ ولقد نعلم انک یضیق صدرک بما یقولون فکان ھذا من ھذا الباب ٥

(التفسیر کبیر رازی جزء السادس)

پس اگر کہا جائے کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ انبیاء (علیہم السلام) کی بیبیاں کافر تو ہوں جیسے کہ حضرت لوط اور نوح علیہما السلام کی مگر فاجرہ اور بدکار نہ ہوں اور اگر یہ ممکن نہ ہوتا کہ انبیاء (علیہم السلام) کی بیبیاں فاجرہ ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور معلوم ہوتا اور جب حضرت کو معلوم ہوتا کہ نبیوں کی بیبیاں فاجرہ ہو ہی نہیں سکتیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تنگ نہ ہوتے تو پہلی بات کا جواب تو یہ ہے کہ کفر نفرت دینے والی چیز نہیں ہے مگر بی بی کا فاجرہ (بدکار) ہونا نفرت دلانے والی چیز ہے۔ لہٰذا ممکن نہیں کہ انبیاء (علیہم السلام) کی بیبیاں فاجرہ (بدکار) ہوں۔ دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ

اکثر ایسا ہوتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کے اقوال سے تنگ دل اور مغموم ہو جایا کرتے تھے باوجودیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ کفار کے اقوال بالکل فاسدہ ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّکَ یَضِیْقُ صَدْرُکَ بِمَا یَقُوْلُوْنَ ٥ یعنی ہم جانتے ہیں کہ آپ ان کی بے ہودہ باتوں سے تنگ دل ہوتے ہیں تو یہ واقعہ بھی ایسا ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تنگ دل ہونا محض کفار کی بے ہودہ گوئی پر تھا باوجودیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی بے ہودہ بکواس کا باطل اور جھوٹا ہونا معلوم تھا۔

صاحب تفسیر کبیر کی یہ تقریر نہایت معقول ہے۔ ہر شخص جس کو زنا وغیرہ کی تہمت سے متہم کریں اور ہر جگہ اسی کا چرچا اسی کا ذکر ہو تو وہ شخص اور نیز اس کے اقارب باوجود اس کی پاکی کے اعتقاد کے بھی سخت مغموم و پریشان ہوں گے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت کو غم ہوا۔

مگر مخالفین عنید یا بدبخت پلید نہیں مانیں گے جب تک دو الزام سرکار سیّدنا آقا و مولا محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی نہ لگائیں۔ ایک عدم علم کا، اور دوسرے یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بدگمانی کی جو شرعاً ناجائز ہے اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے تقویٰ اور متہمین کے منافق ہونے کی طرف کچھ توجہ نہ فرمائی۔ چاہیے تو تھا گمان نیک اور کی بدگمانی۔ معاذ اللہ

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ تفسیر کبیر میں اسی معاملہ کے متعلق دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

و ثانیھا ان المعروف من حال عائشة قبل تلك الواقعة انما المصؤن والبعد عن مقدمات الفجور ومن کان کذلك کان الارئق احسان الظن به وثالثھا ان القاذفین من المنافقین

واتباعهم و قد عرف ان الكلام العدوا المفترى ضرب من الهذيان فلمجموع هذه القرائن كان ذلك القول معلوم الفساد قبل نزول الوحي ۔

یعنی دوم یہ کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ سے پیشتر کے حالات سے ظاہر تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مقدمات فجور سے بہت دور اور پاک ہیں اور جو ایسا ہو اس کے ساتھ نیک گمان کرنا چاہئے۔ سو یہ کہ تہمت لگانے والے منافق اور ان کے اتباع تھے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ مفتری دشمن کی بات ایک بذیان ہے۔ پس جمیع قرائن کے یہ قول بدتر از بول جس سے مخالفوں نے مدد چاہی ہے۔ نزولِ وحی سے قبل معلوم الفساد تھا۔

اگرچہ صاحب تفسیر کبیر کے کلام سے یہ بات یقینی ہو چکی ہے کہ اس قصہ افک سے عدم علم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ استدلال کرنا سخت بے حیائی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کو قبل از نزولِ وحی علم تھا کہ صدیقہ پاک ہیں۔ پھر حضرت کا ظاہر نہ فرمانا بالکل عقل کے موافق کہ کوئی اپنے قضیہ اور معاملہ کا خود فیصلہ نہیں کر لیتا۔ دوسرے وحی کے انتظار کہ فضیلت اور برأت حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی قرآن پاک سے ثابت ہوتا کہ اس تہمت کا جتنا رنج ہوا ہے وہ سب کالعدم ہو کر مسرت تازہ حاصل ہو۔

اب ایک ایسی مضبوط دلیل ملاحظہ فرمائیے جس کے بعد منکرین کو مجال گفتگو نہ ہو گی۔

صحیح حدیث بخاری شریف جز الثانی باب تعدیل النساء بعضهن بعضاص ۷ سطر ۳۱ مطبوعہ مصر میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فوالله ما علمت على اهلى الاخيرا ۔

خدا کی قسم مجھے اپنی اہل پر خیر کا یقین ہے۔

اس حدیث سے آفتاب کی طرح ظاہر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت

صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکی پر یقین تھا اور کفار کی تہمت سے شبہ تک نہیں ہوا۔ اس واسطے آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ خدا کی قسم مجھے اپنی اہل پر خیر کا یقنی ہے۔

اب بھی اگر کوئی انکار کرے اور کہے کہ نہیں حضرت کو علم نہ تھا تو اس منکر متعصب کا دنیا میں تو کیا علاج مگر میدانِ حشر میں ان شاء اللہ اس بے باکی کی سزا ملے گی کہ سرورِ دو جہاں علیہ التحیۃ والثناء نے جس چیز پر قسم کھا کر فرمادیا کہ میں خیر جانتا ہوں یہ دشمن دین اسی کو کہیں کہ وہ نہیں جانتے تھے۔ معاذ اللہ

مومن کامل کے لئے تو اتنا ہی کافی تھا کہ جب بدگمانی شرعاً جائز نہیں تو سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہر گز شبہ بھی نہ تھا۔ اس لئے کہ آپ معصوم ہیں۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر یا کسی پر بدگمانی کریں۔ مگر اب تو معاند کے لئے بھی بحمدہٖ تعالیٰ حدیث وتفسیر سے ثابت ہوا کہ حضرت کو اس واقعہ سے ناواقفیت نہ تھی۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف ایک مدت تک توجہ نہ فرمانا ان کی طرف بدگمانی کی دلیل نہیں ہوسکتا بلکہ حالت غم کا منشا بے التفاتی ہے۔

اور اگر خدا حق بین آنکھ عطا فرمائے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف چند روز توجہ نہ فرمانے سے وہ بھید نظر آئیں جو مومن کی رُوح کے لئے راحت بے نہایت ہوں۔ انتظار وحی میں محبوبہ کی طرف توجہ نہ فرمانا، وحی دیر میں آئی، اگر فوراً آجاتی تو کافروں کی اتنی شورش نہ ہوتی۔ ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو صبر پر ثواب زیادہ ہوتا رہا اور امتحان بھی ہوگیا کہ کیسی صابرہ ہیں۔

اور ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ امتحان کے علم سے بھر دیا۔ واقعہ سامنے کر دیا۔ جملہ حالات حق تعالیٰ نے حضرت کے پیش نظر فرمادیئے۔ ادھر کافروں نے جھوٹی تہمت لگائی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ محبوب رب اپنی محبوب یعنی حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تہمت پر باوجود علم کے صبر فرما کے اللہ تعالیٰ پر معاملہ تفویض فرماتے ہیں جو لائق شان کامل کے ہے یا کفار کے طعن سے بے قرار ہو کر سینے کا خزینہ کھول ڈالتے ہیں۔ شاید

تھوڑی دیر صبر ہونا ممکن ہو اور زیادہ دیر تک صبر نہ کر سکیں۔ اس واسطے تو عرصہ تک وحی ہی نہیں آئی کہ اس میں ایک دوسرا امتحان یہ تھا کہ ان کی محبوبہ پریشان ہیں۔ ان کی تسکین فرماتے ہیں۔ وحی کلام محبوب حقیقی میں دیر ہونے سے بے قرار ہوئے جاتے ہیں۔

اگر حضرت کے معاملہ ظاہر نہ فرمانے اور وحی دیر میں آنے کی حکمتوں پر غور کر کے لکھا جائے تو بڑے بڑے دفتر نا کافی ہیں۔

اس لئے اس مختصر میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ تو ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کو اپنی صدیقہ کی پاکی کا علم یقین تھا مگر ان ناکارے بدنصیبوں کا حال دیکھئے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دو بدگمانیاں کیں۔

ایک یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بدگمانی تھی۔

اور دوسری یہ کہ آپ کو واقعہ کا علم نہ تھا۔

یہ بھی ملاحظہ فرمایئے کہ انبیاء کرام علیہم السلام پر بدگمانی کرنا کیا درجہ رکھتی ہے۔

فِي التَّلْوِيحِ ظَنَّ السُّوْءِ بِالْاَنْبِيَاءِ كُفْرٌ

(عینی شرح بخاری جزء الخامس ص ۳۸۴)

یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بدگمانی کرنا کفر ہے۔

اور جنہوں نے دو بدگمانیاں کیں ان کا کیا حال ہوگا۔ اور اگر خلاصی چاہتے ہو تو توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ اب بھی اگر توبہ نصیب ہو جائے تو بہتر ہے۔

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور عبداللہ بن اُبی کی نمازِ جنازہ

شبہ:

مخالفین کا یہ بھی کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کی نمازِ جنازہ پڑھانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ممانعت فرمائی۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ہوتا تو آپ عبداللہ بن اُبی بن سلول کی نماز جنازہ کیوں پڑھاتے؟

جواب:

یہ شبہ بھی یا تو تعصب کی بنا پر ہے یا جہالت سے۔ انہیں ابھی تک یہ خبر نہیں کہ جس آیت میں منافقین کی نماز جنازہ پڑھانے کی ممانعت آئی ہے کیا عبداللہ بن اُبی بن سلول کی نماز جنازہ پڑھانے کے قبل اتری یا بعد۔ اگر یہ تسلیم کرلیں کہ پہلے نازل ہوئی تو یہ ان حضرات کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت بڑا الزام ہے اور اگر یہ کہیں کہ اُبی بن سلول کی نماز جنازہ پڑھانے کے بعد آیت نازل ہوئی تو پھر کسی صورت عدمِ علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سوال تک پیدا نہیں ہوسکتا۔ یہ محض ان کی غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ ورنہ کیا جانیں کہ اس واقعہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر کیا مصلحت وحکمت تھی اور یہ عمل تو آپ کے علم کی بہت بڑی دلیل ہے۔

چنانچہ قرآن کریم کی آیت اور اس کی تفسیر ملاحظہ فرمایئے:

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ○ (پ۱۰، ع۱۶، س التوبہ)

اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہونا بے شک اللہ ورسول سے منکر ہوئے اور فسق ہی میں مرگئے۔

اس آیت کے تحت علامہ بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر معالم التنزیل میں فرماتے ہیں:

عن عمر بن الخطاب قال لما مات عبدالله بن ابی سلول دعی له رسول الله صلی الله علیه وسلم و ثبت علیه فقلت یا رسول الله اتصلی علی ابن اُبی بن سلول و قد قال کذا و کذا عدد علیه فتبسم رسول الله صلی الله علیه وسلم و قال أخرعنی یا عمر فلما اکثرت علیه قال انی خیرت فاخترت لوا علم انی زدت علی السبعین یغفرله لذدت علیها قال نصلی علیه رسول الله صلی الله علیه وسلم حتی نزلت الایان من براة ولا

تصل علٰی احد منهم مات ابداً ولا تقم علی قبره الی قوله وهم فسقون (التفسیر معالم التنزیل جزء الثالث مطبوعہ مصر)

(عربی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب عبداللہ بن ابی بن سلول مر گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نمازِ جنازہ پڑھانے کے لئے بلایا گیا۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے تو میں نے کہا (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے) کیا آپ نماز پڑھاتے ہیں۔ ابن ابی بن سلول جو آپ کو ایسے ایسے کلمات کہا کرتا تھا یہ گن کر کہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا جانے دو۔ اے عمر۔ پس جب میں نے اصرار کیا تو اس پر تو آپ نے فرمایا میں اختیار دیا گیا ہوں (کہ مغفرت طلب کروں یا چھوڑ دوں) اگر میں جانتا ہوتا کہ ستر مرتبہ سے زیادہ مغفرت طلب کرنے سے اس کی بخشش ہوگی تو میں ضرور کرتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ پس پڑھائی آپ نے نماز، یہاں تک کہ دو آیتیں نازل ہوئیں کہ آپ نماز نہ پڑھیں ان میں سے کسی پر کبھی جو مر جائے، اور نہ کھڑے ہوں ان کی قبر پر فاسقوں کے قول تک۔

اس آیت وتفسیر سے صاف واضح ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نمازِ جنازہ پڑھائی تو یہ آیاتِ شریفہ نازل ہوئیں کہ آپ ان پر کبھی نمازِ جنازہ نہ پڑھیں اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہوں۔ اس لئے کہ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر ہوئے۔ یہ ممانعت اس کی نماز کے قبل نہ تھی نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ میں اختیار دیا گیا ہوں کہ ان کی مغفرت چاہوں یا نہ چاہوں۔

چنانچہ بخاری شریف میں بھی یہ حدیث یوں درج ہے:

عن ابن عمر رضی الله عنه ان عبدالله بن ابی لما توفی جاء

ابنه الى النبى صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله اعطنى قميصك واكل فيه و صل عليه واستغفرله فاعطاه النبى صلى الله عليه وسلم قميصه فقال اذنى اصلى عليه فاذنه فلما اراد ان يصلى على المنفقين فقال انا بين خيرتين قال الله تعالىٰ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ فصلى عليه فنزلت وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا ۔ (بخاری شریف ص ۱۵۳ مطبوعہ مصر)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن ابی جب مر گیا تو آئے اس کے بیٹے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور کہا: یا رسول اللہ! مجھے اپنی قمیض عنایت فرمائیے تاکہ میں اسے کفن میں رکھوں اور آپ اس کی نماز پڑھیں اور بخشش کے لئے دعا فرمائیں۔ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عنایت فرمادی اپنی قمیض مبارک۔ پس کہا اس نے کہ مجھے اذن فرمائیے کہ نماز پڑھوں۔ پس اسے اذن دے دیا جب ارادہ فرمایا آپ نے اس پر نماز پڑھانے کا، تو کھینچا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اور کہا کیا نہیں منع کیا اللہ نے منافقین پر نماز پڑھنے سے، تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھے دو اختیار دیئے گئے ہیں کہ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ پس نماز پڑھی آپ نے اس پر، تو نازل ہوئی یہ آیت وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا ۔

اس حدیث شریف سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عبداللہ بن اُبی بن سلول کے بیٹے جو مسلمان صالح مخلص صحابی تھے انہوں نے آپ کی قمیض مبارک طلب کی کہ میرے باپ کے کفن میں رکھ دی جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیض مبارک عنایت فرمادی اور دوسری گزارش کہ آپ نمازِ جنازہ میں شرکت فرمادیں تو حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں شرکت فرمائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے اس کے خلاف تھی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں اختیار دیا گیا ہوں کہ ان کی مغفرت کروں یا کہ نہ کروں۔ چونکہ اس وقت منافقین کی نماز جنازہ پڑھانے کی ممانعت نہیں ہوئی تھی۔

اس تفسیر وحدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

ایک تو یہ کہ آپ نے اپنی قمیض مبارک عنایت فرمائی اور جنازہ میں شرکت بھی فرمائی۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل مبارک کی شان تفسیر سے ملاحظہ فرمائیے کہ آپ کے اس عمل شریف میں کیا مصلحت وحکمت تھی۔

قال سفيان بن عينية كانت له يد عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فاحب ان يكافئه، بها ويروى ان النبى صلى الله عليه وسلم كلم فيما فعل بعبد الله بن ابى فقال صلى الله عليه وسلم وما يغنى عنه قميص و صلاتى من الله والله انى كنت ارجوا ان يسلم به الف من قومه فيروى انه المسلم الف من قومه لما راوه بتبرك بقميص النبى صلى الله عليه وسلم.

(التفسیر معالم التنزیل جزء الثالث ص ۱۳۳ مطبوعہ مصر)

سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی قمیض کا بدلہ آپ نے اتارنا تھا اس کے لئے آپ نے پسند فرمایا کہ آپ اس کا بدلہ ادا کر دیں تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کلام فرمایا اس کے بارے میں جو عبداللہ بن اُبی بن سلول کے ساتھ سلوک کیا کہ نہ کام دے گی اس کو میری قمیض ونماز اللہ کی طرف سے۔ خدا کی قسم میں اُمید رکھتا ہوں کہ اسلام قبول کرلیں گے اس کی قوم سے ایک ہزار کافر اس وجہ سے پس ہم نے دیکھا کہ ابی بن سلول کی قوم سے ایک ہزار افراد اسلام لے آئے۔ جبکہ انہوں نے دیکھا کہ عبداللہ بن ابی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیض سے برکت

حاصل کی۔

صاحب معالم التنزیل کی عبارت سے خوب واضح ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قمیض مبارک عنایت فرمانے کی ایک وجہ یہ تھی کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو بدر میں اسیر ہو کر آئے تھے تو عبداللہ بن ابی بن سلول نے اپنا کرتہ انہیں پہنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا بدلہ دینا بھی منظور تھا۔ آپ کی یہ مصلحت بھی پوری ہوئی۔

چنانچہ جب کفار نے دیکھا کہ ایسا شدید العداوت شخص جب سیّد عالم علیہ الصلوٰۃ و السلام کے قمیض مبارک سے برکت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کے عقیدہ میں بھی کہ آپ اللہ کے حبیب ورسول ہیں۔ یہ سوچ کر ایک ہزار کافر جو اس کی قوم تھے مسلمان ہو گئے۔

تو بھی بہر حال اس واقعہ سے مخالفین کا عدم علم مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی دلیل لینا انتہا درجہ کی جہالت ہے۔ بھلا یہ بتائیے کہ ایسے بے جا اعتراضات کرنے سے ان کا مدعا ثابت ہو سکتا ہے ہرگز نہیں بلکہ بحمدہٖ تعالیٰ ہمارا مدعا ہی ثابت ہوا کہ آپ کو یہ علم تھا کہ میرے اس عمل سے ایک ہزار کافر مسلمان ہوں گے۔

اگر ان دلائل کے باوجود بھی مخالفین حضرات باز نہ آئیں تو ہم کو معلوم نہیں کہ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ سے کیا خاص بغض اور عناد ہے۔

مسئلہ تحریم اور
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شبہ:

مخالفین یہ بھی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھالی کہ اب میں کبھی شہد نہ پیوں گا۔ اس پر قرآن کی آیت اتری کہ آپ اپنے اوپر حرام کرتے ہیں جو چیز اللہ نے حلال کی آپ کے لئے۔ لہٰذا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہوتے تو کیوں ایک

بنائی ہوئی بات پر شہد چھوڑنے کی قسم کھالیتے۔

جواب:

ہزار فکریں کیں اور بیچارے مخالفین لکھتے اور کہتے پریشان ہو گئے مگر آج تک اتنا ثابت نہ کر سکے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فلاں چیز کا علم حضرت حق تعالیٰ نے مرحمت نہیں فرمایا۔ نہ اس مضمون کی کوئی آیت پیش کرنے کی جرأت ہوئی اور نہ حدیث دکھانے کی ہمت۔ ہاں قیاس فاسد سینکڑوں ایجاد کر ڈالے تو ایسے فاسد قیاس کیا عقلا کے نزدیک قابل التفات ہیں۔ ہرگز نہیں۔

اس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم عظیم کے انکار میں مخالفین رات دن حلیہ ڈھونڈتے رہتے ہیں مگر اس سے کیا نتیجہ۔ یہ سب کوششیں بے سود ہیں۔ یہی شبہ تحریم والا پیش کرتے ہیں جس سے کوئی دانا عدم علم نہیں نکال سکے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر شہد چھوڑ دیا تو اس کو علم سے کیا علاقہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد بہت پسند تھا اور آپ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس اکثر تشریف فرما ہو کر شہد نوش فرماتے تھے۔ حضرت سیدہ عائشہ و حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نے مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس اول حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں وہ آپ سے کہہ دے کہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے آپ فرمائیں گے کہ میں نے تو شہد پیا ہے۔ تو یہ جواب دے کہ شہد کی مکھی مغافیر پر بیٹھی ہوگی۔ پس چونکہ آپ کو بدبو سے نفرت ہے۔ آپ شہد پینا ترک فرما دیں گے۔ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس نشست کم ہو جائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھالی کہ اب کبھی شہد نہ پیوں گا۔

اس پر قرآن کریم کی یہ آیت شریفہ نازل ہوئی۔ ملاحظہ فرمائیے:

يَـٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ج تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ ط وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ (پ ۲۸، ع ۱۸، س التحریم)

اے پیارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنے اوپر کیوں حرام کیے لیتے

ہیں۔ وہ چیز جو اللہ نے آپ کے لئے حلال کی، اپنی ازواج کی مرضی چاہتے ہو۔ اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

قرآن کریم کی اس آیہ مبارکہ میں پہلی بات غور طلب یہ ہے کہ یہاں حرام کر دینے سے آپ کا ترک کر دینا مراد ہے۔ اعتقاداً ایسا نہیں جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ آپ نے خدا کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام قرار دیا تو بالاتفاق کافر ہے۔

چنانچہ صاحب تفسیر سراج منیر اسی آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں:

بان المراد هذا التحريم هو الامتناع من الانتقاع بالازواج لا اعتقاداً و النبى صلى الله عليه وسلم امتنع الانتفاع بها مع اعتقاداً لونها حلالاً فان ممن اعتقدان هذا التحريم ما احل الله فقد كفر فكيف يضاف الى النبى صلى الله عليه وسلم

(التفسیر سراج منیر، ایضاً)

البتہ آپ کے حرام کرنے سے مراد اپنی ذات کو شہد کے استعمال سے روکنا ہے از روئے اعتقاد حلال کو حرام ٹھہرانا مراد نہیں۔ یعنی آپ نے شہد کو اپنے لئے اس کو حلت کا اعتقاد رکھتے ہوئے منع فرمایا۔ پس جو شخص اعتقاد کرے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام فرمایا تو ایسا اعتقاد کرنے والا کافر ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ نسبت کیسے ہو سکتی ہے۔

اس کے آگے چل کر صاحب تفسیر سراج منیر فرماتے ہیں:

تتغى اى تريد اردة عظمة من مكارم اخلاقك و حسن صحتك مرضات ازواجك۔

یعنی آپ اپنے خلق عظیم اور کرم عمیم کی وجہ سے ازواج مطہرات کی خوشنودی اور رضامندی چاہتے تھے اور آپ کے حسن محبت کا تقاضا تھا۔

قرآن کریم کے مبارک الفاظ تبتغی مرضات ازواجک اور تفسیر سے بھی یہ صاف ظاہر ہے کہ پاس خاطر ازواج مطہرات کا منظور خاطر اقدس تھا۔ اس لئے شہد چھوڑ دیا۔ اس کو علم سے کیا واسطہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتے تھے کہ اس میں بدبو نہیں ہوئی مگر از آنجا کہ طبع شریف میں کمال تحمل و بردباری تھی اور آپ کے اخلاقِ کریمہ ایسے تھے کہ کسی کو ناراض اور شرمندہ کرنا گوارا نہ فرماتے تھے۔ بناء علیہ اس وقت ازواج سے اس معاملہ میں سختی نہ فرمائی۔ اور ان کی رضامندی کے لئے انہیں شہد چھوڑنے کا اطمینان دلا دیا۔ پھر اس پر یہ بھی منع فرما دیا کہ اس کا کہیں ذکر نہ کیا جاوے۔ مدعا یہ تھا کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا جن کے پاس شہد پیا تھا انہیں شہد چھوڑنے کی اطلاع نہ دی جائے کیونکہ اس سے ان کو ملال ہوگا اور منظور ہی نہیں کہ کسی کی بھی دل شکنی ہو۔ دیکھئے اُبی منافق نے جس کا نفاق اظہر من الشّمس ہو چکا تھا۔ مرتے وقت اپنے لئے آپ کی قمیض مبارک طلب کی۔ آپ نے باوجود اس علم کے کہ وہ منافق ہے اس کو وہ قمیض مرحمت فرمائی۔ پس رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے یہ امر تعجب انگیز نہیں کہ آپ ازواج مطہرات کی خوشنودی اور رضامندی کے لئے اپنے ذاتی فائدہ کو ترک فرما دیں۔ ایسے بے محل اعتراضات کرنے والے یہ کیا جان سکتے ہیں کہ اس آقاء دو جہاں کی رحمت عالمینی اور اخلاق عظیم کی خود جناب حق تعالیٰ مجدہٗ نے تعریف بیان فرمائی۔

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ اور وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ اور عَزِیۡزٌ عَلَیۡہِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِیۡصٌ عَلَیۡکُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ ۔

یہ ہے اخلاق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان۔

چنانچہ علامہ خازن نے اپنی تفسیر میں اسی آیت کے ضمن وہ حدیث شریف نقل فرمائی ہے جو صحیح بخاری و مسلم شریف میں موجود ہے:

عن عائشه رضی الله عنها ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یمکث عند زینب بنت جحش فیشرب عندها علا فتواطبت

انا حفصة ان ايتنا دخل عليها النبی صلی الله عليه وسلم فلتقل له انی اجرمنك ريح مغافير اكلت مغافير فدخل علی احدهما فقالت ذلك له فقال بل شربت عسلا عند زينب بنت جحش ولن اعودله و قد خلقت فلا تخبری ذلك

(تفسیر خازن وکذا بخاری ومسلم شریف)

عربی عبارت کا مختصر الحاصل یہ ہے یعنی حضرت عائشہ وحفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سے کسی کے پاس جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور انہوں نے اپنا منصوبہ کہا کہ ہم حضور کے منہ سے مغافیر کی بو پاتی ہیں تو آپ نے فرمایا کچھ مضائقہ نہیں۔ کیونکہ ہم نے تو زینب بنت جحش کے یہاں شہد پیا ہے۔

ان تمام دلائل سے صاف ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب معلوم تھا کہ ہمارے منہ سے بوئے مغافیر کو کوئی علاقہ نہیں مگر یہ بھی معلوم تھا کہ ان کا منشا یہ ہے کہ حضور شہد پینا ترک فرمادیں۔ اس لئے ان کی رضامندی کے لئے فرمایا کہ اب ہم ان کی طرف عود نہ کریں گے۔ یعنی قسم کھاتے ہیں کہ پھر شہد نہ پئیں گے اور تم اس کو شہد چھوڑنے کی خبر نہ دینا، اس لئے کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی دل شکنی ہو گی۔

غرض کہ قرآن کریم کی آیت شریفہ وحدیث شریفہ سے انکار علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ مدد نہیں پہنچ سکتی۔ نہیں معلوم کہ منکرین کس نشہ میں ہیں۔ اور وہ کیا سمجھ کر ایسے اعتراض کرتے ہیں۔ آیت یا حدیث میں ایک لفظ بھی تو ایسا نہیں جس سے کسی طرح یہ ثابت ہو سکے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فلاں امر کا علم نہیں ملا۔ الحمد للہ مخالفین کے اس شبہ کا ازالہ بھی ہو گیا اور آئندہ انہیں ایسی بات کرنے کی جرأت نہ ہو گی۔

کلامِ جویریات اور
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شبہ:

شاتمانِ رسول یہ بھی کہتے ہیں کہ انصار کی لڑکیوں نے اپنے آباء مقتولین یوم بعاث کا مرثیہ گانے میں وفینا نبی یعلم مافی غد کہہ دیا تھا یعنی ہم میں ایک نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کو چھوڑ دے جو کچھ کہہ رہی تھیں وہی کہے جاؤ۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کل کی خبر نہیں۔

جواب:

مخالفین کا یہ اعتراض ایسا ہے جس کو بڑے زور کے ساتھ بیان کر کے مقامِ نبوت کی عظمت پر حملہ کرتے ہیں لیکن یہ علم وعقل سے ایسے کورے ہیں کہ اس سے یہ کسی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت کو مافی غد کا علم نہ تھا۔ یا حسب مزعوم مخالف عنید رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم مافی غد ثابت کرنا شرک ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ضرور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان جواری سے توبہ بلکہ تجدید اسلام کراتے۔

پس جب حضرت نے تجدید اسلام نہ کرائی تو اس سے خود ظاہر ہے کہ یہ اعتقاد ہرگز شرک نہیں۔

اب وہی حدیث شریف مع اس کی شرح کے ملاحظہ فرمائیے:

عن الربیع بنت معوذ بن عفرا قالت جاء النبی صلی اللہ علیه وسلم حین ابنی علق فجلس علی فراشی کمجلسك منی فجعلت جویریات لنا یفسر بن بالدف و یند بن من قتل من ابائی یوم بدر اذ قالت احداهن و فینا نبی یعلم ما فی غد فقال دعی هذه و قولی بالذی کنت تقولین (المشکوٰۃ شریف)

حضرت ربیع بنت معوذ بن عفرا رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانہ میں جبکہ اپنے شوہر کے ہاں نکاح کے بعد آئی تھیں تشریف لائے اور بستر پر اس طرح بیٹھ گئے کہ جس طرح تم میرے بستر پر بیٹھے ہو (یہ خطاب اس کو ہے جس کو یہ حدیث سنائی جا رہی ہے) گھر میں جو لڑکیاں موجود تھیں انہوں نے دف بجانا اور ہمارے آباء میں سے جو لوگ بدر کی جنگ میں شہید ہوئے تھے۔ ان کی خوبیاں بیان کرنا شروع کیں۔ ان میں سے ایک لڑکی نے یہ بھی کہا کہ ہم میں دو نبی ہیں جو کل ہونے والی بات کو جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو اور وہی کہو جو پہلے کہہ رہی تھیں۔

چنانچہ حضرت علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ مرقات المفاتیح میں اسی حدیث کی شرح فرماتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:

مکراھة نسبة علم الغیب الیه لانه لا یعلم الغیب الا الله وانما یعلم الرسول من الغیب ما اعلمه او الکراھة ان یذکر فی اثنا ضرب الدف و اثنا مرثیة القتلی لعلومنصبد عن ذلك ۔

(المرقات شرح مشکوٰۃ)

منع فرمایا اس واسطے کہ انہوں نے غیب کی نسبت مطلقاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دی تھی درآنحالیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بتعلیم الٰہی جانتے ہیں یا اس واسطے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکروہ جانا کہ دف بجانے میں آپ کا ذکر کیا جائے یا مقتولین کا مرثیہ گانے میں آپ کی ثنا کی جائے۔ اس لئے کہ یہ آپ کے علوے منصب کے خلاف ہے۔

علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کی یوں شرح فرماتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

گفتہ اند کے منع کرد آں حضرت ازیں قول بجهت آں است که درویے اسناد علم غیب است به آنحضرت پس آں حضرت رانا خوش آمد و بعضے گویند که بجهت آنست که ذکر شریف ویے دراثنائے لهو مناسب نباشد

(اشعۃ اللمعات بار۳،ص ۱۱۷شرح مشکوٰۃ)

یعنی شارحین نے لکھا ہے کہ آپ کا منع فرمانا اس لئے ہے کہ علم غیب کی نسبت مطلقاً آپ کی طرف تھی جو آپ کو پسند نہ آئی اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کا ذکر پاک لہو ولعب میں مناسب نہیں۔

علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کے کلام سے صاف واضح ہو گیا کہ حضرت کا منع فرمانا اس بناء پر تھا کہ یا نسبت علم مطلقاً ذاتی آپ کی طرف تھی یا مقتولین کے مرثیہ کے درمیان اور یا لہو ولعب میں ذکر شریف مناسب نہ تھا۔ یہ مراد نہیں کہ آپ کو مافی محمد کا علم نہ تھا۔

آیئے اور دیکھئے کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ مداح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام صحابہ وموحدین خاص کر سیّد المرسلین فداہ ابی وامی کی موجودگی میں منبر حضور پر حضور پرنور آقا سیّد یوم النشور کی شان میں مدح وثنا کے موتی یوں بکھیر تے ہیں۔ ذرا دامن پھیلائیے۔ سبحان اللہ!

نَبِیٌّ یَّرٰی مَا لَا یَرَی النَّاسُ حَوْلَہٗ
وَ یَتْلُوْا کِتَابَ اللّٰہِ فِیْ کُلِّ مَشْھَدٍ
فَاِنْ قَالَ فِیْ یَوْمٍ مَقَالَتَہٗ غَائِبٍ
فَتَصْدِیْقُھَا فِیْ ضَحْوَۃِ الْیَوْمِ اَوْ غَدًا

ان اشعار کو حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ فرمانا اور جس طرح لڑکیوں کو منع فرمایا تھا۔ منع نہ فرمانا صحت مضمون پر دال ہے۔ علم مافی

غد کا تو اس میں بھی اثبات ہے۔ جیسا کہ جواری کے کلام میں تھا کہ صارف فرما رہے ہیں:

فان قال فی یوم مقالته غائب

یعنی اگر وہ غیب کی بات فرمائیں تو اس کی تصدیق کل ہو جائے گی۔

فتصدیتها فی صحوة الیوم او غد

کہ آپ آج اور کل کے آنے والے واقعات قبل از وقت بتا دیتے ہیں۔

پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو اس سے منع نہ فرمایا اگر یہ مضمون صحیح نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیوں سنتے اور منع نہ فرماتے۔

بحمدہٖ تعالیٰ ہمارا مدعا ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ما فی غد کا علم ہے لیکن ان بصیرت کے اندھوں کو کیا نظر آ سکتا ہے کہ حضور نبی غیب دان صلی اللہ علیہ وسلم تو صرف کل کی خبر ہی کیا بلکہ قیامت تک کے حالات کی خبر رکھتے ہیں۔ چنانچہ احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیے۔

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اہل جنت و نار کے اسماء و آباء و قبائل کو جانتے ہیں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث مشکوٰۃ شریف باب الایمان و القدر میں یوں روایت ہے:

عن عند اللہ ابن عمر و قال حرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم و فی بدنیه کتبان فقال تدرون ما هذا ان الکتبان قلنا لا یا رسول اللہ الا ان تخبرنا فقال غدی فی یده الیمنی هذا کتاب من رب العالمین فیه اسماء اهل الجنة و اسماء ابائهم و قبائلهم ثم اجمل علی اخرهم فلا یزادفیهم و لا ینقص منهم ابدا ثم قال للذی فی شماله هذا کتاب من رب

العالمین فیہ اسماء اھل النار و اسماء ابائھم و قبائلھم ثم اجمل علی اخرھم فلا یزاد فیھم ولا ینقص منھم ابداً ۔

(المشکوٰۃ شریف ص ۲۱، س ۲۰)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں تو آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ کتابیں کیسی ہیں تو ہم نے عرض کی کہ نہیں مگر یہ کہ آپ ہمیں خبر دیں تو آپ نے فرمایا یہ کتاب جو میرے دائیں ہاتھ میں ہے یہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔ اس میں تمام جنتیوں کے نام اور ان کے آباء کے نام اور ان کے قبیلوں کے نام درج ہیں۔ پھر اس کے اخیر پر میزان لگائی گئی اور ان میں نہ زیادہ کیا جائے گا اور نہ کم کیا جائے گا۔ ہمیشہ تک پھر فرمایا یہ جو کتاب میرے بائیں ہاتھ میں ہے یہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔ اس میں تمام دوزخیوں کے نام ہیں اور ان کے آباء کے نام اور ان کے قبیلوں کے نام۔ پھر ان کے اخیر میں میزان لگائی گئی نہ ان میں کچھ زیادہ کیا جائے گا اور نہ کم ہمیشہ تک۔

سند المحدثین علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں:

کشف کردہ شد بر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت ایں امر و مطلع شد بر آں چنانکہ شب و خفائے نماند شد و خفائے و نوشتہ نہ و اھل باطن و ارباب مکاشفہ گویند کہ وجود کتاب حق است و محمول بر حقیقت بے شائبہ مجاز و تاویل

(اشعۃ اللمعات ص ۱۰۰)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس امر (یعنی دو کتابوں کا دست اقدس میں ہونا) کی حقیقت کھول دی گئی اور اس پر آپ اس طرح باخبر ہو گئے کہ کسی طرح کا شبہ وخفا باقی نہ رہا اور اصحاب کشف وارباب مصنافی باطن (یعنی صوفیاء عظام کہتے ہیں کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس میں) کتاب کا پایا جانا بالکل سچ ہے۔ اور ایسی حقیقت پر محمول ہے جو مجاز وتاویل کے شائبہ سے بالاتر ہے۔

اس سے آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالمین کے ہر جنتی و دوزخی کے اسماء وآباء وقبائل تک کا بھی علم ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا علم لدنی عطا فرمایا ہے کہ سب کے احوال کو جانتے ہیں۔

ایک اور حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن عمر قال قام فينا رسول الله صلى الله عليه وسلم مقاما فاخبرنا عن بداء الخلق حتى دخل اهل الجنة منازلهم و اهل النار منازلهم حفظ ذلك من حفظ ونسيه من نسيه رواه البخاری ۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۰۶، س ۶)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری مجلس میں قیام فرما کر ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں اور دوزخیوں کے اپنی اپنی منزلوں میں داخل ہونے تک کی خبر دی اور فرمایا کہ جس نے یاد رکھا اس کو اور بھلا دیا جس نے بھلا دیا۔

اس حدیث شریف سے بھی واضح ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں اور دوزخیوں کے اپنی اپنی منزلوں میں داخل ہونے تک کا علم ہے۔

مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت تک کی تمام اشیاء کو جانتے ہیں

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مشکوٰۃ شریف باب الفتن فصل اول میں یوں روایت ہے:

عن حذيفة قال فينا رسول الله صلى الله عليه وسلم مقاما ما ترك شيئا يكون فى مقامه ذلك الى قيام الساعة الا حدث به حفظه من حفظه و نسيه من نسيه قد علمه اصحابى هولاء انه ليكون منه لشى قدسيه فاراد فاذكره كما ينكر الرجل وجه الرجل اذا غاب عنه ثم اذا راه عرفه

(متفق علیہ المشکوٰۃ شریف ص ۴۶۱ سطر ۸)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کھڑے ہوئے ہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہونا یعنی خطبہ پڑھا اور وعظ فرمایا اور خبر دی ان فتنوں کی کہ ظاہر ہوں گے نہیں چھوڑی کوئی چیز کہ واقع ہونے والی تھی۔ اس مقام میں قیامت تک مگر کہ بیان فرمایا اس کو یاد رکھا اس کو اس شخص نے کہ یاد رکھا اس کو اور بھول گیا اس کو جو شخص کہ بھول گیا۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ شارخ بخاری اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ شیئا سے مراد اشیاء مقدرہ ہیں۔ علامہ موصوف نے مخالفین کی تخصیص مثلاً احکام شرعیہ وغیرہ کو ھباءً منثورا کر دیا ہے تو یہ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عالم کی کوئی شے مخفی نہیں۔

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کو
کف دست کی مثل ملاحظہ فرمارہے ہیں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مواہب اللدنیہ میں یوں روایت درج ہے۔(ملاحظہ فرمائیے)

من ابن عمر قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ان اللہ تعالیٰ قد دفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ما ھو کائن فیھا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہ (مواہب اللدنیہ ص۱۹۲)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا کو سامنے کیا اور میں دیکھ رہا ہوں اس میں جو کچھ ہے اور جو کچھ قیامت تک اس میں ہونے والا ہے جس طرح میں اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔

غور فرمائیے کہ انظر مضارع کا صیغہ ہے جو استمرار تجددی پر دلالت کرتا ہے۔لہٰذا اس حدیث سے حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم حوادثات کونیہ کے ناظر بالاستمرار ثابت ہوں گے۔

علامہ زرقانی شرح مواہب قسطلانی میں اسی حدیث شریف کے ضمن میں فرماتے ہیں:

قد رفع ای اظھر و کشف لی الدنیا بحیث احطت بجمیع ما فیھا فانا انظر الیھا والی ماھو کائن فیھا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہ اشارۃ الی انہ نظر حقیقۃ دفع بہ انہ ارید بالنظر العلم ۔ (مواہب قسطلانی ج ۷ ص ۲۳۴ وھکذا مرقات المصابیح ص ۵۴۱)

بے شک اللہ جل مجدہٗ نے میرے لئے دنیا ظاہر فرمادی اسی لئے میں نے

دنیا کی ہر شے ظاہر فرمادی اسی لئے میں نے دنیا کی ہر شے کا احاطہ کرلیا پس میں دنیا کی طرف اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کی طرف اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کی طرف، یہ اشارہ اس طرف ہے کہ (حدیث میں) نظر سے حقیقتاً دیکھنا مراد ہے۔ یہ مراد نہیں کہ نظر سے مراد صرف اس کے معنی مجازی ہوں یعنی محض جاننا۔

اس حدیث شریف اور اس کی شرح سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت کے لئے دنیا ظاہر فرمائی اور آپ نے جمیع مافیہا کا احاطہ کرلیا اور حضرت کا فرمانا کہ میں اس کو اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو مثل اپنی کف دست مبارک کے ملاحظہ فرمارہا ہوں۔

یہ اشارہ ہے اس کی طرف کہ حدیث میں نظر سے حقیقتاً دیکھنا مراد ہے نہ کہ نظر کے معنی مجازی۔ تو ثابت ہوا کہ حضور سرور دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام عالمین کی ہر چیز کو مثل اپنے کف دست مبارک کے ملاحظہ فرمارہے ہیں۔ فَاعْتَبِرُوْا يَاُولِي الْاَبْصَار ۔

ایک اور حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے:

عن ثوبان قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ان الله زوای لی الارض فرأیت مشارقها و مغاربها انتهی بقدر الحاجة (المشکوٰۃ شریف ص۵۱۲ س۳)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شک اللہ تعالیٰ نے سمیٹی میرے لئے زمین یعنی اس کو سمیٹ کر مثل ہتھیلی کے کر دکھایا۔ پس دیکھا میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو یعنی تمام زمین دیکھی۔

اس حدیث شریف سے بھی یہ معلوم ہوا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مشرق ومغرب تمام زمین کو مثل ہتھیلی کے ملاحظہ فرمارہے ہیں۔

عالم جمیع مغیبات صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشکوٰۃ شریف میں ایک طویل حدیث روایت ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عن معاذ بن جبل رضی الله عنه و فيه قوله صلى الله عليه وسلم فتجلى لى كل شىء و عرفت رواه البخارى ۔

(از مشکوٰۃ شریف)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جس میں ایک قول آپ کا یہ ہے کہ ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے ہر چیز کو پہچان لیا۔

علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

پس ظاهر شد مرا هر چیز از علوم و شناختم همه را ۔

(اشعۃ اللمعات)

ہم پر ہر قسم کا علم ظاہر ہو گیا اور ہم نے سب کو پہچان لیا۔

دوسری حدیث حضرت عبدالرحمٰن بن عایش رضی اللہ عنہ سے حدیث مشکوٰۃ شریف باب المساجد میں یوں روایت ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

عن عبدالرحمن بن عايش قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رأيت ربى عزوجل فى احسن صورة قال فيما يختصم الملاء الاعلى قلت انت اعلم قال فوضع كفه بين كتفى فوجدت بردها بين ثدى فعلمت ما فى السموت والارض و تلاء و كذلك نرى ابراهيم ملكوت السموت والارض و ليكون من الموقنين ۔ (المشکوٰۃ شریف ص ۶۹ س ۲۷)

حضرت عبدالرحمٰن بن عایش رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے اپنے رب عزوجل کو اچھی صورت میں دیکھا فرمایا رب نے کہ ملائکہ کس بات میں جھگڑا کرتے ہیں تو میں نے عرض کی تو ہی خوب جانتا ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پھر میرے رب عزوجل نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا۔ میں نے اس کے وصول فیض کی سردی اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان پائی۔ پس جان لیا میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور آپ نے اس حال کے مناسب یہ آیت تلاوت فرمائی وکذلک الآیہ یعنی ویسے ہی دکھائے ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملک آسمانوں اور زمینوں کے تاکہ وہ ہو جائیں یقین کرنے والوں میں سے۔

وضع کف کنایہ ہے مزید فضل اور غایۃ تخصیص اور ایصال فیض اور عنایت وکرم اور تکریم وتائید اور انعام سے اور سردی پانا کنایہ ہے۔ وصول اثر فیض اور حصول علم سے۔

الحمد للہ اس حدیث شریف سے حضور مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا آسمانوں اور زمینوں کی ہر شے کا علم ہونا ثابت ہوا۔

چنانچہ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری مرقات شرح مشکوۃ میں اسی حدیث شریفہ کے تحت فرماتے ہیں:

فعلمت ای بسبب وصول ذلك الفيض ما في السموات والارض يعني ما اعلمه الله تعالیٰ مما فيها من الملئكة و الاشجار و غيرهما عبارة عن سعة علمه الذی فتح الله به عليه و قال ابن حجرای جميع الكائنات التی فے السموت بل وما فوقها كما يستفاد من قصد معراج ولارض وهی بمعنی الجنس ای وجميع ما فی الارضين السبع بل و ما تحتها كما افاده اخباره عليه السلام من الثور و الحوت الذی عليها

الارضون کلھا یعنی ان اللہ اری ابراھیم علیہ السلام ملکوت السموت والارض و کشف لہ ذلک و فتح علی ابواب الغیوب (مرقات شرح مشکوۃ ج ا ص ۴۶۳)

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اس فیض کے حاصل ہونے کے سبب سے میں نے وہ سب کچھ جان لیا۔ (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے) جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تعلیم فرمایا اور ان چیزوں میں سے جو آسمان وزمین میں ہیں ملائکہ واشجار وغیرہما میں سے یہ عبارت ہے۔ حضرت کے وسعت علم سے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت پر کھول دیا۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ ما فی السموت سے آسمانوں بلکہ ان سے بھی اوپر کی تمام کائنات مراد ہے جیسا کہ قصہ معراج سے مستفاد ہے اور ارض بمعنی جنس ہے۔ یعنی وہ تمام چیزیں جو ساتوں زمینوں بلکہ جو ان سے بھی نیچے ہیں سب معلوم ہوگئیں۔ جیسا کہ حضرت کا ثور وحوت کی خبر دینا جن پر سب زمین ہیں۔ اس کو مفید ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمینوں کے ملک دکھائے اور اس کو ان کے لئے کشف فرمادیا اور مجھ پر یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر غیبوں کے دروازے کھول دیئے۔

علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری کی عبارت سے مزید وضاحت یہ حاصل ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا الآیہ کذلک نری تلاوت فرمانے کی وجہ کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کو اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کے ملک دکھائے اور آپ پر کشف فرمادیا اور حضور سیّد المرسلین علیہ الصلوۃ والسلام پر تمام مغیبات کے دروازے کھول دیئے۔

اور علامہ شیخ الشیوخ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

فعلمت ما فی السموت والارض پس دانستم ہر چہ در

آسمانها و هر چه در زمین بود ۔ عبارتست از حصول تمام
علوم جزوی و کلی و احاطه آں و قلا ۔ و خواندآں حضرت
مناسب ایں حال و بقصد استشهاد بر امکان آں ایں آیت را
که و کذلك نری ابراهیم ملکوت السموت والارض
وهمچنیں نمودیم ابراهیم خلیل الله علیه الصلوٰة و السلام را
ملك عظیم نماید آسمانهارا و زمین را لیکون من الموقنین تا
آنکه گرد ابراهیم از یقین کنند گان بوجود ذات و صفات
توحید و اهل تحقیق گفته اند که تفاوت ست درمیان ایں دو
رویت زیرا که خلیل علیه السلام ملك آسمان و زمین را
دید ۔ و حبیب هرچه در آسمان و زمین بود حالی از فوات و
صفات و ظواهر و بواطن همه رادید و خلیل حاصل شد
مراد اور ایقین بوجوب ذاتی و حدت حق بعد از دیدن
ملکوت آسمان و زمین چناں که حال اهل استدلال و ارباب
سلوك و محبان و طالبان می باشد و حبیب حاصل شد مرا اُوْ
را یقین و وصول الی الله اول پس ازاں دانست عالم را
وحقائق آنرا چناں که شان مجذو بان و محبوبان و مطلوبان
اوست اوّل موافق است بقول ما رایت شیئا الا رایت الله قبله
و شتان ما بینهما (اشعۃ اللمعات ج ا ص ۳۳۳ مطبوعہ گردید لکھنؤ)

حاصل یہ ہے کہ پس جانا میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔ یہ
عبارت ہے تمام علوم جزوی وکلی کے حاصل ہونے اوران کا احاطہ کرنے
سے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال کے مناسب بقصد استشہاد یہ
آیت تلاوت فرمائی و کذلك نری الآیۃ یعنی اورایسے ہی ہم نے ابراہیم

علیہ الصلوٰۃ و السلام کو تمام آسمانوں اور زمینوں کا ملک عظیم دکھایا تا کہ وہ ذات وصفات وتوحید کے ساتھ یقین کرنے والوں میں سے ہوں۔ اہل تحقیق نے فرمایا کہ ان دونوں روایتوں کے درمیان فرق ہے۔ اس لئے کہ خلیل علیہ السلام نے آسمان وزمین کا ملک دیکھا اور حبیب علیہ الصلوٰۃ و السلام نے جو کچھ زمین وآسمان میں تھا ذوات صفات ظواہر و باطن سب دیکھا اور خلیل کو وجوب ذاتی ووحدت حق کا یقین ملکوت آسمان وزمین دیکھنے کے بعد حاصل ہوا جیسا کہ اہل استدلال اور ارباب سلوک اور محبتوں اور طالبوں کی حالت ہے اور حبیب کو وصول الی اللہ اور یقین اول حاصل ہوا۔ پھر عالم اور اس کے حقائق کو جانا جیسا کہ محبوبوں مطلوبوں مجذوبوں کی شان ہے۔ اور طالبوں کی حالت ہے اور حبیب کو وصول الی اللہ اور یقین اول حاصل ہوا۔ پھر عالم اور اس کے حقائق کو جانا جیسا کہ محبوبوں مطلوبوں مجذوبوں کی شان ہے۔

سبحان اللہ۔ علامہ محدث شاہ عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ الحق کے کلام سے کتنا صاف واضح ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کو علوم جزئی وکلی کا احاطہ ہے۔ آپ سے عالمین آسمانوں زمینوں کی کوئی ایسی شے نہیں جو کہ مخفی ہو، اس لئے کہ آپ اللہ کے حبیب ہیں۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

والمعنی انہ کما رأی حتی علمت ما فیھا من الذوات والصفات والظواھر والمغیبات ۔

معنی اس حدیث کے یہ ہیں کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمان وزمین کے ملک دکھائے گئے۔ ایسے ہی مجھ پر۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر غیبوں کے دروازے کھول دیئے گئے۔ یہاں تک کہ میں نے جان لیا کہ جو کچھ ان آسمانوں وزمینوں میں ہے۔ وذوات ظواہر مغیبات سب کچھ۔

علامہ شاہ عبدالحق رحمۃ اللہ الحق اور علامہ رحمہ اللہ کے کلام اور مذکورہ احادیث سے آفتاب کی طرح روشن ہوگیا کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ ذات گرامی ہے جن کو حق تعالیٰ جل مجدہٗ نے جمیع غیوب و جمیع ممکنات و جمیع اشیاء و جملہ کائنات یعنی تمام ممکنات حاضرہ وغائبہ ماوجدہٗ ویوجدہ کا علم مرحمت فرمادیا ہے۔

فضل خدا سے غیب شہادت ہوا انہیں
اس پر شہادت آیت و وحی اثر کی ہے

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزۂ عظیم

شبہ:

منکرین کا یہ کہنا ہے کہ اہل سنت بریلوی یہ جو احادیث پیش کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی دن اور ایک ہی مجلس میں صبح سے شام تک ابتداء سے لے کر قیامت تک کے سب حالات کا ذکر فرمادیا۔ یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ زمانہ متناہیہ میں امور کثیرہ غیر متناہیہ کا بیان کرنا محال ہے لہٰذا ان سے مراد امور عظام ہیں۔ یعنی موٹی موٹی باتیں بتلادیں۔

جواب:

وہابیہ دیوبندیہ خذلہم اللہ کو چونکہ جناب رسالت پناہ علیہ التحیۃ والثناء سے خداواسطے کی عداوت ہے۔ اس لئے نماز وروزہ عمل ثواب وغیرہ کے متعلق کوئی ضعیف حدیث بھی پیش کی جائے۔ بلاچون وچرا مان لیں گے لیکن جس سے حضور ابد قرار سرکار سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال اور تعریف ثابت ہوتی ہے۔ وہ تو انہیں تیر کی طرح کلیجہ کے پار ہوتی ہے۔ اس لئے اس کی ضرور تاویل کریں گے۔

اب ان کو عقل کا ماتم کرنا چاہئے کیونکہ وہ تو تھیں غیب کی باتیں اور آئندہ ظاہر ہونے والی اور انہوں نے احداً کا استثناء ہی منقطع مان لیا ہے جس سے ایک بات کا معلوم

ہونا بھی ناممکن ہے ہوش کی دوا کیجئے۔

دوم:

سب احادیث مذکورہ میں الفاظ عموم موجود ہیں جو تخصیص کے مخالف ہیں۔ علاوہ ازیں بطور طی اللسان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ آپ تھوڑے وقت میں مسائل کثیرہ بیان فرما دیتے تھے۔

ذرا ایک حدیث باب بدء الخلق وذکر الانبیاء علیہم السلام میں ہے ملاحظہ فرمائیے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عن النبی صلی الله علیه وسلم قال خفف علی داؤد القران فکان یأمر بدوابه فتسرج فیقر القراٰن قبل ان تسرج دوابه ولا یاکل الامن عمل یدیه ۔ رواه البخاری ۔

(المشکوٰۃ شریف ص ۵۰۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام پہ زبور پڑھنا آسان کیا گیا تھا۔ آپ اپنے جانوروں پر زین کسنے کا حکم فرماتے پس زین کس جاتی آپ پڑھنا شروع کرتے اور زین کس چکنے سے پہلے آپ زبور ختم فرما لیتے اور اپنے کسب سے کھانے یعنی زرہ بنا کر۔

اس حدیث شریف کے تحت مظاہر حق جلد چہارم میں درج ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اچھے بندوں کے لئے زمانے کو طے وبسط کرتا ہے یعنی کبھی تھوڑا ہو جاتا ہے اور کبھی بہت تھوڑا سا اور حضرت سیّدنا مولا علی حیدر کرار رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے کہ آپ رکاب میں پاؤں رکھتے اور دوسری رکاب میں پاؤں رکھنے تک قرآن ختم فرما لیتے۔ اور ایک روایت میں ہے ملتزم کعبہ سے اس کے دروازہ تک جانے میں پڑھ لیتے اور ایسا ہی حضرت علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری مرقات میں اس حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں:

فان سو دیشتی یرید بالقران الزبور لانه قصد اعجازہ من طریق القراء ۃ و قد دل الحدیث علی ان اللہ تعالیٰ یطوی الزمان لمن یشاء من عبادہ کما یطوی المکان لھم ولھذا باب لا سبیل الی ادراکہ الا بالفیض الربانی ۔

(المرقات المفاتیح ج۵ص۳۴۴)

اس عبارت سے بھی معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کے لئے زمانہ کو طے وبسط کرتا ہے جو بہت تھوڑا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت سیّدنا داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام زبور شریف کو زین کس چکنے سے پہلے ختم فرمالیتے اور حضرت علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک پاؤں رکاب میں رکھتے اور دوسرا رکھنے تک قرآن کریم کو ختم فرمالیتے۔

عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لو طویت لی الوسدرۃ لقلت فی الباء من بسم اللہ سبعین جملا ۔

مولانا نور الدین عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ السامی نفحات الانس فی حضرات القدس میں فرماتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:

عن بعض المشائخ انہ قراء بقرون حین استلم الحجر الاسود والرکن الاسعد الی حین وصول محاذات باب الکعبۃ الشریفۃ و القبلۃ المنیفۃ و قد سمعہ ابن الشیخ شھاب الدین سھروردی منہ کلمۃ و حرفاً من اولہ الی اخرہ قدس اللہ اسرارھم نفعنا ببرکۃ انوارھم ۔

یعنی بعضے مشائخ سے منقول ہے کہ انہوں نے حجر اسود کے استلام سے دروازہ کعبہ شریف پر پہنچنے تک تمام قرآن شریف پڑھ لیا اور ابن شیخ شہاب الدین سہروردی نے کلمہ کلمہ اور حرف حرف اول سے آخر تک سنا۔

دیکھئے حضرت سراپا رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے نیاز مندوں کا یہ حال ہے کہ حجر اسود کے استلام سے دروازہ کعبہ شریف تک قرآن پاک ختم فرمالیتے۔

آیئے قرآن پاک سے بھی شہادت سن لیجئے:

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ۚ

(پ۱۹، ع۱۷، س النمل)

اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے حضور میں حاضر کردوں گا۔ایک پل مارنے سے پہلے۔ پھر جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو فرمایا۔ یہ میرے رب کے فضل سے ہے۔

غور فرمائیے کہ حضرت سیّدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ مقدسہ کے نیاز مند حضرت آصف بن برخیا اسم اعظم کو جاننے والے تھے۔ وہ ایک پل مارنے سے بھی پہلے بلقیس کا تخت آپ کے حضور حاضر فرمارہے ہیں۔ معلوم نہیں کہ یہاں پر بھی مخالفین کیا فتویٰ جڑیں، کیونکہ جو معجزہ کے منکر ہیں وہ کرامت کے کب قائل ہوسکتے ہیں۔

لیکن یہ بیچارے سخت پریشان ہیں کہ کیا کریں اور کدھر جائیں کہ جب اللہ تعالیٰ کے اولیاء کا یہ حال ہے جس سے وہابی کی عقل دنگ ہے تو پیغمبر کے متعلق مجالِ سخن زیادہ تنگ ہے اور انکار نہ کریں تو بھی باعث ذلت ونگ ہے۔

چنانچہ عمدۃ القاری شرح بخاری میں ہے:

فیہ دلالة علی انہ اخبرنی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات من ابتدائھا الی انتھائھا و فی ایراد ذلك کلہ فی مجلس واحدامر عظیم من خوارق العادة کیف و قد اعطی مع ذلك جوامع الکلم صلی اللہ علیہ وسلم ۔ (عمدۃ القاری ج ۷ ص ۲۱۴)

یعنی اس حدیث میں دلالت ہے اس پر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں سب کا بیان فرما دینا' ایک ہی مجلس میں مخلوقات کے ابتداء سے انتہا تک جملہ حالات کی خبر دی اور ایک ہی مجلس میں سب کا بیان فرما دینا ایک بڑا معجزہ ہے اور کیونکر نہ ہو جبکہ حضرت کو حق تعالیٰ نے جوامع الکلم عطا فرمائے ہیں۔

اس حدیث کی شرح سے واضح ہو گیا کہ حضور آقا سیّد یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک ہی مجلس میں ابتدائے آفرینش سے لے کر دخول جنت و دوزخ تک جمیع احوال کی خبر دینا بہت بڑا معجزہ ہے۔

لیکن ظالم حاسدین وہ راستہ اختیار کریں گے جو معجزہ کے خلاف ہو۔ کیونکہ ایسے اعتراضات کرنے والے معجزہ کے انکاری ہیں درحقیقت وہ نبوت کے بھی منکر ہیں۔

تحقیق نبوت اور علم غیب

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یاایھا النبی کہہ کر خطاب فرمایا ہے جس کے معنی یہ ہیں: اے خبر دینے والے۔ اگر اس خبر سے صرف دین کی خبر مراد ہو تو ہر مولوی معاذ اللہ نبی ہوا اور اگر دنیا کے واقعات مراد ہوں تو ہر اخبار ریڈیو خبر دینے والا نبی ہو جائے۔ معاذ اللہ۔ تو معلوم یہ ہو گا نبی کے معنی یہ ہیں غیب کی خبریں دینے والا۔

جیسا کہ صاحب مواہب اللدنیہ فرماتے ہیں:

النبوۃ ماخوذۃ من النباء بمعنی الخبر ای اطلعہ اللہ علی الغیب

(قسطلانی)

کہ نبوت اطلاع علی الغیب کا عین ہے یا لازم نبی بروزن شریف صیغہ صفت مشبہ کا

ہے جس کے صاف معنی ہمیشہ غیب کی خبر دینے والے کے ہوتے ہیں یا اس طرح سمجھ لیجئے کہ پیغمبر اللہ تعالیٰ کی رضا اور عدم رضا کا مخبر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا و عدم رضا فی الامور اعلیٰ درجہ کا غیب ہے کیونکہ پیغمبر اس لئے تشریف لائے کہ لوگوں کو بتلا دیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور اس میں نہیں۔ یہ دونوں باتیں غیب ہیں جس چیز کا علم اوروں کو نہ ہو۔ وہ نبی کو ہوتا ہے اور نبی وہ ہے جو غیب کی خبریں دے۔ تو یہ ثابت ہو گا کہ علم غیب نبی کے معنی میں داخل ہے۔ ورنہ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ نبی کو علم نہ ہو اور اطلاع غیب ہو تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ نبی لوگوں کو جبھی مطلع فرما سکتے ہیں کہ انہیں علم غیب ہو۔

قرآن کریم کی آیت اور اس کی تفسیر ملاحظہ فرمائیے:

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ (پ ۳۰ سورۃ تکویر)

اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

حضرت محی السنۃ علامہ بغوی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر معالم التنزیل میں اسی آیت شریفہ کے تحت فرماتے ہیں:

على الغيب و خبر السماء وما اطلع عليه من الاخبار والقصص بضنين اى بخيل يقول انه ياتيه علم الغيب فلا يبخل به عليكم و يخبركم ولا يكتمه كما يكتم الكاهن۔

(التفسیر معالم التنزیل جزء السابع ص ۲۱۶ مطبوعہ مصر)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب پر اور آسمانی خبروں پر اور ان خبروں وقصوں پر بخیل نہیں ہیں۔ مراد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس علم غیب آتا ہے پس وہ تم پر بخل نہیں فرماتے بلکہ تم کو سکھاتے ہیں اور تم کو خبر دیتے ہیں جیسے کہ کاہن چھپاتے ہیں ویسے یہ نہیں چھپاتے۔

صاحب معالم التنزیل کے کلام سے واضح ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہے۔ جبھی وہ لوگوں کو مطلع فرماتے ہیں۔

علامہ علاء الدین صاحب تفسیر خازن اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

یَقُوْلُ اِنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَاْتِیْہِ عِلْمُ الْغَیْبِ فَلَا یَبْخَلُ بِہٖ عَلَیْکُمْ بَلْ یُعَلِّمُکُمْ ۔(التفسیر الخازن جزء السابع ص ۲۲۵)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس علم غیب آتا ہے تو تم پر اس میں بخل نہیں فرماتے بلکہ تم کو سکھاتے ہیں۔

ثابت ہو گیا کہ علم غیب پر مطلع ہونا یہ اصل نبوت کی دلیل ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ جس کو مقامِ نبوت پر پسند فرمالیتا ہے انہیں علم غیب عطا فرما دیتا ہے۔

علامہ خازن دوسرے مقام پر آیت وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖ کے ماتحت فرماتے ہیں:

یعنی ان یطلعھم علیہ وھم من الانبیاء و الرسل ولیکون ما یطلعھم علیہ من علم غیبہ دلیلا علی نبوتھم کما قال اللہ تعالیٰ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ

(تفسیر خازن جز الاول ص ۲۷۰ مطبوعہ مصر)

اللہ تعالیٰ ان کو اپنے علم پر اطلاع دیتا ہے اور وہ انبیاء و رسول ہیں تا کہ ان کا علم غیب پر مطلع ہونا ان کی نبوت کی دلیل ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہیں ظاہر کرتا اپنے خاص غیب پر کسی کو مگر اس رسول سے کہ جس سے راضی ہو جائے۔

علامہ موصوف تفسیر خازن میں تیسرے مقام پر آیت عالم الغیب فلا یظھر کے ماتحت فرماتے ہیں:

الامن یصطفیہ لرسالۃ و نبوتہ فیظھر علی مایشاء من الغیب حتی یستدل علی نبوتہ بما یخبر بہ من المغیبات فیکون ذلک معجزۃ لہ ۔ (تفسیر خازن ص ۱۶۳ ج، مصر)

مگر جس کو اپنی نبوت اور رسالت پر چن لے پس ظاہر فرماتا ہے جس پر چاہتا ہے غیب تا کہ ان کی نبوت پر دلیل پکڑی جائے ان غیب چیزوں سے جس کی وہ خبر دیتے ہیں پس یہ ان کا معجزہ ہے۔

ان دلائل سے یہ معلوم ہو گیا کہ نبی کا امور غیبیہ کی خبر دینا یہ ان کا معجزہ اور نبوت کی دلیل ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ علم غیب عطا فرما دیتا ہے۔

شرح عقائد نسفی یہ وہ کتاب ہے جو حنفیہ کے عقائد میں درسی کتاب ہے:

و بالجملة العلم الغيب امر تفروا به الله تعالىٰ لا سبيل اليه لعباد الاعلام او الهام بطريق المعجزه او الكرامة او ارشاد الى الاستدلال بالا مالات فيما يمكن فيه ذلك و لهذا ذكر الفتوىٰ ان قول القائل عندروية همالة القمر يكون مطرا مذعيا علم الغيب بعلامة الكفر (شرح عقائد نسفی)

حاصل کلام یہ ہے کہ علم غیب کا ایک ایسا امر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس سے متفرد ہے۔ بندوں کو اس کے حصول کا کوئی طریقہ نہیں مگر اللہ تعالیٰ بطریق وحی یا الہام کے بتائے یا بطریق معجزہ یا کرامت کے استدلال کرنا علامت ہے جس میں ممکن ہوا اس لئے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے کہ چاند کے ہار کو دیکھ کر کوئی غیب کا مدعی بن کر کہے کہ پانی برسے گا یہ کفر ہے۔

اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ بندوں کا علم بالغیب کے حصول کا کوئی ذریعہ نہیں مگر اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور وحی اور الہام کے ذریعہ سے بطور معجزہ اور کرامت کے ہوتا ہے کیونکہ علم غیب ہی نبوت کی دلیل اور معجزہ ہے۔

اب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب سے مطلع ہونا از روئے قرآن ملاحظہ فرمائیے:

وَتِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ (پ ۱۲، ع ۴، س ہود)

اور یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے رہتے ہیں۔

اس آیت شریف میں انباء جمع کا صیغہ ہے اور مضاف ہے لفظ غیب کی طرف اور صیغہ جمع مضاف مقتضی ہے۔ استغراق کا جو علم نحو و معانی و اصول میں ثابت ہے۔

لہٰذا آیت شریف نص ہوگی اس معنی پر کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مغیبات پر اطلاع فرمادی۔ بعض بذریعہ وحی جلی اور بعض بذریعہ وحی خفی اور نوحیھا کی ضمیر انباء الغیب کی طرف راجع ہوگی۔ اس لئے کہ یہی قریبی مرجع ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم وما ارسلنك الا كافة للناس ليكون۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم للعالمین نذیرا سارے عالمین کے نبی ہیں اور نبوت بھی دائمی ہوتی ہے۔ بالفرض اگر کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ وقت کے لئے معاذ اللہ اس خبر سے بے علم سمجھا تو اس اعتقاد کی بنا پر وہ اتنی دیر تک منکر نبوت رہے گا۔

یہی وجہ ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب شریف پر ایمان ہونا ضروری ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان

حضرت حافظ الحدیث شیخ احمد مالکی وخازن وجمل وصاوی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جمیع علم غیب پر ایمان رکھنا واجب فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

وَالَّذِی یَجِبُ بِهِ الْاِیْمَانُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَمْ یَنْتَقِلْ مِنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ فَهُوَ یَعْلَمُهَا كَمَا هِیَ عَیْنُ یَقِیْنٍ كَمَا وَرَدَ رُفِعَتْ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْهَا وَاِلٰی مَا هُوَ كَانَ فِیْهَا كَمَا اَنْظُرُ اِلٰی كَفِّیْ هٰذِهٖ وَرَدَ اِنَّهٗ اَطَّلَعَ عَلَی الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَ غَیْرُ ذٰلِكَ مِمَّا تَرَادَتْ بِهِ الْاَخْبَارُ لٰكِنْ اَمَرَ بِكِتْمَانِ الْبَعْضِ

(خازن، جمل، صاوی، وغیرہا)

جن باتوں کے ساتھ مسلمان کے لئے ایمان لانا لازم ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے اتنے تک انتقال نہیں فرمایا جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا و آخرت کے تمام مغیبات پر مطلع نہیں فرمایا وہ انہیں اس طرح جانتے ہیں جس طرح یقینی اور آنکھوں دیکھی بات ہوتی ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ میرے لئے دنیا بلند فرمائی گئی ہے۔ میں اس کی طرف بھی دیکھ رہا ہوں اور جو چیز قیامت تک اس میں ہونے والی ہے اسے بھی دیکھ رہا ہوں جس طرح میں ہاتھ کی ہتھیلی کی طرف دیکھ رہا ہوں اور یہ بھی حدیث میں وارد ہے کہ بہشت و دوزخ اور وما فیہا پر مطلع ہوں۔ اور ان باتوں کے متعلق احادیث تواتر کے درجہ تک پہنچ چکی ہیں اور بعض چیزوں کو پوشیدہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ثابت ہوا کہ اس بات پر ایمان رکھنا واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع علوم غیبیہ پر مطلع فرما دیا ہے۔ قیامت تک کی کوئی شے آپ سے مخفی نہیں ہے۔

لیکن دشمنان دین کی رسول دشمنی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ وہ آپ کے علم غیب شریف کو حیوانات کے علم سے تشبیہ دیتے ہیں۔ جیسا کہ ظاہر ہے ملاحظہ فرمائیے:

مومن وہ ہے جو ان کی عزت پہ مرے دل سے
تعظیم بھی کرتا ہے نجدی تو مرے دل سے

علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین
مخالفین کی زبانی

وہابیہ دیوبندیہ کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی اپنی کتاب ''حفظ الایمان'' میں رقمطراز ہیں:

"پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر چہ بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل۔ اگر بعض علوم غیبیہ ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے حاصل ہے۔"

(حفظ الایمان ص ۱۵ اس ۶)

دیکھا آپ نے ان شاتمانِ رسول نے کس جرأت و بے باکی کے ساتھ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشان میں یہ توہین کی ہے کہ حضور کی کیا تخصیص ایسا علم غیب تو زید و عمرو و بکر بلکہ جمیع حیوانات کو حاصل ہے۔

یعنی جیسا علم ہر بچے، پاگل، حیوان اور چوپائے کو ہے ایسا ہی علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

(استغفر اللہ) بتائیے اس سے بڑھ کر اور کیا گستاخی و ظلم ہوسکتا ہے کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کو چوپایوں اور حیوانوں اور پاگلوں کے علم سے تشبیہ دی جارہی ہے۔ اور یہ توہین نبوی متفقہ طور پر موجب کفر ہے۔

اب میں مخالفین سے دریافت کرتا ہوں کہ اگر بعینہٖ یہی عبارت علماء دیوبند پر چسپاں کر کے یوں کہا جائے کہ بعض علوم میں علماء دیوبند کی کیا تخصیص ایسا علم تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔

تو کوئی ان میں اس بات کو برداشت نہیں کر سکے گا اور نہ ہی ان حضرات نے اپنے علماء کے لئے کبھی ایسا تصور کیا ہوگا لیکن افسوس کہ انہوں نے علم کی تنقیص کا نشانہ صرف جناب آقا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی بنایا ہوا ہے تو معلوم ہوا کہ ان حضرات کا علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا ایمان ہے کہ آپ کے علم شریف کو چوپایوں اور حیوانوں کی مثل سمجھتے ہیں۔

مختصر طور پر یاد رکھئے

(۱)

المدار فی الحکم بالکفر علی الظواھر ولا نظر للمقصود ولا بقرائن حالہ

(۲)

و قد ذکر العلماء ان التھور فی عرض الانبیاء و ان لم یقصدا سب کفر۔

تلقیح الحدیث اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شبہ:

منکرین کا یہ بھی کہنا ہے کہ مدینہ منورہ میں انصار باغوں میں نر درخت کی شاخ مادہ درخت میں لگاتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو اس فعل سے منع فرمایا تو انہوں نے یہ فعل چھوڑ دیا۔ پس پھل کم آئے یا خراب تو انہوں نے اس کی شکایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کی تو آپ نے فرمایا:

اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ

کہ دنیا کے امور میں تم مجھ سے زیادہ جاننے والے ہو۔

معلوم ہوا کہ آپ کو اس تلقیح روکنے سے یہ علم نہ تھا کہ پھل کم آئیں گے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ کو اس دنیاوی امر کا علم نہ تھا جبھی فرمایا کہ دنیا کے کاموں میں تم مجھ سے زیادہ جاننے والے ہو۔

جواب:

اس حدیث تلقیح میں کس لفظ کا یہ ترجمہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہو کہ تم (مجھ سے زیادہ) جاننے والے ہو۔ انتم اعلم بامور دنیا کم کا ترجمہ تو یہ ہے کہ تم اپنے دنیا کے کام کو ہی جانو لیکن عدم علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت کرنے کے لئے ان حضرات نے حدیث کا ترجمہ اپنی طرف سے ایجاد کر ڈالا ہے۔

یہ تو ہے ان حضرات کی حالت۔ اب میں یہی حدیث مع شرح کے پیش کئے دیتا ہوں۔ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری شرح شفا بحث معجزات میں اسی حدیث تلقیح کا جواب علامہ سنوسی سے بھی نقل فرماتے ہیں:

ومن معجزاته الباهر ة ای ایاته الظاهرة (مما جمعه الله له من العوارف) ای الجزئية (والعموم) ای الكلية والمدركات الظنية واليقينية والاسرار الباطنة والانوار الظاهرة (وخصه من الاطلاع على جميع مصالح الدنيا و الدين ای مايتم به اسلام الامور الدنيوية والاخروية واستشكل بانه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وجد الانصار يلحقون النخل فقال لو تركتموه فتركوه فلم يخرج شيئا او خرج شيعا فقال انتم اعلم بامر دنيا كم قال الشيخ السنوسی ارادان يحملهم على فرق العوائد فی ذلك الى باب التوكل واما هناك فلم يتمثلوا فقال انتم اعرف بدنياكم ولو امتثلوا او تحملوا فی سنة او سنتين لكفوا امر هذه المحنة

(شرح شفاء علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ جز الاول ص ۷۲۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روشن معجزات اور ظاہر آیات میں سے وہ یہ ہے جو اللہ تعالیٰ آپ کے واسطے معارف جزئیہ اور علوم کلیہ اور مدرکات ظنیہ اور

بقیہ اور اسرار باطنہ اور انوار ظاہرہ جمع کیئے اور آپ کو دنیا و دین کی تمام مصلحتوں پر اطلاع دے کر خاص کیا۔ اس پر یہ اشکال وارد ہوسکتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت نے ملاحظہ فرمایا کہ انصار تلقیح نخل کر رہے تھے یعنی خرما کے نر کی کلی کو مادہ کی کلی میں رکھتے تھے تاکہ وہ حاملہ ہو اور پھل زیادہ آئے۔ آپ نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اس کو چھوڑ دیتے تو اچھا تھا۔ انہوں نے چھوڑ دیا تو پس پھل نہ آئے یا کم اور خراب آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے دنیاوی کاموں کو تم جانو۔ شیخ سنوسی نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خرق و خلاف عوائد پر برانگیختہ کرنے اور باب توکل کی طرف پہنچانے کا ارادہ کیا تھا انہوں نے اطاعت نہ کی اور جلدی کی تو حضرت نے فرمادیا کہ اپنے دنیاوی کاموں کو تم جانو۔ اگر وہ سال دو سال اطاعت کرتے اور تلقیح نہ کرتے اور امر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا امتثال کرتے تو انہیں تلقیح کی محنت نہ اٹھانی پڑتی۔

علامہ علی قاری اور سنوسی کی شرح سے کتنا صاف واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تلقیح کرنے سے منع فرمایا تو انہوں نے اس کو چھوڑ دیا۔ جب پھل کم آئے تو آپ نے فرمایا تم اپنے دنیاوی کاموں کو جانو۔ اگر وہ آپ کے حکم کی سال دو سال اطاعت کرتے تو انہیں تلقیح کرنے کی محنت نہ کرنی پڑتی اور آپ نے ان کو باب توکل تک پہنچا دینے کا ارادہ فرمایا تھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دینی و دنیاوی تمام مصلحتوں پر مطلع فرما دیا ہے۔ بتایئے اس حدیث میں ایک لفظ ایسا ہے جس کے یہ معنی ہوں کہ تم (مجھ سے زیادہ) جانتے ہو یا اس واقعہ میں علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نفی ہو۔

اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بے علم ہونے کی دلیل لینا اول درجہ کی خباثت نہیں تو کیا ہے۔

چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ دوسرے مقام پر شرح شفا شریف میں اس حدیث

کے ضمن میں فرماتے ہیں:

وعندی انه علیه السلام اصاب فی ذلك ولو ثبتوا علی كلامه لفاقوا فی الفن والارتفع عنهم كلفة المعالجة فانما وقع التغيير بحسب جريان العادة الاترى ان تعوديا كل شیء او شربه يتفقده فی دمه و اذا لم يجده يتغير عن حاله فلو صبروا علی نقصان سنة او سفتين لرجع النخيل الی حاله الاول و ربما كان يزيد علی قدره المعمول و فی القصبة اشاره الی التوكل و عدم المبالغة فی الاسباب و غفل عنه ارباب المعالجة من الاصحاب والله اعلم بالصواب

(شرح شفا شریف جلد ثانی ص ۳۳۸)

چنانچہ علامہ قیصری رحمۃ اللہ علیہ سے فصل الخطاب میں نقل ہے:

وَلَا يَعْرَبُ عَنْ عِلْمِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَ مِنْ حَيْثُ وَرُتْبَةٍ وَاِنْ كَانَ يَقُوْلُ اَنْتُمْ عَلَمُ بِاُمُوْرِ دِيْنِكُمْ۔

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر زمین و آسمان میں کچھ ذرّہ بھر بھی پوشیدہ نہیں اگرچہ بشریت کے اعتبار سے یہ فرمادیں کہ تم دنیا کا کام جانتے ہو۔

ان دلائل سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دنیاوی امور کا علم ہے۔ زمین و آسمان میں کوئی ذرّہ ایسا نہیں جو کہ آپ سے پوشیدہ ہو اور اگر وہ اس نقصان کو کچھ سال دو سال برداشت کر لیتے تو انہیں نفع بھی ہوتا اور یہ محنت نہ اٹھانی پڑتی تو معلوم یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام امورِ دنیاوی کا علم ہے۔ دنیا کا کوئی امر قیامت تک کا آپ سے مخفی نہیں ہے۔ آپ تو ساری دنیا کو کف دست کی شکل ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

واقعہ بئر معونہ اور
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شبہ:

مخالفین یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ چند لوگ آپ میرے ساتھ کر دیں جو میری قوم کو دین کی تبلیغ کریں۔ اگر وہ اسلام لے آئیں تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر صحابہ جلیل القدر قاری اس کے ہمراہ کر دیئے تو ان کو غدر و بے وفائی سے شہید کر دیا گیا۔ اگر آپ کو پہلے سے معلوم ہوتا کہ یوں شہید کر ڈالے جائیں گے تو آپ انہیں روانہ کیوں فرماتے۔

جواب:

اس قصہ کو پیش کرنے سے مخالفین کا جو مدعا ہے وہ یہی ہے کہ اگر آپ کو پہلے سے معلوم ہوتا کہ شہید کر دیئے جائیں گے تو آپ انہیں کیوں روانہ فرماتے۔ کس قدر افسوس ہے کہ یہ ظالم کیا سمجھ گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم باوجود علم کے کیوں انہیں روانہ نہ فرماتے آخر روانہ فرمانے کا باعث کیا۔ صرف صحابہ کی حفاظت جان یا کچھ اور بھی۔

ہوش کیجئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے صلے اور ہمتیں معاذ اللہ آپ کی طرح نہ تھیں کہ محض تن پروری مقصود ہوتی۔ جان کے لالچ میں دینی خدمت سے باز رہ سکتے اور اس خیال سے کہ یہاں جان عزیز نذر اشاعت اسلام ہوتی ہے درگزر کر جاتے ہر چند کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر صحابہ کے پیش آنے والے جملہ واقعات ظاہر ہیں۔ مگر یہ موقع درگزر کرنے کا نہیں کہ ایک شخص اشاعت اسلام کے لئے دعا کرتا ہے کہ اے حضور اپنے نیاز مندوں کو اس کی قوم کی ہدایت کے واسطے بھیج دیں اور اسے یہ جواب دیں کہ ہمیں اشاعت اسلام اور ہدایت خلق سے جان

زیادہ محبوب ہے۔ وہاں جو جائیں گے وہ مارے جائیں گے۔ اس لئے خوف جان اس موقع پر اعلاء کلمۃ اللہ میں ہی کوشش نہیں کی جاتی۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۔

یہ سب خرافات ہیں وہاں بمقابلہ اعلاء کلمۃ الحق کے جان کی کچھ پروانہ تھی اور خود صحابہ کرام کو شوق شہادت گدگدارہا تھا اور جوش میں بھرے ہوئے تھے شہادت ایک بہت بڑا مرتبہ ہے۔ چنانچہ اسی واقعہ بئر معونہ میں مقاتلہ کرنے والے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جب شہید ہو گئے اور ان میں سے حضرت منذر بن عمر رضی اللہ عنہ رہ گئے تو کفار نے ان سے کہا آپ چاہیں تو ہم آپ کو امن دیں مگر آپ کے آرزومند شہادت دل نے ہرگز نہ مانا اور آپ نے بمقابلہ شہادت کے امن کو قبول نہ فرمایا۔

(کذافی مدارج النبوت جلد دوم ص ۱۸۱ کتب صحاح)

یہاں تک تو تھا یہ کہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو دین پر جان تصدق کرنے ہی کے لئے روانہ فرمایا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ یہ سب شہید ہو جائیں گے۔

مگر جو لوگ یہ کہتے پھرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قبل واقعہ علم شہادت صحابہ تسلیم کر لینے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف قتل عمد کی نسبت کرنا پڑے گی۔

تو کیا وہ حضرت منذر ابن عمر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خودکشی کا الزام لگائیں گے کہ انہوں نے باوجود امن پانے کے شہادت ہی کو اختیار فرمایا اور اسی طرح حضرت عمرو ابن امیہ ضمری اور حارث پر بھی کہ یہ حضرات اونٹوں کو چراگاہ میں لے گئے تھے۔ جب واپس آئے اور لشکر گاہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ پرندوں کو لشکر کے گرد دیکھا اور گردوغبار اٹھا۔ معلوم ہوا اور کافروں کے سواروں کو بلندی پر کھڑا اور اصحاب رضی اللہ عنہم کو شہید دیکھا تو آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ اب مصلحت کیا ہے۔ عمرو بن امیہ ضمری کی رائے

ہوئی کہ سیّد الکائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر ماجرا بیان کیا جائے۔ حارث نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ اب بہم پہنچی ہوئی شہادت بہت غنیمت ہے۔ چنانچہ انہوں نے کفار سے مقاتلہ کیا اور ان میں چار آدمیوں کو قتل کر کے خود بھی شہید ہو گئے۔

(کذافی صحیح مسلم شریف ومدارج النبوۃ)

اب یہاں سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا شوق شہادت ہوتا ہے کہ انہوں نے امن و عافیت کو چھوڑ کر شہادت حاصل کرنے میں سعی فرمائی اور کامیاب ہوئے۔

اب جس طرح کوئی مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ صحابہ کرام نے قصداً و دیدہ و دانستہ اپنی جان ہلاکت میں ڈالی اور خودکشی کی۔

اسی طرح یہ کہنا بھی کسی ایمان والے کا کام نہیں ہے کہ فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیدۂ دانستہ صحابہ کو روانہ فرما کر قتل عمد کا ارتکاب کیا۔ العیاذ باللہ۔

بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی جانیں راہِ خدا میں نذر کیں اور ان جانوں کے لئے اس سے عمدہ طور پر کام آنے کا موقع نہ تھا۔ جان کی بڑی قیمت یہی تھی کہ راہِ خدا میں نثار ہو گئیں۔

یہ کہنا کہ اس حادثہ کا اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم ہوتا تو صحابہ کو نہ بھیجتے اور صحابہ کو علم ہوتا تو وہ نہ جاتے۔ یہ صریح سرور دو جہاں حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جلیل القدر و قرا صحابہ عظام علیہم الرضوان پر الزام لگانا ہے۔ جب جان تصدق کرنے کا موقع آتا اور یہ سمجھتے کہ جان جاتی ہے تو درگزر کر جاتے اور لوگوں کی طرح خیال کرتے کہ کون مفت خطرہ میں جان ڈالے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

توبہ کیجئے صحابہ اور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ شان نہیں کہ دین پر جان نثار کرنے سے دریغ کر جائیں۔ جان جاتی دیکھیں تو اسلام کی اشاعت کے پاس تک نہ آئیں بلکہ یہ حضرات جب سمجھ لیں کہ اب جان نذر کرنے کا موقع ہے تو بڑی خوشی اور

شوق سے جان نذر کریں جیسا کہ اوپر صحابہ کے واقعات سے ثابت ہو چکا ہے۔

میں پہلے ہی سیر شوق سے مقتل میں جھکا دوں
لے جان اگر خنجر فولاد تمہارا

تو اس صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ سے واقف ہونا کس طرح مانع روانگی ہوتا۔

اب بحمد اللہ تعالیٰ مخالفین کا یہ اعتراض بالکل باطل ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام کو باوجود پیش آنے والے واقعات پر مطلع ہونے کے روانہ فرما دینا قابل اعتراض نہ رہا۔ پھر آپ کا یہ روانہ فرما دینا اگرچہ کسی طرح قابل اعتراض نہیں۔

اگر اللہ تعالیٰ عقل وایمان نصیب فرما دے تو معلوم ہو کہ آپ کی اس میں بہت سی مصلحتیں اور حکمتیں تھیں کہ ان سب کا علم یہی خاصانِ خدا ہی کو ہے۔

الغرض واقعہ بئر معونہ میں صحابہ کا دلیری اور جوانمردی کے ساتھ حکم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل میں پروانہ جان نثار کرنا اور جان دینے میں خوش ہونا عجیب قابل یادگار اور دل پر اثر کرنے والی بات ہے جس سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی قوتِ ایمانی اور محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازہ ہوتا ہے اور خلق اللہ کو ایسے پر اثر واقعات سے ہدایت ہوتی ہے۔

جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بئر معونہ پر پہنچے اور انہوں نے حضور سراپا نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب مرغوب حرام بن ملحان کو دیا کہ عامر بن طفیل کے پاس لے جائیں۔ حرام دو شخصوں کو ہمراہ لے کر روانہ ہوئے۔ جب اس قوم کے نزدیک پہنچے ان دونوں شخصوں سے کہا کہ تم یہیں پر رہو میں جاتا ہوں۔ اگر ان لوگوں نے مجھے امن دی تو تم بھی چلے آنا اور اگر مجھے مار ڈالا تو تم اصحاب کے ساتھ جا ملنا۔ پھر حرام ابن ملحان نے ان لوگوں سے کہا امن دو تو میں تمہیں خدا کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچاؤں۔ حرام ابن ملحان گفتگو کر رہے تھے کہ

ایک شخص نے جوان کے پیچھے تھا ان لوگوں کے اشارہ سے ان پر حملہ کیا اور نیزہ مارا کہ وہ حرام کے بدن کے دوسری طرف نکل آیا۔ اس حالت میں حرام بن ملحان کی زبان سے جو کلمے نکلے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت والوں کو اس کا کچھ لطف آئے گا۔ حالت تو یہ کہ نیزہ سینے سے پار ہو گیا۔ اب خون چہرہ اور تمام بدن کو رنگین کر رہا ہے اور زبان پر کیا کلمہ مبارک ہے:

اللہ اکبر فزت و رب الکعبة

رب کعبہ کی قسم میری آرزو پوری ہو گئی اور مطلب حاصل ہو گیا مراد مل گئی۔

یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل پورے طور پر ہوئی رتبہ شہادت ملا۔

سبحان اللہ! ایک تو یہ دل تھے جو یوں دلیرانہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں جان نذر کرتے تھے۔

اور ایک یہ زمانہ ہے کہ سیّد العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کی تنقیص اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کمال کے انکار میں رات دن سرگرم ہے۔

اسی طرح علامہ خازن اور صاحب مدارج النبوت نے لکھا ہے:

فما نزلوها قال بعضهم لبعض ایکم یبلغ رسالة رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اهل هذا الماء فقال حرام بن ملحان انا فخرج بکتاب رسول الله صلی الله علیه وسلم انی عامر بن طفیل و کان علی ذلك الماء فلما اتاهم حرمین ملحان لم ینظر عامر بن الطفیل فی کتاب رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال حرام بن ملحان یا اهل بئر معونة انی رسول الله صلی الله علیه وسلم الیك و انی اشهد ان لا اله الا الله وان محمداً عبده و رسوله فأمنوا بالله و رسوله فخرج الیه رجل من کسر البیت یرصح فضربه فی جنبه حتی خرج من الشق

الاخر فقال الله اکبر فزت و رب الکعبۃ (الخازن ومدارج النبوت)

صحابہ کی اس طرح جاں نثاریاں تو ایمان والوں کے دلوں میں محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخم کاری کے لئے اکسیر ہیں۔

علاوہ ازیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر نہ دینے اور تحمل فرمانے میں بہت سی حکمتیں ہیں۔

چنانچہ اس واقعہ بئر معونہ پر جب حارث رضی اللہ عنہ اپنے شوق سے مقاتلہ کر کے شہید ہو گئے اور عمرو بن امیہ ضمری باقی رہ گئے اور عامر بن طفیل نے ان کو شہید نہ کیا۔ پیشانی کے بال پکڑ کر چھوڑ دیا اور مدینہ منورہ حاضر ہونے کی رخصت دی اور دریافت کیا کہ ان شہداء سے آپ واقف ہیں۔ فرمایا کہ ہاں واقف ہیں۔ تب وہ اٹھ کر شہداء کے مقتل میں آیا اور ہر ایک کا نام نسب دریافت کرنے لگا اور کہنے لگا کہ کوئی صاحب ایسے تم میں تھے جن کی نعش یہاں نہیں ہے۔ عمرو نے فرمایا کہ ہاں عامر بن فہیرہ جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بندہ آزاد کردہ تھے۔ وہ ان میں نہیں ہیں۔ کہا وہ کیسے آدمی تھے؟ فرمایا کہ وہ بڑے فاضل اور پرانے مسلمان تھے۔ عامر بن طفیل کافر نے کہا کہ ان کی شہادت کے وقت میں نے بچشم خود دیکھا کہ وہ آسمان کی جانب اٹھا لئے گئے۔

ف:

عامر بن طفیل کا ایسا عجیب وغریب واقعہ دیکھنا اور خود اس کو بیان کرنا اور پھر اس جماعت کے قتل سے پشیمان نہ ہونا اور ایمان سے محروم رہنا تعجب خیز ہے اور اس کی کور باطنی اور شقاوت ازلی کی صاف نظیر ہے۔ مگر پھر بھی وہ تو کافر تھا۔

اور مسلمان صورت کے آیتیں اور حدیثیں اور عجیب عجیب واقعات کتابوں میں دیکھنے کے بعد بھی علم عظیم نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا انکار ہی کئے جانا اور نصوص پا کر بھی مطمئن نہ ہونا بلکہ اپنے قیاسات فاسدہ اور اوہام باطلہ سے اس علم عظیم پر اعتراض کرنا حیرت انگیز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے۔

بنی کلاب میں ایک اور شخص حیار بن سلمہ بھی انہی کفار میں تھا۔ اس سے منقول ہے کہ جب میں نے عامر بن فہیرہ کے نیزہ مارا اور دوسری طرف نکل آیا تو میں نے ان کی زبان سے یہ کلمہ سنا:

فزت واللہ

اور یہ دیکھا کہ وہ آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔ اس وقت مجھے یہ فکر ہوئی کہ اس لفظ سے کیا مراد تھی تو میں ضحاک بن سفیاں کلابی کے پاس گیا اور انہیں تمام حال سنایا۔ کہنے لگے کہ ان کی مراد یہ تھی کہ خدا کی قسم میں نے مراد پالی۔ میں نے یہ سن کر ضحاک سے کہا کہ مجھے مسلمان کر لیجئے اور میں مسلمان ہو گیا اور یہ واقعہ میرے اسلام لانے کے باعث ہوا۔

سبحان اللہ! سعادت مندوں کو جیسے اس حال کے مشاہدہ سے ایمان نصیب ہوا ویسے ہی اس کے استماع سے بھی صدہا برکات حاصل ہوئے۔

مخالفین اب تو سمجھتے ہوں گے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اطلاع نہ دینے میں حکمتیں تھیں پھر اطلاع نہ دینا علم نہ ہونے کو مستلزم نہیں۔

ہر چند کفار نے سوال کئے مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں وقت قیامت پر مطلع نہ فرمایا۔ پھر اگر یہ راز تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ظاہر فرما دیتے۔ اس سینہ مبارک میں اللہ تعالیٰ کے ہزاروں راز مخزون تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم امین تھے۔

پھر مخالفین غیر کا یہ کہنا کہ حضرت کا یہ عمل کہ صحابہ کو روانہ فرمایا۔ یہ اگر خدا کے حکم سے مانا جائے تو جنہوں نے ان صحابہ کو شہید کر ڈالا تھا انہیں بھی سزا یا عذاب نہیں ملنا چاہئے کیوں کہ ان کا قتل بھی خدا کے حکم سے تھا۔ یعنی پھر جو کوئی برا عمل کرتا ہے وہ خدا کے حکم سے ہے اس کو سزا انہیں ملنی چاہئے۔ اسی لئے نبی اللہ کو اس حادثہ سے بے خبر ماننا پڑے گا ورنہ آپ علم ہوتے ہوئے ایسا کر رہے ہیں۔ تو پھر کیا انہوں نے صحابہ کرام سے دھوکا کیا۔

ناظرین! آپ انصاف کی نظر سے غور فرمائیں کہ ان ظالموں کی عداوت الرسول کا

کتنا صریح مظاہرہ ہے کہ معاذ اللہ نبی اللہ جن کا ہر کام رضائے الٰہی پر ہوتا ہے اور قرآن و سنت اور شریعت کے منبع ہیں وہ معاذ اللہ صحابہ سے دھوکہ کر رہے ہیں۔

لیکن وہ بد بخت کیا جانیں کہ حبیب خدا اشرف انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تو ایک ایک لمحہ رضائے الٰہی کے مطابق ہوتا ہے نبی اللہ کا تو سب سے عظیم خاصہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور عدم رضا کا مخبر صادق ہوتا ہے۔

کیا خدا کے نبی کے متعلق یہ گمان کہ ان کا صحابہ کرام کو روانہ فرمانا۔ رضائے الٰہی کے خلاف تھا۔ استغفر اللہ۔ یہ کسی مسلمان کا کام نہیں کہ وہ ایسا حملہ مقامِ نبوت پر کر سکے۔ کیا خدا کے نبی اور عام لوگوں کا فعل یکساں ہو سکتا ہے۔

دیکھئے اللہ کریم کا تو اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق کتنا واضح ارشاد موجود ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (پ ۲۷، ع ۴، س النجم)

اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

قرآن کریم کی اس آیت سے خوب واضح ہو گیا کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول و فعل رضائے الٰہی کے مطابق ہوتا ہے تو حضرت کا ستر قاریوں کو اشاعت اسلام کے لئے بھیجنا یہ اپنی خواہش سے نہیں بلکہ رضائے الٰہی کے لئے تھا۔

ان لوگوں نے تقدیر الٰہی سے بھی ہاتھ صاف کئے ہیں اور صحابہ کی شہادت بئر معونہ میں جو الزام معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر ہے۔ یہ صریح طور پر خدا تعالیٰ کی ذات پر ایک افتراء عظیم ہے اور جو لوگ اس قتل کے مرتکب ہوئے ہیں ان کو اس برے فعل کی سزا ضرور ملے گی اور حضرت کا صحابہ کو روانہ فرمانا اور ان کا جانا یہ اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر تھا اور پھر ان صحابہ کا راہِ حق میں شوق کے ساتھ جاں نثار کرنے پر جو انہیں درجہ شہادت نصیب ہوئے ہیں کیا کسی کو حاصل ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

مخالفین کو واقعہ بئر معونہ میں شہادت صحابہ سے عدم علم نبی کا جو شبہ پیدا ہوا ہے لازم ہے کہ بعض انبیاء کرام علیہم السلام کی شہادت سے بھی اللہ تعالیٰ کو بے علم ہونا سمجھتے ہوں گے۔

جیسا کہ قرآن میں ظاہر ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ ۔

(پ۳، ع۱۰، س آل عمران)

بے شک جن لوگوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا اور میرے نبیوں کو ناحق طور پر شہید کیا۔

علامہ علاء الدین صاحب تفسیر خازن آیہ یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ کے تحت فرماتے ہیں:

یبدی ان الیھود فتلت سبعین نبیا فی اول النھار

(الخازن جز الاوص ۲۶۶ مطبوعہ مصر)

روایت ہے کہ یہود نے ستر نبیوں کو پہلے ہی دن میں شہید کر ڈالا۔

اس آیت وتفسیر سے واضح ہو گیا کہ معاذ اللہ اگر اللہ تعالیٰ کو یہ علم ہوتا کہ میرے ستر انبیاء کو یہود نے شہید کر دینا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو کیوں بھیجتا۔ اب بقول مخالفین یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو بھی اپنے برگزیدہ انبیاء کرام علیہم السلام کے شہید ہونے کا علم نہ تھا۔

گویا کہ ان حضرات نے خدا تعالیٰ کو ان ستر انبیاء کرام کی شہادت سے بے علم سمجھ رکھا ہے تو کیا تعجب ہے کہ اسی کے محبوب حق علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان ستر صحابہ کرام کی شہادت سے بھی بے علم ہی سمجھا۔ نعوذ باللہ من ذلک

تو ان تمام مذکورہ دلائل و واقعہ صحیحہ سے ثابت ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ستر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شہادت کا علم تھا۔

علامہ قسطلانی نے اور نیز صحاح کی کتابوں میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ستر قاریوں کو روانہ فرمانے سے قبل یہ اشارہ فرما دیا تھا۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ انی اخشی علیهم اهل نجد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اہل نجد سے خوف آتا ہے۔

جس گروہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہارِ خوف فرمایا ہو وہ تنقیص علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ کریں تو اور کیا کریں۔ یہی وجہ ہے کہ نجدی گروہ گمراہ ہے۔ اگر یہ ہدایت یافتہ ہوتے تو حضرت کو ستر قاری بھیجنے کی کیا غرض تھی۔ وہ اسی لئے کہ یہ لوگ ہدایت کی طرف آ جائیں۔ اسلام کو قبول کر لیں لیکن بدنصیب نجدیوں نے بجائے ہدایت حاصل کرنے کے سیّد عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جلیل القدر صحابہ عظام کو شہید کر ڈالا۔ اللہ تعالیٰ فرقہ نجدیت دیابنہ کو ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین۔

مناسب سمجھتا ہوں کہ ان صحابہ کے نام بھی با حوالہ درج کر دوں جن کی شہادت کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شہادت سے پہلے ارشاد فرما دی تھی تا کہ ثابت ہو جائے کہ آپ کو اپنے صحابہ کی شہادت کا علم تھا۔

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا علم

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بخاری شریف مناقب ابوبکر اور ترمذی مناقب عثمان میں روایت ہے:

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ اُحُدًا وَ اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرٍ وَ عُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ فَفَرَجَهٗ بِرِجْلِهٖ فَقَالَ اُثْبُتْ اُحُدُ فَاِنَّمَا عَلَیْکَ نَبِیٌّ وَّ صِدِّیْقٌ وَّ شَهِیْدَانِ (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان

رضی اللہ عنہ تھے کہ آپ اُحد پہاڑ پر چڑھے۔ اُحد حرکت کرنے لگا (یعنی جوشِ مسرت سے) آپ نے اُحد پر ضرب لگائی اور فرمایا: اُحد ٹھہر جا تجھ پر ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

غور فرمائیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُحد پہاڑ پر ضرب لگا کر فرماتے ہیں: اے پہاڑ! ٹھہر جا، تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

اس حدیث سے آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ حضور سیّد عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہ علم تھا کہ شہید کئے جائیں گے۔ ملاحظہ فرمائیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کتنا عرصہ قبل ان کی شہادت کی خبر دے رہے ہیں۔

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ، وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہادت

حضرت زید، جعفر اور رواحہ رضی اللہ عنہم کا علم

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف و مشکوٰۃ باب معجزات میں یہ مروی ہے ملاحظہ فرمائیے:

عَنْ اَنَسٍ قَالَ نَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْدًا وَ جَعْفَرًا وَابْنَ رَوَاحَةَ النَّاسِ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ خَبَرُهُمْ فَقَالَ اَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدٌ فَاُصِيْبُ ثُمَّ اَخَذَ جَعْفَرٌ فَاُصِيْبَ ثُمَّ اَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَاُصِيْبَ وَعَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ حَتّٰى اَخَذَ الرَّايَةَ سَيْفٌ مِنْ سُيُوْفِ اللّٰهِ يَعْنِيْ خَالِدَ ابْنَ وَلِيْدٍ حَتّٰى فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ (رواہ البخاری والمشکوٰۃ ص ۵۳۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ و حضرت جعفر رضی اللہ عنہ و حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کے

مارے جانے کی خبر لوگوں کو پہلے سے دے دی تھی۔ چنانچہ پھر آپ نے اسی طرح بیان فرمایا کہ زید نے جھنڈا ہاتھ میں لیا اور شہید کیا گیا۔ پھر علم کو جعفر نے سنبھالا اور وہ بھی شہید ہو گیا۔ پھر ابن رواحہ نے جھنڈے کو لیا اور وہ بھی شہید ہو گیا۔ آپ یہ فرماتے جاتے اور آنکھوں میں آنسو جاری تھے پھر آپ نے فرمایا اس کے بعد نشان کو اس شخص نے لیا جو خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے یعنی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے دشمنوں پر فتح فرمائی۔

اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت زید رضی اللہ عنہ و حضرت جعفر رضی اللہ عنہ و حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کا علم تھا جبھی آپ نے ان کے جنگ موتہ میں شہید ہو جانے کی پہلے ہی خبر دے دی اور پھر لطف یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف میں تشریف فرما ہیں اور ملک شام میں اتنی دُور جنگ کے تمام حالات ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ اب فلاں نے جھنڈا لیا اور وہ شہید ہو گئے۔ سچ تو یہی ہے۔

یا رسول اللہ خدا نے کیا آپ کو سب پر آگاہ
دو عالم میں جو کچھ جلی و خفی ہے

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو

شہادت حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا علم

حضرت ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے مسلم شریف میں روایت ہے:

وَعَنْ اَبِی قَتَادَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَمَّارٍ حِیْنَ یَحْفِرُ الْخَنْدَقَ فَجَعَلَ یَمْسَحُ رَاْسَهٗ وَ یَقُوْلُ بُوْسُ ابْنِ سُمَیَّةَ ذَمُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِیَةُ (حدیث مسلم شریف المشکوٰۃ ص ۵۳۲)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ خندق کھود رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا اسمیہ کے بیٹے! اس قدر محنت و مشقت تجھ کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔

چنانچہ جنگ حنین میں شہید ہوئے۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا علم تھا کہ انہیں ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو آپ کی اس خبر غیب پر ایسا یقین تھا کہ ایک مرتبہ آپ بیمار ہو گئے آپ کی زوجہ آپ کی یہ حالت دیکھ کر رونے لگیں۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

غم مت کرو، میں اس بیماری میں وفات نہیں پاؤں گا کیونکہ:

فَاِنَّ حَبِیْبِیْ اَخْبَرَنِیْ اِنَّهٗ تَقْتُلَنِي الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ وَاِنَّ اٰخِرَ اِدَامٍ مِنَ الدُّنْيَا حُذْقَةُ لَبَنٍ (بخاری وحجۃ اللہ)

میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خبر دی تھی کہ مجھے باغی جماعت قتل کرے گی اور اس دنیا میں آخری وقت جو چیز میں کھاؤں گا وہ دودھ ہو گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب باغی جماعت نے حنین کے جھگڑے میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو پکڑا تو ان کے سامنے دودھ کا پیالہ پیش کیا۔ آپ نے پیا اور پھر مسکرائے۔ کسی نے سبب مسکراہٹ پوچھا تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اس دودھ کو آخری وقت پینے کے متعلق میرے آقا نے خبر دی۔ پھر آپ کو شہید کر دیا گیا۔

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو
شہادتِ امام حسین رضی اللہ عنہ کا علم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے معجم کبیر و طبرانی شریف اور ماثبت بالسنہ ص

۷ا میں شاہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ بُنِيَّ الْحُسَيْنَ يُقْتَلُ بَعْدِيْ بِاَرْضِ الطَّفِّ وَجَاءَنِيْ وَالتُّرْبَةِ وَاَخْبَرَنِيْ اِنَّ فِيْهَا مُضْجَعَهٗ (ابن سعد وطبرانی وکبیر حدیث مشکوٰۃ)

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا فرزند حسین میرے بعد مقام طف (یعنی کربلا) کے میدان میں شہید کیا جائے گا اور یہ مٹی میرے پاس لائی گئی ہے اور مجھے خبر دے دی گئی ہے کہ یہ ان کے مدفن کی جگہ ہے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پیارے نواسے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا علم تھا اور جس جگہ جامِ شہادت پینا تھا اس مقام میدانِ کربلا کا بھی علم تھا اور تاریخ کا بھی علم تھا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ ہجرت کے اکسٹھویں سال شہید کئے جائیں گے۔ (ماثبت بالسنہ)

علاوہ ازیں بہت سے صحابہ کی شہادت کی خبریں احادیث میں موجود ہیں۔ یہاں صرف چند پر اکتفا کیا جاتا ہے کیونکہ صاحب عقل کے لئے اشارہ کافی ہوتا ہے۔

زہر آلود گوشت اور
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شبہ:

مخالفین کا یہ کہنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خیبر میں زہر آلود گوشت پیش کیا گیا تو آپ نے اور صحابہ نے اسے کھالیا جس سے صحابہ شہید ہو گئے۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہوتا تو ان صحابہ کو کھا لینے سے روک دیتے۔

جواب:

ناظرین باانصاف کودشمنان اللہ ورسول کے شبے دیکھتے دیکھتے یہ تو خوب ظاہر ہو گیا ہوگا کہ یہ حضرات اپنے مدعا کو ثابت کرنے سے عاجز ہو کر صرف زبان درازی پر آ چکے ہیں اور سچ یہ ہے کہ جو لوگ مقام نبوت ہی کو نہیں جان سکے۔ وہ کیا جانیں کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول وفعل میں کیا کیا حکمتیں ہیں۔ اس لئے وہ سوائے زبان درازی وتنقیص علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کیا کچھ کر سکتے ہیں۔

آیئے ذرا وہی حدیث ملاحظہ فرمایئے:

عَنْ جَابِرٍ اَنْ یَّهُوْدِیَّةً مِّنْ اَهْلِ خَیْبَرَ سَمَّتْ شَاةً مُصَلِّیَةً ثُمَّ اَهْدَتْهَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ الذِّرَاعَ فَاَكَلَ مِنْهَا وَاَكَلَ رَهْطٌ مِنْ اَصْحَابِهٖ مَعَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِرْفَعُوْا اَیْدِیَكُمْ وَاَرْسَلَ اِلَی الْیَهُوْدِیَّةِ فَدَعَاهَا فَقَالَ سَمَّتَ هٰذِهِ الشَّاةَ فَقَالَتْ مَنْ اَخْبَرَكَ قَالَ اَخْبَرَتْنِیْ هٰذِهٖ فِیْ یَدِی الذِّرَاعِ قَالَتْ نَعَمْ قُلْتُ اِنْ كَانَ نَبِیًّا فَلَنْ تَضُرَّهٗ وَاِنْ لَّمْ یَكُنْ نَبِیًّا اِسْتَرَحْنَا مِنْهُ فَعَفَا عَنْهَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ یُعَاقِبُهَا وَتُوُفِّیَ اَصْحَابُهُ الَّذِیْنَ اَكَلُوْا مِنَ الشَّاةِ وَاحتجم رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی كَاهِلِهٖ مِنْ اَجْلِ الَّذِیْ اَكَلَ مِنَ الشَّاةَ مَجَمَهٗ اَبُوْ هِنْدٍ بِالْقُرْاٰنِ وَالشَّفْرَةِ وَهُوَ مَوْلٰی بَنِیْ بَیَاضَةَ مِّنَ الْاَنْصَارِ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی عورت نے بھنی ہوئی بکری میں زہر ملا کر اس کو ہدیہ کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی۔ آپ نے اس سے ایک دستی لے لی۔ آپ نے اور آپ کے صحابہ نے بھی کھایا۔ کھاتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ

سے فرمایا کہ اپنا ہاتھ روک لو، اس کو نہ کھاؤ پھر اس یہودی عورت کو بلا کر آپ نے فرمایا: کیا تو نے اس میں زہر ملایا ہے۔ اس نے کہا آپ کو کس نے بتایا۔ تو آپ نے فرمایا مجھ کو اس دستی نے بتایا جو میرے ہاتھ میں ہے۔ عورت نے کہا کہ ہاں میں نے اس میں زہر ملایا۔ اس خیال سے کہ اگر نبی ہوں گے تو زہر آپ پر اثر نہ کرے گا اور اگر آپ نبی نہ ہوں گے تو ہمیں نجات مل جائے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو معاف کر دیا اور سزا نہ دی۔ صحابہ میں سے جنہوں نے بکری کو کھایا وہ فوت ہو گئے (یعنی شہادت کی موت) اور اس گوشت کے کھانے کے سبب آپ نے مونڈھوں کے درمیان سنگھیاں کھنچوائیں ابو ہند نے سنگھیاں کھینچیں جو بنی بیاضہ کا آزاد کردہ غلام تھا۔

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جس زہر آلود گوشت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لقمہ تناول فرمایا اسی میں سے صحابہ نے بھی لقمہ کھایا۔ اس زہر آلود گوشت کے کھانے سے صحابہ کرام وفات پا گئے۔ یعنی انہوں نے شہادت کی موت کا درجہ حاصل کیا اور پھر حضرت کا اس یہودیہ کو کچھ بھی نہ کہنا اور معاف فرما دینا۔

صحابہ کرام کی موت شہادت تقدیر الٰہیہ میں اسی طرح تھی اور ان کا اسی زہر ہی کے ذریعہ وفات پانا ان کے لئے مزید ثواب تھا۔ جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا

(پ ۴، ع ۵، س آل عمران)

اور کوئی جان بے حکم خدا مر نہیں سکتی سب کا وقت لکھ رکھا ہے۔

اس آیت سے یہ معلوم ہو گیا کہ جس طرح اور جب کسی کی موت آنی ہے وہ اللہ کے حضور لکھا ہوا ہے اس سے زیادتی اور کمی نہیں ہو سکتی۔ للہذا یہ اعتراض باطل ہے کہ وہ صحابہ شہید ہو گئے۔ جب ان کی موت شہادت اسی طرح آئی ہے آپ کیوں روکتے۔ قانونِ

خداوندی میں جس طرح ہے وہ اسی طرح ہوکر رہنا تھا نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس زہر کے کھانے کے بعد کافی عرصہ بجسم ظاہری حیات رہے ہیں اور صحابہ شہید ہو گئے ہیں۔ تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان صحابہ کی موت اسی طرح اور اسی وقت آنی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا لیکن آپ نے اس کا اظہار نہیں فرمایا۔ اگر کسی بات کو جانتے ہوئے اس کا اظہار نہ کیا جائے تو وہ عدم علم کی دلیل نہیں ہو سکتی۔

چنانچہ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوت میں فرماتے ہیں:

پر سیّد از من پروردگار من چیزے پس نتو انستم که جواب گویم پس نهاده دست قدرت خود درمیان دوشانه من بے تکثیف و بے تحدید پس یافتم بر آنر اور سینه خود پس و اومرا علم اولین و آخرین و تعلیم کردانواع علم را علمی بود که عهد گرفت از من کتمان آنرا که باهیچکس نگویم طاقت برداشت آں نداره جز من و علمی بود که مخیر گردانید مرا در اظهار و کتمان آن و علمی بود که امر کرد مرا بتبلیغ آن بخاص و عام از امت من

(مدارج النبوت جلد اول ص ۱۹۲ سطر آخری مطبوعہ لکھنؤ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ شب معراج میں مجھ سے میرے پروردگار عالم نے کچھ دریافت فرمایا میں جواب نہ دے سکا تو اس نے اپنا دست مبارک میرے دونوں شانوں کے درمیان بے تکثیف و تحدید رکھا۔ (کیونکہ اللہ تعالیٰ جوارح سے منزہ و پاک ہے پھر تحدید و تکثیف کیسی) پھر میں نے اس کی سردی اپنے سینہ میں پائی۔ پس مجھے علوم اولین و آخرین کے عطا فرمائے اور چند علم اور تعلیم فرمائے جن میں سے ایک علم وہ ہے جس

کے چھپانے کا مجھ سے عہد لیا گیا کہ میرے سوا کسی میں برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ ایک علم وہ جس کا مجھے اختیار دیا گیا اور ایک علم وہ جس کی تبلیغ کا حکم فرمایا کہ میں اپنی اُمت کے ہر خاص و عام کو پہنچادوں۔

علامہ شیخ محقق علیہ الرحمتہ کی عبارت سے معلوم ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام اولین و آخرین کے علوم عطا فرمادینے کے علاوہ تین علوم یہ عطا فرمائے۔

۱۔ ایک علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا عطا فرمایا گیا جس کو چھپانے کا حکم ہے۔ اس لئے کہ یہ آپ کے سوا کسی اور میں برداشت کی طاقت نہیں۔

۲۔ دوسرا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا عطا فرمایا گیا ہے جس میں آپ کو اختیار دیا گیا ہے کہ چاہیں تو ظاہر فرمائیں اور چاہیں تو نہ ظاہر فرمائیں۔

۳۔ تیسرا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا عطا فرمایا گیا ہے کہ آپ اُمت کے ہر خاص و عام کو مطلع فرمادیں۔

ناظرین! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث جو علامہ شاہ عبدالحق علیہ الرحمتہ نے درج فرمائی ہے اگر منکرین اس پر ہی ایمان لے آئیں تو مجھے قوی امید ہے کہ انشاء اللہ تمام شکوک وشبہات کا ازالہ ہو جائے تمام چیزوں کا خزانہ ان تمام باتوں میں ہے۔

تو معلوم یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تو ہے کہ اس میں زہر ہے لیکن آپ نے اس کا اظہار نہیں فرمایا اور نہ ہی یہاں پر اظہار کرنا تھا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی زہر سے بوقت وصال شہادت کا درجہ ملنا تھا۔

چنانچہ حدیث شریف شاہد ہے:

وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِى مَرَضِهِ الَّذِىْ مَاتَ فِيْهِ يَا عَآئِشَةَ مَا اَزَالُ اَجِرُ اَلَمَ الطَّعَامَ الَّذِىْ اَكَلْتُ بِخَيْبَرَ وَ هٰذَا رَانٌ وَجَدْتُّ اِنْقِطَاعَ اَبْهَدِىْ مِنْ ذٰلِكَ السَّمِّ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مرض آخری میں فرمایا کرتے تھے۔اے عائشہ! جو میں نے خیبر میں کھایا تھا یعنی زہر آلود بکری کا گوشت۔اب وہ وقت ہے کہ اس زہر کے اثر سے میری رگِ جان کاٹی جائے۔

شیخ المحدثین حضرت علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ اسی حدیث کے ماتحت فرماتے ہیں:

اے عائشہ ہمیشہ بودم من یافتم ور طعامے را کہ خوردہ بودم بخیر گوسفندے کہ زہر آلود کردند آں را اگرچہ تاثیر نہ کرد و ہلاک برائے ظہور معجزہ ولیکن المے از وے باقی بود گاہ گاہ ظہور میکرد و ہذا اوان وجدت انقطاع ابہری من ذلک السم وایں وقت یافتن من است بریدہ شدن رگ دل مر از ان زہرہ ابہر بہ فتح ہمزہ وسکون بارگ دل کذا فی الصحاح و در قاموس گفتہ پشت درگیت در پشت ورگ گردن است وچوں ایں متعلق است بدل باایں اعتبار آنرا رگ دل نیز گویند ظاہر احکمت الٰہی عزاسمہ اقتضائے آں کرد کہ اثر آن زہر راور وقت موت ظاہر گردانید از برائے حصول مرتبہ شہادت چنانچہ می گویند کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ باثر زہر مار مرد کہ غار ہجرت گزیدہ بود

(اشعۃ اللمعات۔ج ۴۔ص ۶۰۸ سطر ۱۶ مطبوعہ لکھنؤ)

مندرجہ بالا اشعۃ اللمعات کی عبارت سے واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت زہر نے اثر اس لئے نہ کیا کہ آپ کو مرتبہ شہادت حاصل ہو۔اس زہر کے کھانے میں حکمت الٰہی بھی یہی تھی اور اسی لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غار ہجرت میں سانپ نے ڈسا تھا۔اس وقت تو آپ کو اس زہر سانپ نے اثر نہ کیا لیکن بوقت وصال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ مجھے اب سانپ کا زہر تکلیف دے رہا

ہے۔ یہ حکمت الٰہی تھی کہ آپ بھی مرتبہ شہادت حاصل کرلیں۔

تو یہ حکمت تھی، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت اظہار نہ فرمایا اور نہ فرمانا تھا کیونکہ آپ کو مرتبہ شہادت ملنا تھا اور ان صحابہ کی اسی وقت شہادت کی موت ہونی تھی۔

نیز بخاری شریف میں ایک اور حدیث آتی ہے کہ فتح خیبر کے بعد کچھ یہودیوں نے ایک بھنی ہوئی بکری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی جس میں زہر ملایا ہوا تھا تو آپ نے ان تمام یہودیوں کو بلا کر فرمایا: تمہارے قبلہ و دادا کا نام کیا ہے تو انہوں نے کہا فلاں فلاں آپ نے فرمایا: قَالَ كَذَبْتُم بَلْ اَبُوْكُم فُلَانٌ قَالُوْا صَدَقْتَ ۔ تم جھوٹ بولتے ہو تمہارے باپ دادا کا نام تو فلاں فلاں ہے۔ تو یہودیوں نے کہا آپ سچ کہہ رہے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: قَالَ هَلْ جَعَلْتُمْ فِيْ هٰذِهِ الشَّاةَ سَمًّا (کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا ہے تو وہ بولے: نعم۔ ہاں ہم نے اس میں زہر ملایا ہے۔)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہاں پر ان یہودیوں کے زہر ملانے کا اظہار مقصود تھا اور جہاں یہودی عورت نے زہر ملایا تھا وہاں اظہار کرنا مقصود نہ تھا کیونکہ اس میں حکمت تھی، جبھی تو آپ نے یہودیہ عورت کو باوجودیکہ صحابہ شہید ہوئے۔ کچھ نہ کہا بلکہ فعفاہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف فرما دیا۔ ان دلائل سے تو یہ ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم تھا کہ اس گوشت میں زہر ہے اور یہ بھی علم تھا کہ زہر بحکم الٰہی آپ پر اثر نہ کرے گا اور یہ بھی علم تھا کہ جو ساتھی میرے ساتھ ہیں ان کو شہادت کی موت ملتی ہے۔ پھر ایسے اعتراضات وہی کر سکتے ہیں جو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علم و حکمت سے ناواقف ہیں۔ الحمد للہ مخالفین کے اعتراض کا از روئے دلائل تو یہ ازالہ ہو گیا۔

اب ذرا قرآن کی روشنی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بعض مقامات پر اظہار نہ فرمانے یا سکوت فرمانے کی وجہ ملاحظہ فرمائیے۔

قرآنی فیصلہ

بارگاہِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

میں بے فائدہ سوالات کی ممانعت

بعض لوگ حضور سیّد عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بے فائدہ سوالات کیا کرتے تھے یہ خاطر مبارک پر گراں ہوتا تھا۔

تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی یہ آیت شریفہ نازل فرمائی:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْــٴَـلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ

(پ ۷، ع ۳، س المائدہ)

اے ایمان والو! ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں۔

علامہ علاء الدین صاحب تفسیر خازن اسی آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں۔

عن ابن عباس قال كان قوم يسألون رسول الله صلى الله عليه وسلم استهزاء فيقول الرجل من ابى و يقول الرجل تضل ناقة اين ناقتى (الخازن ج ۲ ص ۹۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور تمسخر قسم قسم کے سوال کیا کرتے تھے۔ کوئی شخص کہتا میرا باپ کون ہے اور کوئی شخص کہتا میری اونٹنی گم ہوگئی ہے وہ کہاں پر ہے۔

ایک حدیث بخاری شریف کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں اسی آیت لاتسئلوا کے تحت ہے:

ان النبى صلى الله عليه وسلم خرج حين زاغت الشمس فصلى الظهر فلما سلم قام على المنبر فذكر الساعة ذكر ان

بین یدیھا امورا عظاما ثم قال من احب ان یسال عن شیء فلیسأل منہ فواللہ لا تسئلونی عن شیء الا اخبرتکم بہ مادمت فی مقامی ھذا قال انس فاکثر الناس البکا دعواکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقول سلونی فقال انس فقام الیہ رجل فقال الیہ رجل فقال این مدخلی یا رسول اللہ قال النارفقام عبداللہ ابن حذافۃ فقال من ابی یا رسول اللہ قال ابوک حذافۃ قال ثم اکثران یقول سلونی سلونی

(البخاری شریف جزء الرابع ص ۲۷ امطبوعہ مصر)

تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جب کہ سورج ڈھل چکا تھا۔ پس آپ نے نمازِ ظہر پڑھ کر سلام پھیرا۔ آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ پس قیامت کا ذکر فرمایا کہ اس سے پہلے بڑے بڑے واقعات ہیں۔ پھر فرمایا جو شخص جو بات پوچھنا چاہے پوچھ لے۔ خدا کی قسم جب تک میں اس مقام پر کھڑا ہوں یعنی منبر پر تم کوئی بات نہ پوچھو گے مگر یہ کہ میں تم کو اس کی خبر دوں گا۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ آپ کا یہ ارشاد سن کر اکثر لوگوں نے رونا شروع کر دیا اور بار بار آپ نے فرمایا کہ پوچھ لو مجھ سے جو چاہتے ہو۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ ایک شخص آگے بڑھا اور کہنے لگا یا رسول اللہ مجھے بتائیے کہ میرا ٹھکانا کہاں پر ہے۔ آپ نے فرمایا تیرا ٹھکانا جہنم ہے۔ پس عبداللہ بن حذافہ نے کھڑے ہو کر پوچھا میرا باپ کون ہے۔ آپ نے فرمایا: حذافہ، پھر بار بار آپ نے فرمایا: مجھ سے پوچھو۔ مجھ سے پوچھو۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جہنمی یا جنتی ہونا یہ علوم خمسہ میں سے ہے کہ سعید ہے یا شقی ہے اسی طرح کہ کون کس کا بیٹا ہے۔ یہ ایسی بات ہے کہ سوائے اس کی ماں کے اور کوئی نہیں جان سکتا۔ لیکن سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی علم ہے کہ کون جنتی اور جہنمی

ہے اور یہ بھی علم ہے کہ عبداللہ نے دریافت کیا کہ میرا باپ کون ہے۔ آپ نے اس کے اصل باپ کا نام حذافہ بتادیا جس کے نطفہ سے وہ تھا باوجودیکہ اس کی ماں کا شوہر اور تھا جس کا یہ شخص بیٹا کہلاتا تھا۔

یادرہے کہ آیہ لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَاءَ کے تحت تفاسیر واحادیث میں مختلف اقوال آئے ہیں جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے لیکن اسی آیت کے تحت ایک قول یہ بھی ہے جو خازن و بخاری و مسلم شریف میں مذکورہ واقعہ کے ساتھ ہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں حج فرض ہونے کا بیان فرمایا۔ اس پر ایک شخص نے کہا کیا ہر سال حج فرض ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا سائل نے سوال کا تکرار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

زرونی ما ترکتکم ولو قلت نعم لوجبت ولما استطعتم۔

کہ جو چیز میں بیان کروں اس کے درپے نہ ہوا کرو اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج کرنا فرض ہو جاتا اور تم نہ کر سکتے۔

یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ احکام حضور کو مفوض ہیں جو فرض فرمادیں وہ فرض ہو جائے نہ فرمائیں نہ ہو۔

بہر حال ہمارا مدعا ہر صورت ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی معاملہ میں مصلحت یا حکمت کی بناء پر جانتے ہوئے اس کا اظہار نہ فرمائیں یعنی سکوت فرمائیں تو اس کے یہ معنی نہیں کہ آپ کو علم نہیں بلکہ یہ آپ کے علم ہی کی بہت بڑی دلیل ہے۔

اس لئے جو لوگ سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے سکوت یا آپ کے اظہار نہ فرمانے سے عدم علم کی دلیل بناتے ہیں۔ یہ ان کی انتہا درجہ کی عداوت الرسول کا نمونہ ہے۔

مسئلہ دریافت اور

اُمت کو مفید ہدایات

شبہ:

علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے انکاری یہ بھی کہتے ہیں کہ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے باپ کے قرضہ کے باب میں گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ نے فرمایا کون ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں۔ تو آپ نے فرمایا: میں تو میں بھی ہوں۔ گویا یہ کلمہ آپ کو ناگوار گزرا۔ لہٰذا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب دان ہوتے تو کیوں دریافت کرتے کہ تم کون ہو۔ آپ کو خود ہی معلوم ہو جاتا۔

جواب:

مخالفین کو جب کوئی راہ نہیں ملتی تو وہ تنگ آ کر ایسے اعتراضات کرنے کی کوشش کرتے ہیں جن کے باوجود بھی یہ اپنے مقصد کو حل کرنے سے عاجز ہی رہتے ہیں۔

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من کون ہے تو اس سے عدم علم ہونا کیسے ثابت ہوتا ہے باوجودیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم ہے کہ دروازہ کے باہر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کھڑے ہیں تو پھر آپ کا یہ فرمانا کہ میں کہنے والے (میں) تو میں بھی ہوں۔ یہ کمال علم وحکمت کی شان ہے کہ آئندہ امت کے لئے ایک عظیم بہتری کا سبق ہے۔ لیکن ان ظالموں کو کیا معلوم کہ آپ کے من ذا فرمانے میں کیا حکمت ہے۔

اگر مخالفین یہاں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت فرمانے پر عدم علم ہونا مراد لیتے ہیں تو مجھے خطرہ ہے کہ وہ کہیں یہ بھی نہ کہہ بیٹھیں کہ خدا تعالیٰ کو بھی علم نہیں۔ اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے:

مَا یَقُوْلُ عِبَادِیْ قَالَ یَقُوْلُوْنَ یُسَبِّحُوْنَكَ وَ یُكَبِّرُوْنَكَ وَ یُحَمِّدُوْنَكَ وَ یُمَجِّدُوْنَكَ قَالَ فَیَقُوْلُ هَلْ رَاَوْنِیْ قَالَ فَیَقُوْلُوْنَ لَا وَاللّٰهِ مَا رَاَوْكَ (المشکوٰۃ شریف ص ۱۹۷)

اللہ تعالیٰ فرشتوں سے دریافت فرماتا ہے کہ میرے بندے کیا کر رہے ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں تیری تسبیح و تکبیر و تحمید و بزرگی کا ذکر کر رہے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتا ہے کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں قسم ہے تیری انہوں نے تجھ کو نہیں دیکھا۔

مخالفین کے اصول کے مطابق ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو بھی (معاذ اللہ) علم نہیں ہے کیونکہ اگر اس کو علم ہوتا تو فرشتوں سے کیوں دریافت کرتا کہ میرے بندے کیا کہہ رہے ہیں۔

اس لئے ہر جگہ سوال کی علت بے علمی نہیں ہوتی۔ مگر جو حکمتیں نہ سمجھتے ہوں اور کلام کی مراد سے ناواقف ہوں۔ وہ ایسے ہی واہی شبہے بیان کر سکتے ہیں۔

ورنہ کسی مسلمان کو تو ہمت ہو ہی نہیں سکتی لیکن افسوس ہے کہ ان حضرات سے قبل آج تک کسی نے ایسے سوالات کو عدم علم کی دلیل نہ سمجھا مگر عجیب الفہم ہیں کہ عجیب عجیب ایجادیں کرتے ہیں۔ یہاں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت فرمانے میں جو حکمت ہے ایمان والوں کی آنکھیں اس سے بند نہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب تعلیم فرمانا مقصود تھا کہ تم کسی کے مکان پر جاؤ اور وہ دریافت کرے کہ تم کون ہو (میں) نہ کہہ دیا کرو بلکہ نام بتلایا کرو اور ایک لفظ ''میں'' کہہ دینا جس سے تمیز نہ ہو سکے کہ کون صاحب ہیں ناپسند ہے۔ یہ تو تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم جو قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے بہتر تھی لیکن یہ لوگ ابھی تک اسی چکر میں مارے مارے پھر رہے ہیں کہ حضرت کو یہ علم نہ تھا کہ دروازہ پر کون ہے۔ استغفر اللہ۔

آئندہ سوچ کر زبان کو کھولئے ورنہ بند ہی رکھنا بہتر ہے۔

حدیث لحن الحجۃ اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شبہ:

مخالفین یہ کہا کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرے کے دروازے پر جھگڑے کو سنا۔ آپ نے باہر تشریف لا کر فرمایا سوائے اس کے نہیں کہ میں آدمی ہوں۔ میرے پاس جھگڑنے والے آتے ہیں۔ شاید بعض تمہارا بعض سے خوش بیان ہو۔ اس کی خوش بیانی سے میں اس کو سچا جانوں اور اس کے حق میں فیصلہ کردوں پس جس کو میں حق مسلمان کا دلاؤں وہ سمجھے کہ جہنم کا ایک ٹکڑا دلاتا ہوں۔ اس حدیث بخاری سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب دان نہ تھے اگر غیب جانتے تو خلافِ فیصلہ کا آپ کو کیوں خوف ہوتا۔

جواب:

اب منکرین کی حالت اس درجہ تک پہنچ چکی ہے کہ وہ محض زبان درازی پر اتر آئے ہیں استغفر اللہ۔ کیا کسی مسلمان کا ایمان اس کو اس بات کی اجازت دے سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ کسی کا حق کسی دوسرے کو دلا دیں یا آپ کو ذرا اس کا خطرہ ہو (العیاذ باللہ مگر کسی بے ادب و گستاخ کو)

اس حدیث میں ایک حرف بھی ایسا نہیں جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم جمیع اشیاء کے انکار میں ذرا بھی مدد دے۔ اسالیب معرفت کے کلام سے تو یہ حضرات بالکل پاک ہیں۔ اس کا تو ان پر کسی طرح الزام نہیں آسکتا۔ ان ضعیف الفہم لوگوں نے اس حدیث سے کیا سمجھا کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو امور غیب کا علم تعلیم نہیں ہوا یہ پھر فہم قابل تحسین و آفرین ہے۔

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود اس تمام کلام سے تہدید ہے کہ لوگ ایسا ارادہ

نہ کریں کہ دوسروں کا مال لینے کے لئے زبانی قوتیں خرچ کریں۔

چنانچہ حدیث شریف کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے:

فَاِنْ قَضَیْتُ لِاَحَدٍ مِّنْکُمْ بِشَیْءٍ مِّنْ حَقِّ اَخِیْہِ فَاِنَّمَا اَقْطَعُ لَہٗ قِطْعَۃً مِّنَ النَّارِ (ترمذی والبخاری شریف)

یعنی اگر میں تم سے کسی کو دوسرے کی چیز دلا دوں تو وہ اس کے لئے آگ کا ٹکڑا ہے۔ یعنی تم کسی کا حق لینے کی کوشش ہی نہ کرو۔

یہاں پر تو انکارِ علم غیب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مراد تو یہ ہے کہ تم جو باتیں بناؤ تو اس سے حاصل کیا۔ بفرض محال اگر میں تمہاری تیز زبانی اور شیریں بیانی سن کر دوسرے کا حق دلا دوں تو بھی فائدہ کیا۔ وہ تمہارے کام کا نہیں بلکہ تمہارے لئے دوزخ کی آگ کا ٹکڑا ہے تو تم دوسرے کا حق لینے کی کوشش نہ کرو۔

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کا حق (معاذ اللہ) کسی دوسرے کو دلا دیتے تو بھی کچھ جائے عذر ہوتی کہ کچھ شبہ کا موقع ہے کہ حضرت نے کسی کا حق تھا کسی کو دلوا دیا مگر یہاں شبہ کو کچھ بھی علاقہ نہیں کہ آپ نے ایک کا حق دوسرے کو دلا دیا۔

بلکہ جو لفظ فرمائے وہ بھی قضیہ شرطیہ جو صدق مقدم کو مقتضی نہیں۔ ایک فرض محال ہے یعنی ایک ناممکن بات کو محض تہدید کی غرض سے فرض کر لیا ہے۔ اگر بالفرض ایسا ہو تو بھی تمہیں کچھ فائدہ نہیں لیکن وہابیہ دیوبندیہ خذلہم اللہ ہوش کی دوا کیجئے اور علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی کی بنا پر اپنا اجتہاد صرف نہ کیجئے۔ ورنہ ایسا ہی شرطیہ قرآن کریم میں بھی وارد ہے۔ آیہ شریف ملاحظہ فرمائیے:

قُلْ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا فَاَنَا اَوَّلُ الْعَابِدِیْنَ (پ۲۵، ع۱۲، س زخرف)

فرما دیجئے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ اگر رحمٰن کے ہاں بچہ ہوتا تو سب سے پہلے میں عبادت کرتا۔

آیت کو دیکھ کر اب اس اجتہاد کی بنا پر یہ نہ کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ

کے بیٹا ہونے کا بھی خطرہ تھا۔ (معاذ اللہ)

شرح مشارق میں یوں درج ہے:

وان قوله عليه السلام فمن قضيت له بحق مسلم الخ شرطية وهى لا تقتضى صدق المقدم فيكو و من باب فرض المحال نظر الى عدم جواز فراره على الخطاء بجوذ ذلك اذا تعلق به غرض كما فى قوله تعالىٰ فان كان للرحمن ولد فانا اول العابدين و الغرض فيما نحن فيه التهديد و التفريح على السن والا قدام على تلحين ابجح فى اخذاموال الناس (شرح مشارق)

شرح مشارق کی عبارت سے واضح ہو گیا ہے کہ یہ شرطیہ ہے اور شرطیات مقدم صدق کو مستلزم نہیں ہوتے بلکہ فرض محال تک بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ اس آیت میں ایک محال فرض کیا گیا ہے۔ اور منکرین اپنے مدعائے باطل پر سند لانا چاہتے ہیں۔ مقدم میں فرض محال ہے یا ناممکن ہے کہ سرور اکرم رسول محترم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیصلہ سے کسی کا حق کسی دوسرے کو پہنچ جائے اس لئے مسلمان کبھی ایسی باتیں نہیں کریں گے کیونکہ ان کے دلوں میں رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کا ادب واحترام موجود ہے۔

مسلمان یہ تو خوب جانتے ہیں کہ:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۝ (سورہ الحجرات، پ ۲۶، ع ۱۳)

مقام رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دل ادب واحترام سے بھر پور ہونا چاہئے۔ ورنہ ان تحبط اعمالکم (تمام اعمال ضائع ہو جائیں گے) اور اس کا پتہ بھی نہ چل سکے گا۔ اس لئے اگر کچھ احساس ہو تو آئندہ ایسی بدزبانی سے باز رہئے اور علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہ کیجئے۔

قلادۂ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شبہ:

مخالف صاحبان یہ بھی کہتے ہیں کہ سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں ان کا ہار گم ہوگیا۔ حضرت وہاں پر ٹھہر گئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے ہار ڈھونڈا۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم ہوتا تو کیوں نہ بتا دیتے۔

جواب:

مخالفین کے دلائل کا دارو مدار باطل و غلط قیاسوں پر رہ گیا ہے کسی آیت و حدیث سے وہ اپنا دعویٰ کسی طرح ثابت نہیں کر سکتے تو بمجبوری و ناچاری اپنی غلط راؤں کو بجائے وصل کے پیش کر دیتے ہیں۔ نہ معلوم انہوں نے اپنی رائے کو دلائل شرعیہ میں سے کون سی دلیل قرار دے رکھا ہے۔ دینی مسائل اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف زید و عمرو اور ہر ماو شما کے منتشر خیالات بد موقوف نہیں ہیں۔ جب آیات و احادیث اور کتب معتبرہ سے سیّد عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عالم جمیع اشیاء ہونا ثابت ہے تو پھر مخالفین کے یہ باطل وہم کس شمار و قطار میں ہیں۔ اپنے خیالات واہیہ کو آیات و احادیث کے مقابلہ میں ان کا رد کرنے کے لئے پیش کرنا ان حضرات ہی کی جرأت ہے۔

اب اس سوال کا دارو مدار صرف اس بات پر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ بتایا کہ وہاں پر ہار موجود ہے۔ بھلا یہ تو بتلائیے کہ اس کے لئے کوئی دلیل بھی ہے یا کسی کتاب کی کوئی عبارت ہے۔ ہر گز نہیں۔

مگر یہاں پر اس کی ضرورت ہی نہیں۔ صرف جو بات منہ میں آئی کہہ دی۔ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کی جس فضیلت کا چاہا محض بزور زبان انکار کر دیا۔

چنانچہ حدیث بخاری و مسلم شریف کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے:

فَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا فَوَجَدَهَا (بخاری شریف)

اور اسی حدیث کی شرح امام نووی فرماتے ہیں:

يَحْمَلُ اَنْ يَّكُوْنَ فَاعِلُ وَجَدَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود اس کے واجد ہیں۔ وہ ہار خود آپ نے پایا۔ پھر نہ بتلایا کہ کیا معنے اور اگر فرض کر لیجئے کہ نہ بتایا تو نہ بتانا کسی عالم کا نہ جاننے کو کب مستلزم ہے یہ کہاں کی منطق ہے۔

اگر مخالفین یہی کہیں کہ حضرت نے نہ بتایا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ معاذ اللہ ان کو علم نہ تھا تو خدا خیر کرے کہیں اس قیاس سے یہ بھی نہ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ کو بھی علم نہیں تھا کیونکہ کفار نے وقت قیامت کا بہتیرا سوال کیا اور اَيَّانَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ کہا مگر اللہ تعالیٰ نے یہ نہ بتایا۔ معلوم ہوتا تو کیوں نہ بتایا۔ معاذ اللہ

نہ بتانا کسی حکمت سے ہوتا ہے نہ کہ اس کے لئے عدم علم ضروری ہے۔ اس نہ بتانے میں جو حکمتیں ہیں وہ ان کو کیا معلوم۔ آیئے ذرا آنکھ والوں سے پوچھئے۔

شیخ المشائخ قاضی القضاۃ اوحد الحفاظ والرواۃ شہاب الدنیا ابو الفضل ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

وَاسْتَدَلَّ بِذٰلِكَ عَلٰى جَوَازِ الْاِقَامَةِ فِى الْمَكَانِ الَّذِىْ لَا مَاءَ فِيْهَا

(فتح الباری ج ا ص ۲۱۵)

یعنی اس اقامت سے فائدہ یہ حاصل ہوا کہ جس جگہ پانی نہ ہو وہاں ٹھہرنے کا جواز معلوم ہوا۔

دیکھا آپ نے حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلدی ہار نہ بتانے میں کیا حکمت

تھی۔ اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوراً ہی بتا دیتے تو یہ مسائل کیونکر معلوم ہو سکتے تھے

جس جگہ پانی نہ ہو وہاں ٹھہرنے کا جواز۔

دوسرا یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ:

وَفِيهِ اِعْتِنَاءِ الْاِمَامِ لِحِفْظِ حَقُوقِ الْمُسْلِمِينَ وَاِنْ قُلَّتَ

اور یہ بھی معلوم ہے کہ امام گو سفر میں ہو مگر اس کو مسلمانوں کے حفظ وحقوق کا

خیال کرنا چاہئے۔

اس واقعہ سے علماء نے یہ بھی مسئلہ معلوم کر لیا کہ امام اگر سفر میں ہو تو اس کو مسلمانوں

کے حفظ وحقوق کا پورا خیال رکھنا چاہئے۔

و يلحق بتحصيل القائع الاقامة للحقوق المنطقة و دفن

الميت و نحو ذلك من مصالح الرعية (فتح الباری)

کہ دفن میت کے لئے اور اس کی مثل رعیت کی ضرورتوں اور مصلحتوں کے

لحاظ سے امام کو قیام کرنا چاہئے۔

یہ بھی مسئلہ حاصل ہو گیا کہ امام کو دفن میت اور اس کی مثل رعیت کی ضرورتوں اور

مصلحتوں کے لحاظ سے امام کو قیام کرنا چاہئے۔

چوتھا مسئلہ یہ بھی معلوم ہے:

وفيه اشارة الى ترك اضاعة المال . (ایضاً)

اور یہ بھی حاصل ہوا کہ مال کو ضائع نہیں کرنا چاہئے۔

دیکھا آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ہار گم ہو جانے سے جو اقامت فرمائی

وہ کتنی عظیم مصلحتوں اور حکمتوں پر مبنی ہے۔

اے بصیرت کے اندھو! ذرا آنکھوں سے پردہ کھول کر ذرا غور کرو۔

اور ایک مزے کی بات معلوم ہوئی کہ اس اقامت کی وجہ سے پانی نہ ملا اور صحابہ

کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو نماز کی فکر ہوئی کہ کہاں سے وضو کیا جائے گا۔ کس

طرح وضو کیا جائے گا۔ تو وہ بے چین ہوئے لامحالہ ان کو سوال کرنا پڑا تو حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سوال کیا اور حضور اقدس رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسے ضروری سوال کے لئے بھی بیدار کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہوئی اور کسی نے گوارا نہ کیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب سے بیدار کرنے کا کسی کو حق نہیں۔

یہی الفاظ فتح الباری میں یوں درج ہیں:

انما اشكوا الى ابى بكر لكون النبى صلى الله عليه وسلم كان نائما و كانوا لا يو قظو نه

حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی فکر میں تھے کہ نماز کس طرح پڑھیں گے تو حضرت صدیقہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی کوکھ میں (یعنی کمر میں) انگلیاں ماریں۔ یہ ضرب ایسی ہے کہ انسان بے اختیار اچھل پڑتا ہے مگر سرور دو جہاں آقا دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے زانو پر آرام فرما رہے تھے۔ اس وجہ سے انہیں جنبش نہ ہونے پائی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ادب اس درجہ کا ہونا چاہیے کہ ایسی طبعی حرکات بھی نہ ہونے پائیں جن سے خواب ناز میں فرق آنے کا اندیشہ ہو۔

فيه استحباب الصبر لمن خاله ما يو جب الحر كة و يحصل به تشويش النائم (فتح الباری)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی اس آیت شریفہ کو نازل فرما کر تمام مسلمانوں کے لئے ایک ہمیشہ کے لئے آسانی فرمادی۔

فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝ (پ۵،ع۴،س النساء)

پس پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمّم کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا اور بخشنے والا ہے۔

چنانچہ صاحب تفسیر خازن اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں اور بخاری شریف میں بھی یوں ہی درج ہے:

قال اسید بن حضیر فواللہ ما نزل بك من امر تکر هينة الا جعل الله ذلك لك و للمسلمين فيه خيرا ۔

کہا حضرت اسید بن حضیر نے خدا کی قسم اے صدیقہ آپ پر کوئی امر پیش آتا ہے اور آپ پر گراں گزرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں آپ کے اور مسلمانوں کے لئے بہتری فرماتا ہے۔

ابن ابی ملیکہ کی روایت میں ہے کہ خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما کان اعظم بر کة قلارتك

اے عائشہ! تمہارے ہار کی کیسی عظیم الشان برکت ہے۔ قیامت تک کے مسلمان ان کے صدقہ میں سفر اور بیماری اور مجبوری کی حالتوں میں تیمّم سے طہارت حاصل کرتے رہیں گے۔

حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خود حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تین مرتبہ یوں فرمایا:

یَا عَآئِشَۃَ اِنَّکَ لَمُبَارَکَۃَ

اے عائشہ! تم یقیناً بے شک بڑی برکت والی ہو۔

ناظرین با انصاف توجہ فرمائیں کہ حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہار گم جانے اور حضرت کے وہاں پر اقامت فرمانے میں اللہ ورسول علیہ الصلوٰۃ و السلام کی کتنی عظیم حکمتیں تھیں جو قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے مشعل راہ اور مجبوری و تکلیف کے وقت مدد کرتی ہیں۔

اگر یہ ہار آپ جلدی بتلا دیتے اور اقامت نہ فرماتے تو بتلایئے قیامت تک کے

مسلمانوں کو یہ سعادت نصیب ہو سکتی تھی ہر گز نہیں۔ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

اہل ایمان کو خوب نظر آچکا ہے کہ حضرت سیدہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہار کی وجہ سے لشکر اسلام کو اقامت کرنا پڑے اور پانی نہ ملے تو ان کی برکت سے اللہ تبارک و تعالیٰ تیمّم کو جائز فرمائے اور مٹی کو مطہر کر دے۔

لیکن جہاں آنکھیں بند ہوں اور بصیرت کا نور جاتا رہا ہو وہاں سوائے اس کے کچھ نہ معلوم ہو کہ حضرت کو معاذ اللہ علم نہ تھا۔ استغفر اللہ

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد

عیب نماید ہنرش در نظر

تو خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت کو سیدہ کے ہار کا علم تھا لیکن حکمت مذکورہ کی بنا پر اسی وقت ذکر نہ فرمایا۔

مخالفین کا یہ قیاس فاسد باطل محض اور سراپا خو ہے اور ان کے مدعائے باطل کو اس سے کوئی تائید نہیں پہنچ سکتی۔

پہچان نیک و بد اور
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شبہ:

شاتمانِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ بھی کہنا ہے کہ قیامت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعض لوگوں کو حوضِ کوثر کی طرف بلائیں گے۔ ملائکہ عرض کریں گے:

اِنَّكَ لَا تَدْرِیْ مَا احدثوا بعدك

بے شک آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا ہے۔

ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم نہیں کہ میرے بعد لوگوں نے کیا کیا۔ یہ حدیث ترمذی شریف میں ہے۔

جواب:

ناظرین مخالفین کی جہالت کا اندازہ کریں کہ خود ہی تو یہ کہہ رہے ہیں کہ حضرت کو یہ معلوم نہیں کہ لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا اور ساتھ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ حدیث میں یہ بات موجود ہے۔

اب میں پوچھتا ہوں کہ یہ حدیث کیا تمہاری اپنی ایجاد کی ہوئی ہے یا کہ ارشادِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اگر یہ کہو کہ یہ حدیث ہم نے ایجاد کی ہے تو پھر کیا ٹھکانہ اور اگر یہ کہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود قیامت کے اس واقعہ کا اظہار فرمایا ہے تو پھر یہ آپ کے علم غیب کی بہت بڑی دلیل ہے۔

خدا جب دین لیتا ہے تو ضلالت آہی جاتی ہے

ایک وہی حدیث جو مخالف صاحبان پیش کرتے ہیں اس کو ملاحظہ فرمائیے:

عن سهل بن سعد قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انى فرطكم على الحوض من مر على شرب ومن شرب لم يظلما ابدا ليرون على اقوام اعرفهم و يعرفونني ثم يمال بينى و بينهم فاقول انهم منى فيقال انك لا تدرى ما احدثوا بعدك فاقول سحقا لمن غير بعدى (البخاری)

سہل بن سعد سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں حوض کوثر پر تمہارا میرِ سامان ہوں گا۔ جو شخص میرے پاس سے گزرے گا پانی پئے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ البتہ میرے پاس بہت سی قومیں آئیں گی۔ میں ان کو پہچانوں گا اور وہ مجھے پہچان لیں گی پھر میرے اور ان کے درمیان کوئی چیز حائل کر دی جائے گی۔ میں کہوں گا یہ لوگ تو میرے ہیں۔ اس کا جواب ملے گا کہ آپ کو نہیں معلوم انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا۔ میں کہوں گا وہ لوگ دور ہوں مجھ سے جنہوں نے میرے دین میں نئی تبدیلی کی۔

غور فرمائیے کہ جب فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں خود ہی یہ خبر دے رہے ہیں کہ میرے پاس بہت سی قومیں آئیں گی میں ان کو پہچانوں گا اور وہ مجھے پہچانیں گے اور میرے اور ان کے درمیان پردہ حائل ہوگا۔ میں کہوں گا میرے ہیں۔ ملائکہ کہیں گے آپ جانتے ہیں۔ انہوں نے کیا کیا اور پھر میں کہوں گا دور ہوں۔

اس سے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہونا صاف ظاہر ہے کہ واقعہ تو قیامت کو پیش آئے گا اور خبر دنیا میں ہی دے رہے ہیں۔ کیا آپ نے بغیر علم کے ہی خبر دے دی۔

انسان کے لئے یہ سمجھنا کچھ دشوار نہیں کہ علم نہ ہوتا تو خود ہی اس واقعہ کی خبر دینا ناممکن تھا پھر دنیا ہی میں معلوم ہونا اور اس واقعہ کا نظر انور سے گزر جانا ہے۔

چنانچہ بخاری شریف کی حدیث میں بھی مروی ہے:

بینا انا نائم فاذا زمرة حتی اذا عرفتهم خرج رجل من بینی و بینهم فقال هم فقلت ابن قال الی النار والله قلت وما شانهم قال انهم ارتدوا بعدك علی ادبارهم القهقری

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اسی اثناء میں کہ میں خواب میں تھا اچانک ایک جماعت گزری حتیٰ کہ جب میں نے ان کو پہچانا تو ایک شخص نے میرے اور ان کے درمیان سے نکل کر کہا آؤ۔ میں نے کہا کہاں۔ اس نے عرض کی بخدا دوزخ کی طرف۔ میں نے کہا ان کا کیا حال ہے۔ اس نے عرض کیا کہ یہ آپ کے بعد الٹے پاؤں پیچھے پلٹ گئے۔

اب تو یہ بھی حدیث شریف کی روشنی سے معلوم ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان لوگوں کو دنیا میں پہچانتے اور ان کا مال جانتے تھے۔ عجب بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی جو واقعہ غیب کا ہے اس کی پہلے ہی خبر دیں تو دشمن اللہ ورسول اسی حدیث سے عدمِ علم مراد لے۔ استغفر اللہ

اب رہا یہ کہ ملائکہ کا یہ کہنا **انك لا تدری** کہ آپ نہیں جانتے۔ ہمزہ استفہام ہے

یعنی آپ جانتے ہیں اور اگر یہ کہو کہ ان حرف تحقیق ہے اور جہاں حرف تحقیق موجود ہو وہاں تو استفہام آنہیں سکتا تو پھر استاذ بھی جاہل اور شاگرد بھی جاہل۔ قرآن میں ہی حرف تحقیق اور استفہام کا ہونا ملاحظہ کیجئے:

ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيرُ اِنَّكُمْ لَسَارِقُوْنَ (پ ۱۳، سورہ یوسف، ع ۳)

پھر معلن نے اعلان کیا کہ اے اونٹ والو کیا تم چور ہو۔

اس مقام پر ان حرف تحقیق بھی موجود ہے اور استفہام بھی ہے۔ جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ استفہام سے اقرار کو پختہ کرنے کے لئے ان حرف تحقیق لایا جاتا ہے جیسا کہ تفاسیر سے ظاہر ہے۔ **ذلك الفدا على سبيل الاستفهام**

دوسرے مقام پر **قالوا انك لانت يوسف** بھائیوں نے کہا کہ تو یوسف ہے؟ یہ استفہام برائے ثبوت اقرار بحرف تحقیق اور ہمزہ استفہام بھی صاف طور پر داخل ہے۔ تو ثابت ہوا کہ **انك لا تدرى ما احدثوا بعدك** کا مطلب بھی یہی ہے۔ جس میں استفہام انکاری ہے کہ کیا آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا یعنی آپ جانتے ہیں۔ پھر ملائکہ جو آپ کے خادم ہیں ان کی کیا جرأت کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے علم ہونے کا اقرار کریں اور آپ کو ان سے بے علم جانیں اور پھر جو بات ابھی ملائکہ کے بھی علم میں نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل از وقت یہ فرما دیا کہ ملائکہ یوں کہیں گے۔

اب ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیے جو صحیح مسلم و ابن ماجہ میں موجود ہے کہ:

عُرِضَتْ عَلَيَّ اُمَّتِيْ بِاَعْمَالِهَا حَسَنِهَا وَ قَبِيْحِهَا (حدیث مسلم شریف)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر میری اُمت مع اپنے نیک و بد اعمال کے پیش کی گئی ہے۔

تو معلوم ہوا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر اُمت کے تمام نیک و بد صغیرہ و کبیرہ اعمال پیش کیے گئے اور پیش ہوتے ہیں۔ پھر کس طرح آپ ان لوگوں کے اعمال

سے واقف نہیں۔

دوسری حدیث بخاری و مسلم شریف میں ہے:

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اُمَّتِیْ یَدْعُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ غُرًّا مُحَجَّلِیْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ فَمَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمْ اَنْ یطیل غرتهٗ فلیفعل

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت روزِ قیامت عز و جل یعنی اس شان سے بلائی جائے گی کہ ان کا سر اور ہاتھ پاؤں آثار وضو سے چمکتے ہوں گے۔ پس تم میں سے جس سے ہو سکے چمکنا زیادہ کرے۔

کیا ان مرتدین کے پنج اعضاء بھی چمکیں گے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے مومن ہونے کا خیال وہ سکے۔ **وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ**

اب اگر بقول مخالفین ذرا فرض کر لیجئے کہ آپ کو علم نہ ہوگا (معاذ اللہ) تو پھر بھی آپ اس علامت سے پہچان سکتے ہیں چہ جائیکہ پہلے سے معلوم ہو معرفت ہو چکی ہے۔

ایک اور حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

اَنَا اَوَّلُ مَنْ یُّؤْذَنُ لَهٗ بِالسُّجُوْدِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَاَنَا اَوَّلُ مَنْ یُّؤْذَنُ لَهٗ اَنْ یَّرْفَعَ رَاْسَهٗ فَاَنْظُرُ اِلٰی مَا بَیْنَ یَدَیَّ فَاَعْرِفُ اُمَّتِیْ مِنْ بَیْنِ الْاُمَمِ وَ مِنْ خَلْفِیْ مِثْلَ ذٰلِكَ وَ عَنْ یَّمِیْنِیْ مِثْلَ ذٰلِكَ وَ عَنْ شِمَالِیْ مِثْلَ ذٰلِكَ فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللهِ کَیْفَ تَعْرِفُ اُمَّتَكَ مِنْ بَیْنِ الْاُمَمِ فِیْمَا بَیْنَ نُوْحٍ اِلٰی اُمَّتِكَ قَالَ هُمْ غُرٌّ مُحَجَّلُوْنَ مِنْ اَثَرِ الْوُضُوْءِ لَیْسَ اَحَدٌ کَذٰلِكَ غَیْرُهُمْ وَ اَعْرِفُهُمْ اَنَّهُمْ یُؤْتُوْنَ کُتُبَهُمْ بِاَیْمَانِهِمْ وَ اَعْرِفُهُمْ تَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ ذُرِّیَّتُهُمْ۔

(مسلم شریف)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزِ قیامت پہلے مجھی کو سجدہ کی اجازت ملے گی اور پہلے سر اٹھانے کا بھی مجھ ہی کو اذن دیا جائے گا۔ پھر میں اپنے سامنے تمام امتیوں کے درمیان اپنی اُمت کو پہچان لوں گا۔ اور اسی طرح اپنے پس پشت اور داہنے اور بائیں بھی۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت سے آپ کی اُمت تک بہت سی امتیں ہوں گی۔ ان سب میں سے آپ اپنی اُمت کو کس طرح پہچان لیں گے۔ فرمایا: ان کے ہاتھ پاؤں چہرے آثار وضو سے چمکتے اور روشن ہوں گے اور کوئی دوسرا اس شان پر نہ ہوگا اور میں انہیں یوں پہچانوں گا کہ ان کے اعمال نامے ان کے داہنے ہاتھوں میں ہوں گے اور ان کی ذریت ان کے سامنے دوڑتی ہوگی۔

کیا اب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان مرتدین کو پہچاننا ناممکن ہی رہے گا۔ کیا مرتدین کے اعمال نامے بھی ان کے داہنے ہاتھوں میں ہی ہوں گے۔

مختصر طور پر اتنی ہی حدیثیں پیش کی گئی ہیں۔ کم از کم مخالفین اور نہیں تو حدیثوں کو ہی یاد کر سکیں گے۔ تو ثابت ہوا کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم ہے کہ کون نیک اعمال و بداعمال کے ہیں۔ انک لا تدری یعنی آپ اچھی طرح ان کو جانتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا ہی میں فرمانا کہ میں کہوں گا کہ انہوں نے میرے دین کو بدل دیا اور نئی باتیں پیدا کر دیں۔ یہ دور ہو جائیں۔ ذرا ہوش کیجئے یہ نمونہ بھی آپ کا ہی ہے جو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی فرما دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کچھ آپ کے بعد ہو رہا ہے اور قیامت تک ہونا ہے سب کا علم ہے۔ بحمدہٖ تعالیٰ مخالفین کے اس شبہ کا بھی ازالہ ہو گیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بعد جو قیامت تک کے حالات واقعات ہوئے تھے ان کا بھی علم ہے جبھی آپ نے ان پیش آنے والے واقعات کی کئی سو سال پہلے خبر دے

دی ہے۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیے:

علم غیب مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

اور زمانۂ حاضرہ

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ترمذی شریف میں مروی ہے کہ زمانۂ حاضرہ کے موجودہ حالات کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی خبریں پہلے ہی دے دیں۔ ملاحظہ فرمائیے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اتُّخِذَ الْفَیْءُ دُوَلًا وَّالْاَمَانَةُ مَغْنَمًا وَّالزَّکَاةُ مَغْرَمًا وَّتُعُلِّمَ لِغَیْرِ الدِّیْنِ وَاَطَاعَ الرَّجُلُ امْرَاَتَهٗ وَعَقَّ اُمَّهٗ وَاَدْنٰی صَدِیْقَهٗ وَاَقْصٰی اَبَاهُ وَظَهَرَتِ الْاَصْوَاتُ فِی الْمَسَاجِدِ وَسَادَ الْقَبِیْلَةَ فَاسِقُهُمْ وَکَانَ زَعِیْمُ الْقَوْمِ اَرْذَلَهُمْ وَاُکْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهٖ وَظَهَرَتِ الْقَیْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الْخُمُوْرُ وَلَعَنَ اٰخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَوَّلَهَا فَلْیَرْتَقِبُوْا عِنْدَ ذٰلِكَ رِیْحًا حَمْرَاءَ وَزَلْزَلَةً وَخَسْفًا وَّمَسْخًا وَّقَذْفًا وَّاٰیَاتٍ تَتَابَعُ کَنِظَامٍ بَالٍ قُطِعَ سِلْکُهٗ فَتَتَابَعَ رواه الترمذی (مشکوٰۃ شریف ص ۴۷۰، سطر ۱۰)

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک زمانہ آئے گا جبکہ مالِ غنیمت کو دولت قرار دیا جائے گا اور امانت کو غنیمت شمار کرلیا جائے گا اور زکوٰۃ کو تاوان سمجھ لیا جائے گا اور جب علم دین کو دین کے لئے نہیں بلکہ دنیا کے لئے سیکھا جائے گا اور جب مرد اپنی عورت یعنی بیوی کی اطاعت کرے گا اور بیٹا ماں کی نافرمانی کرے گا اور اس کو رنج دے گا اور جب آدمی دوست کو اپنا ہم نشین بنائے گا اور باپ کو دور کردے گا اور جب

مسجدوں میں زور زور سے باتیں اور شور مچایا جائے گا اور جب قوم کی سرداری ایک فاسق شخص کرے گا اور جب قوم کے امور کا سربراہ قوم کا کمینہ و ارزل شخص ہوگا اور جب آدمی کی تعظیم اس کی برائیوں سے بچنے کے لئے کی جائے گی۔ اور جب گانے والی عورتیں ظاہر ہوں گی اور جب باجے ظاہر ہوں گے اور جب شرابیں پی جائیں گی اور جب اس امت کے پیچھے لوگ اگلے لوگوں کو برا کہیں گے اور ان پر لعنت کریں گے اس وقت تم ان چیزوں کے وقوع میں آنے کا انتظار کرو یعنی تیز و تند آندھی۔ زمین میں دھنس جانے کا صورتیں مسخ و تبدیل ہو جانے کا اور پتھروں کے برسنے کا اور ان پے در پے نشانیوں کا یعنی جو قیامت کے ظہور سے پہلے ہوں گی۔ گویا وہ موتیوں کی ایک ٹوٹی ہوئی لڑی ہے جس سے پے در پے موتی گر رہے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک اور حدیث بخاری شریف میں مروی ہے جس میں سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد بھی درج ہے:

يَرْفَعَ الْعِلْمُ وَ يَكْثُرَ الْجَهْلَ وَ يَكْثُرَ الزِّنَا وَ يَكْثُرُ شُرْبَ الْخَمْرِ وَيُقِلُّ الرِّجَالُ وَ تَكْثُرُ النِّسَآءُ حَتّٰى يَكُوْنُ لِخَمِيْنَ امْرَاةٍ الْقَيِّمُ الْوَاحِدُ وَ فِيْ رِوَايَةٍ يَقِلُّ الْعِلْمُ وَ يَظْهَرَ الْجَهْلُ (رواہ البخاری)

ایک زمانہ آئے گا علم اٹھ جائے گا جہالت زیادہ ہوگی۔ زنا کثرت سے ہو گا۔ شراب کثرت سے پی جائے گی مردوں کی تعداد کم ہو جائے گی اور عورتوں کی زیادہ تعداد ہوگی۔ یہاں تک کہ پچاس عورتوں کی خبر گیری کرنے والا ایک مرد ہوگا اور روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ علم کم ہوگا اور جہالت زیادہ ہوگی۔

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث بخاری شریف میں مروی ہے جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد بھی درج ہے:

حَتّٰی یَتَطَاوَلُ النَّاسِ فِی الْبُنْیَانِ وَحَتّٰی یَکْثُرُ فِیْکُمُ الْمَالَ فَیَقْبِضُ حَتّٰی یَھُمُّ رَبُّ الْمَالِ مَنْ یَّقْبَلُ صَدَقَتَہٗ وَ فِیْ رِوَایَۃٍ نِسَآءٌ قَصِرٰتٍ عَارِیَاتٍ (بخاری شریف)

یہاں تک کہ لوگ لمبی اور وسیع عمارتوں کے بنانے پر فخر کریں گے اور مال کی اتنی زیادتی ہو جائے گی کہ مال والا خیرات لینے والے کو ڈھونڈنے میں پریشان نہ ہو جائے جس کے سامنے وصدقہ پیش کرے گا وہ کہے گا مجھے اس کی ضرورت نہیں اور جب کہ عورتوں نے کپڑے پہنے ہوں گے لیکن ہوں گی ننگیاں۔ (یعنی اتنے باریک کپڑے کہ جسم نظر آئے گا)

حضرت سیّدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے بھی ایک طویل حدیث بمشکوٰۃ باب الایمان میں روایت ہے کہ حضرت سیّدنا جبرائیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چند سوال کرنے کے بعد وقت قیامت اور علامات قیامت کے بارے دریافت فرمایا تو آپ کا ارشاد یوں درج ہے:

قَالَ فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ السَّاعَۃِ قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْھَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّآئِلِ قَالَ فَاَخْبِرْنِیْ عَنْ اَمَارَتِھَا قَالَ اَنْ تَلِدَ الْاَمۃ رَبَّتَھَا وَاَنْ سَرٰی الْحُفَاۃَ الْعُرَاۃُ الْعَالَۃِ رِعَاءِ الشَّاءِ یَتَطَاوَلُوْنَ فِی الْبُنْیَانِ۔

(مشکوٰۃ شریف)

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: یارسول اللہ! مجھے قیامت کے متعلق خبر دیجئے تو آپ نے فرمایا اس بارے میں ہم سائل سے زیادہ جاننے والے نہیں۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا قیامت کی نشانی بتا دیجئے۔ آپ نے فرمایا پہلی نشانی لونڈی اپنے مالک یا آقا کو جنے گی یعنی اولاد کثرت سے ہوگی اور دوسری برہنہ پا جسم مفلس وفقیر بکریاں چرانے والے عالی شان مکانات وعمارات میں زندگی بسر کرنے پر فخر کریں گے۔

اب اس حدیث سے پہلی بات بہت ہی قابل غور یہ معلوم ہوئی کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے قیامت کے متعلق دریافت کیا یعنی کہ قیامت کب آئے گی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا تکلف فرمادیا:

مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ

ہم اس بارے میں سائل سے زیادہ جاننے والے نہیں۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ جیسا میں اس امر کو بتعلیم الٰہی جانتا ہوں ایسے ہی اس امر کے متعلق تمہیں بھی علم حاصل ہے یعنی بتعلیم الٰہی مجھے بھی وقت قیامت کا علم ہے اور تجھے بھی۔ اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے قیامت کی نشانیوں کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے وہ بیان فرمائیں۔ تو ثابت یہ ہوا کہ وقت قیامت کا سوال اور علاماتِ قیامت کا سوال آپ سے اسی لئے کیا گیا کہ آپ کو علم ہے لیکن وقت قیامت کے متعلق آپ نے اظہار نہ فرمایا اور مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ فرما کر جبرائیل علیہ السلام کو سمجھا دیا کہ یہ چیز عام ظاہر کرنے والی نہیں جبکہ تم بھی جانتے ہو اور میں بھی جانتا ہوں اور آگے علامات قیامت کا ذکر فرما دینا یہ بھی دلیل ہوئی۔ اس بات پر کہ آپ کو قیامت کا علم ہے۔ علاماتِ قیامت بغیر علم وقوع قیامت کیسے بتا سکتے ہیں۔ یہ وہی بتا سکتے ہیں جن کو وقت قیامت کا علم ہے۔ بحمدہٖ تعالیٰ یہ بھی مخالفین کا ایک شبہ تھا جس کا ازالہ ہو گیا۔

علاوہ ازیں اس حدیث کے آخری حصہ میں وہ ٹکڑا بھی قابل غور ہے جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام تمہیں دین سکھانے آئے تھے۔ یہ بات ایک بین ثبوت ہے کہ حضرت جبریل نے جو سوال کئے تھے لاعلمی کی وجہ سے نہیں تھے بلکہ جانتے ہوئے اور اُمت کے فائدے کے لئے تھے۔ ان میں سے ایک قیامت کا سوال بھی ہے اگر جبرائیل باقی سوال جانتے ہوئے پوچھتے تھے تو یہ بھی جانتے تھے صرف بات یہ تھی کہ قیامت کے وقت کا اظہار اُمت کے لئے نہ مفید ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سائل ومسؤل نے ایسے انداز میں بات

کی کہ اس کا اظہار نہ ہو اور صاف الفاظ میں یہ بھی نہیں فرمایا کہ مجھے علم نہیں۔

اب مذکورہ احادیث میں جو باتیں ظاہر ہوئیں وہ یہ ہیں کہ:

o...... امانتوں میں خیانت کی جائے گی۔

o...... مالِ غنیمت کو دولت قرار دیا جائے۔

o...... زکوٰۃ مثل تاوان سمجھا جائے گا۔

o...... بے علمی اور جہالت عام ہو جائے گی۔

o...... مرد اپنی بیوی کے تابعدار ہو جائے گا۔

o...... بیٹا ماں باپ کا نافرمان ہو جائے گا۔

o...... قوم کے امیر فاسق ہو جائیں گے۔

o...... مرد ریشم کا لباس پہنیں گے۔

o...... لوگ عالی شان عمارتیں بنائیں گے۔

o...... بکریاں چرانے والے وسیع عمارتوں میں رہیں گے۔

o...... زناکاری کا بازار گرم ہو جائے گا۔

o...... شراب پینے کا دورہ عام ہو جائے گا۔

o...... مسجدوں میں شور زیادہ ہوگا۔

o...... عورتوں کی تعداد زیادہ ہو جائے گی۔

o...... گانے والی عورتیں عام ہو جائیں گی۔

o...... باریک لباس کی وجہ سے عورتیں مثل برہنہ ہوں گی۔

o...... گانے ناچ باجے عام ہو جائیں گے۔

o...... سرخ وتند ہوائیں چلیں گی۔

o...... زلزلے عام آئیں گے۔

o...... لوگ پہلے لوگوں کو برا کہیں گے۔

اب ناظرین توجہ فرمائیں کہ جو کام تقریباً چودہ سو سال کے بعد دنیا میں ہونے والے تھے حضور سیّد عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُمت کے سامنے ان کا نقشہ پیش فرما دیا۔ اب بتلائیے یہ علم غیب نہیں تو اور کیا ہے۔

اب منکرین علم غیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بہت سخت تنگ ہیں کہ کیا کریں اور کدھر جائیں تو علم غیب کے انکاری۔ لیکن خداوند کریم کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب ہونا خود بخود آفتاب کی طرح روشن ہو رہا ہے۔ اگر ایک عام برہان کھل جانے کے باوجود بھی مخالفین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کا انکار ہی کریں تو انشاء اللہ روزِ جزا اس انکار کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔

خواب میں تو ڈرنا تعجب نہیں ہے شوق
وہ جاگتے ہیں ڈرتے ہیں اب کیا کرے کوئی

یاد رہے کہ ہمیں مذکورہ احادیث سے یہ سبق حاصل کرنا چاہئے کہ یہ جو بعض افعال برے اور حرام ہیں ان کے کرنے سے دوزخ کا سخت عذاب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان چیزوں کے بارے میں قبل از وقت خبر دینے کا یہی مقصد تھا کہ لوگ ان برائیوں سے بچ جائیں۔ ورنہ سمجھ لیں کہ قربِ قیامت کی نشانیاں ظاہر ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے گا تو پھر کوئی نہیں چھڑائے گا آج اس زمانۂ حاضرہ کے حالات دیکھ کر سخت حیرانی ہوتی ہے۔ مسلمانوں کو جن کاموں سے اللہ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع فرمایا ہے وہی کام بڑے زور و شور سے ہو رہے ہیں۔

آپ دیکھئے کہ اس سرزمین میں زنا کاری، بدکاری، بے حیائی، بے حجابی، شراب خوری گانے بجانے، عورتوں کا لباس اتنا باریک کہ تمام جسم برہنہ نظر آتا ہے۔ یہ کام غیر مسلم لوگوں کے تھے لیکن ان برائیوں کو مسلمان مردوں اور عورتوں نے اپنا لیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم پر رفتہ رفتہ وہ مصائب آرہے ہیں جن کا وہم وگمان بھی نہ تھا۔ خدارا ایسے برے کاموں سے پرہیز کریں۔ میدانِ محشر میں اپنے ان گندے اعمال کا کیا جواب دو

گے۔

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کی یہی حالت دیکھ کر کیا خوب کہا ہے:

وضع میں ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

یوں تو سیّد بھی مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو ان برائیوں سے بچائے اور ہم سے وہ کام ہو جس میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا ہے۔ آمین

ایک اور حدیث طویل حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد درج ہے ملاحظہ ہو:

وَقُلْتُ هَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الشَّرِّ مِنْ خَيْرٍ قَالَ نَعَمْ دَفِيْهِ دَخَنٌ قُلْتُ وَمَا دَخْنُهٗ قَالَ قَوْمٍ يستنون بِغَيْرِ سُنَّتِيْ وَ يَهْدُوْنَ بِغَيْرِ هَدْئِيْ تَصْرِفُ مِنْهُمْ وَ تُنْكِرُ قُلْتُ فَهَلْ بَعْدَ ذٰلِكَ الْخَيْرِ مِنْ شَرٍّ قَالَ نَعَمْ دُعَاةٌ عَلٰى اَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ اَجَابَهُمْ اِلَيْهَا قَذَفُوْهُ فِيْهَا

(ابوداؤد شریف)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، یارسول اللہ! کیا اس بدی کے بعد بھی بھلائی ہوگی۔ فرمایا، ہاں اس بھلائی میں جو برائی کے بعد ہوگی کدورت پائی جائے گی۔ عرض کی وہ کدورت کیا ہوگی۔ فرمایا: کدورت سے مراد وہ قوم ہے جو میری سنت کے خلاف عمل کرے گی اور لوگوں کو میری راہ کے خلاف بتائے گی ان میں دین بھی اور خلاف بھی دیکھو گے۔ یعنی مشروع اور غیر مشروع دونوں

باتیں پائی جائیں گی۔ میں نے عرض کی اس بھلائی کے بعد بھی کوئی برائی ہو گی۔ فرمایا: ہاں ایسے لوگ ہوں گے جو دوزخ کے دروازوں پر کھڑے ہو کر لوگوں کو بلائیں گے یعنی علانیہ گمراہی پھیلائیں گے۔ جو شخص ان کی جہنمی دعوت قبول کرے گا وہ بھی جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے حدیث ابوداؤد میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّمَا اَخَافُ عَلٰى اُمَّتِى الْاَئِمَّةَ الْمُضِلِّيْنَ (ابوداؤد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں اپنی اُمت کے جن لوگوں سے ڈرتا ہوں وہ گمراہ کرنے والے امام ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مسلم شریف میں مروی ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ فِتَنًا لِقَطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَّ يُمْسِىْ كَافِرًا وَّيُمْسِىْ مُؤْمِنًا وَ يُصْبِحُ كَافِرًا يَّبِيْعُ دِيْنَهٗ بِعَرَضٍ مِّنَ الدُّنْيَا

(مسلم شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اعمال نیک میں جلدی کرو ان فتنوں کے آنے سے پہلے جو تاریک رات کے ٹکڑوں کی مانند ہوں گے کہ اس وقت آدمی صبح کو ایمان کی حالت میں اٹھے گا اور شام کو کافر ہو جائے گا اور شام کو مومن ہوگا تو صبح کو کافر ہو جائے گا۔ اپنے دین و مذہب کو تھوڑی سی متاع پر بیچ ڈالے گا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَنَّ بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَةِ کَذَّابِیْنَ فَاحْذَرُوْهُمْ (مسلم شریف)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت قائم ہونے سے پہلے بہت سے جھوٹے لوگ پیدا ہوں گے یعنی جھوٹی حدیثیں بنانے والے لوگ پیدا ہوں گے پس ان سے بچ کر رہنا۔

مذکورہ چار احادیث مبارکہ سے یہ باتیں معلوم ہوئیں:

○...... ایک گروہ ایسا ہوگا جو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہوگا کہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے مشروع اور غیر مشروع لباس پہن کر اپنے جیسا گمراہ کرنے کی کوشش کرے گا۔

○...... ایک گروہ علماء سوء کا ایسا ہوگا جو حق و باطل کو ملا کر لوگوں کو گمراہی کی طرف لانے کی کوشش کرے گا۔

○...... بعض لوگ ایسے ہوں گے کہ چند ٹکوں کی خاطر اپنے دین مذہب کو بیچ کر گمراہ کن عقیدہ اختیار کرلیں گے یہاں تک کہ صبح کو مومن اور شام کو منکر اور شام کو مومن تو صبح کو منکر ہوں گے۔

○...... ایک گروہ ایسا ہوگا کہ لوگوں کو راہِ ہدایت سے ہٹانے کے لئے ان کو وہ دو جھوٹی باتیں سنائے گا جو ان کے باپ دادا نے بھی نہ سنی ہوں گی۔

اب ناظرین انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں کہ حضورِ اکرم رسول محترم نبی غیب دان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ان چیزوں کے پیدا ہونے کے کئی سو سال پہلے خبر دے دینا کیا یہ غیب کا علم نہیں تو اور کیا ہے۔

آج زمانہ کے حالات کو اپنی آنکھوں سے دیکھئے اور رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ و السلام کی پیشگوئیوں کو بھی ملاحظہ فرمائیے کہ آپ نے یہ تمام چیزیں اُمت کے سامنے آئینہ

کی طرح پیش فرمادی ہیں۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ یہ اسی لئے کہ عالمین میں کوئی شے خواہ ارضی ہو یا سماوی ہو، وہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مخفی نہیں ہے۔

اگر ایسے صریح اور صاف دلائل ہونے کے باوجود بھی مخالفین اپنے قیاس فاسدہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب شریف میں ذرّہ برابر شک وشبہ کریں تو یہ ان کی محض ضد بازی ہے اور بات کو حق جاننے اور سمجھنے کے باوجود چھپانا ہے حالانکہ یہ یہودیوں کا شیوہ تھا جیسے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ

(پ ۱، ع ۴، س البقرہ)

اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور دیدہ و دانستہ حق کو نہ چھپاؤ حالانکہ تم جانتے ہو۔

تو آیہ شریفہ سے معلوم ہوگیا کہ یہودی گروہ حق کو پہچانتے ہوئے دیدہ ودانستہ حق کا انکار کرتے تھے اور پھر لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے حق و باطل کو ملا کر بیان کرنا انہی کا شیوہ تھا۔ ذرا اپنے عقیدہ کو انصاف کے ترازو پر تول کر دیکھیے اور اپنی اس باطل پرستی پر خود ہی انصاف فرمائیے۔

قرآن وحدیث و دیگر معتبر قوی دلائل سے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ممکنات حاضرہ وغائبہ کا علم ہونا ثابت ہے اور پھر موجودہ حالات سے بھی علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح ثبوت مل رہا ہے۔ یہ بھی اسی لئے تا کہ منکرین کو میدانِ محشر میں ذرا چون و چرا کا موقع نہ ملے اور نہ ہی مل سکتا ہے۔

ورفعنا لك ذكرك کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ترا ذکر ہے اونچا ترا

ہمیں ان احادیث شریفہ سے یہ سبق بھی لینا چاہئے کہ آج اس زمانہ میں ایسے خطرناک لوگ موجود ہیں کہ قرآن وحدیث کو اپنے ہاتھوں میں لئے ہوئے اہل سنت کا

نقاب اوڑھ کر عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش میں ہیں اور لطف یہ کہ جب ان کو بات بنتی، یوں نظر نہیں آتی تو پھر اپنے چیلوں کو جو بے ریش تارک سنت ہیں۔ اسٹیج پر لا کر لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی اور خبر غیب کہ آخری زمانہ میں بعض مشروع اور غیر مشروع لوگ ہوں گے جو کہ لوگوں کو گمراہ کریں گے۔ اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ بعض تو گمراہ کرنے والے علماء سو باریش ہوں گے۔ یعنی جو کچھ حلیہ شریعت کا رکھ دیا اور بعض غیر مشروع وہ مسٹر اینڈ مولوی بے ریش ہوں گے۔ یعنی جو عوام کے نئے طبقہ کو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترک کرنے کی ترغیب اور بدعقیدگی پھیلانے کی کوشش کریں گے۔

اس لئے ایسے خطرناک اژدہاؤں سے ایمان کی حفاظت کیجئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا بظاہر قرآن وحدیث کی رٹ لگانا ہمیں جہنم میں پہنچا دے۔ جیسا کہ ارشادِ مصطفوی گزر چکا ہے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ لوگوں کی ایمانی کمزوری اس حد تک پہنچ جائے گی کہ وہ تھوڑے سے لالچ کی بنا پر اپنے مذہب و ایمان کو دے کر گمراہی خرید لیں گے۔ یہاں تک کہ دین کو ایک تماشہ بنالیں گے اور ان کے لئے یہ طریقہ بھی بڑا آسان ہے کہ چند گمراہ آدمی لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے کھلاتے پلاتے ہیں اور ساتھ ساتھ ان کو اپنے خیالات کی طرف دعوت دیتے ہیں تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ اپنا ایمان و مذہب کھو کر گستاخانِ رسول کی صف میں شامل ہو جاتے ہیں۔

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہنا چوروں کی رکھوالی ہے
آنکھ سے کاجل صاف چرالیں یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھڑی تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے
یہ جو تجھ کو بلاتا ہے یہ ٹھگ ہے مار ہی رکھے گا
ہائے مسافر دم میں نہ آنا مت کیسی متوالی ہے

اس لئے ایسے خطرناک دور میں اپنے عقیدے کی حفاظت کیجئے اور خدا تعالیٰ کا صحیح خوف پیدا کیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ مقدسہ کی بے ادبی اور گستاخی و تنقیص علم غیب چھوڑ کر اس سرکار عالیہ کے باادب اور نیاز مند ہو جایئے۔

واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سنی مرے
یوں نہ فرمائیں تیرے شاہد کہ وہ فاجر گیا

آثارِ وضو اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شبہ:

منکرین یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ اے حضور! آپ قیامت میں اپنی اُمت کو کیسے پہچانیں گے۔ آپ نے فرمایا: آثارِ وضو سے ان کے ہاتھ پاؤں اور چہرے چمکتے ہوں گے۔ لہٰذا اگر آپ غیب جانتے ہوتے تو یہ کیوں فرماتے۔

جواب:

دیکھا آپ نے کہ ان حضرات کو تنقیص علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کیا کیا باتیں سوجھتی ہیں۔ ایسے شبہے کرنا شرعاً بھی جائز نہیں ہیں۔ بھلا بتایئے کہ یہ جو کہتے ہیں کہ آپ اپنی اُمت کو آثارِ وضو سے پہچانیں گے تو ان مرتدوں کے بھی ہاتھ پاؤں اور پیشانیاں چمکتی اور روشن ہوں گی جو آپ یہ فرمائیں گے کہ یہ میرے صحابی ہیں اور اگر یہ چمکتی ہوں گی تو کیسے بلائیں گے جبکہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں آثار وضو معرفت کا ذریعہ ہے سوچئے اور نادم ہویئے۔

اس موقع پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان فضیلت وضو منظور تھی۔ اس واسطے یہ فرمایا کہ ہماری اُمت کے اوپر خاص کرمِ الٰہی ہے کہ اس روز وہ سب سے ممتاز ہوگی اور انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ آپ کی معرفت اس پر موقوف ہے۔ آفرین ہے ان کی سمجھ پر۔

چنانچہ یہ ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:

دیلمی از ابو نافع روایت میکند که آں حضرت محمد صلی اللہ علیه وسلم فرمودند مثلت لی اُمتی فی الماء والطین یعنی تصویرات اُمت من در آب و گل ساخته بمن نمودند

یعنی دیلمی نے ابونافع سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے میری اُمت کی تصویر پانی اور مٹی میں بنا کر دکھائی گئی۔

ثابت ہوا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے چہروں کو پہچان لیا تو پھر بتائیے کہ آپ کو پہلے سے علم ہوا یا کہ نہیں یقیناً اور بعض احادیث میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں۔

فعرفت حسنها و سيئها بھی آیا ہے۔

یعنی میں نے نیک و بد کو پہچان لیا ہے۔

لہٰذا مخالفین کا یہ شبہ بھی لایعنی ہے اس کے متعلق مزید بیان پیچھے ہو چکا ہے۔

احوال بیت المقدس اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شبہ:

مخالف صاحبان کا یہ بھی کہنا ہے کہ بعد معراج کے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کافروں نے بیت المقدس کا حال دریافت کیا تو آپ متردد ہوئے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے سامنے بیت المقدس کیا تب آپ نے کافروں کو اس کا حال بتایا۔ اس لئے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے علم ہوتا تو آپ تردد نہ کرتے اور فوراً بتا دیتے۔

جواب:

مخالفین کی یہ فطرت پرانی ذوالخویصرہ سے چلی آرہی ہے کہ ہمیشہ اسی فکر میں رہنا کہ کوئی اعتراض ایسا ہے جو علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر گھڑیں۔ گویا اس چیز کا انکار ہے جو قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور یہ سخت مذموم وقبیح ہے جبکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم جمیع اشیاء قرآنی آیات واحادیث سے ثابت ہے تو پھر ایسے اعتراضات کرنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ آیتوں اور حدیثوں کا مقابلہ کرتے ہیں اور اپنی باطل گوئی منوانا چاہتے ہیں۔

ہر شخص جاہل ہو یا عالم ہو اسے چاہئے کہ قرآن وحدیث سے جو چیز ثابت ہے اس پر اپنی عقل ناقص سے اعتراض کر کے اس کی مخالفت نہ کرے بلکہ بسر وچشم تسلیم کرے۔

اب اصل شبہ کے دفع کی طرف توجہ فرمائیے کہ ہر ذی عقل اگر علم بھی نہ رکھتا ہوتا ہم اتنا ضرور جان سکتا ہے کہ کفار نے جو باتیں بیت المقدس کے متعلق حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کی تھیں وہ ضرور آپ کو معلوم تھیں۔

اس لئے کہ اگر کفار ایسے امر کا سوال کرتے جس کے جاننے کا اقرار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہوتا تو آپ متردد وغمگین نہ ہوتے بلکہ یہ صاف فرما دیتے کہ ہم نے اس کے جاننے کا دعویٰ نہیں کیا۔ پھر تم ہم سے کیوں دریافت کرتے ہو۔ مگر حسب اعتراض سائلین آپ نے یہ فرمایا۔ بلکہ متردد ہوئے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحتہً یا اشارۃً ان باتوں کے جاننے کا اقرار فرمایا تھا جو کافروں نے دریافت کیں اور آپ کا فرمان سراسر حق وبجا ہے۔ تو ضرور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کے متعلق ان باتوں کا علم تھا جو کفار نے دریافت کی تھیں۔ پھر ان کا نہ بتانا یا متردد ہونا کسی حکمت پر مبنی یا اس طرف التفات نہ ہونے سے فاشی۔

اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس تشریف لے گئے اور یوں نہیں کہ سوار چلے جاتے تھے بلکہ راستہ میں بیت المقدس پر گزرے اس کو پورے طور پر دیکھا بھی نہیں،

بلکہ وہاں سواری یعنی براق سے اتر کر مسجد کے اندر تشریف لے گئے۔ آیئے ذرا حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت ثابت البنانی اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث شریف مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میرے پاس براق لایا گیا تو

فِیْ کَبْتَہٗ حَتّٰی اَتَیْتُ بَیْتَ الْمُقَدَّسِ فَرَبَطْتُہٗ بِالْحَلْقَةِ الَّتِیْ تُرْبَطُ بِهَا الْاَنْبِیَاءُ قَالَ ثُمَّ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَصَلَّیْتُ فِیْهِ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ خَرَجْتُ فَجَآءَ فِیْ جِبْرَائِیْلُ بِاِنَاءٍ مِنْ لَّبَنٍ فَاخْتَرْتُ اللَّبَنَ فَقَالَ جِبْرِیْلَ اخْتَرْتَ الْفِطْرَةَ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۰)

میں اس پر سوار ہوا اور بیت المقدس میں آیا اور میں نے براق کو اس حلقہ میں باندھ دیا جس سے انبیاء کرام علیہم السلام براقوں کو باندھتے تھے پھر میں مسجد میں داخل ہوا پھر میں نے دو رکعت نماز پڑھی پھر میں مسجد سے باہر آیا اور جبرائیل علیہ السلام میرے پاس ایک برتن دودھ کا لائے تو میں نے دودھ پسند کیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ نے فطرت کو اختیار فرمایا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت کی سیر اور بیت المقدس کا دیکھنا، وہاں ٹھہرنا، سواری سے اترنا، سواری یعنی براق کو باندھ دینا، بیت المقدس میں داخل ہو کر دو رکعتیں ادا فرمانا۔ پھر شراب چھوڑنا، دودھ اختیار کرنا صاف بتا رہا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں کے حالات سے آگاہی تھی۔ پھر اگر بقول مخالفین آپ متردد ہوئے ہوں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو اس قوت اس طرف التفات نہ تھا نہ یہ کہ علم نہ تھا۔

چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے جس میں تردد یا فکر کا نام تک نہیں:

عَنْ جَابِرٍ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَمَّا کَذَّبَنِیْ قُرَیْشٌ قُمْتُ فِی الْحِجْرِ فَتَجَلَّی اللّٰهُ لِیْ بَیْتَ الْمُقَدَّسِ

فطفقت اخبرهم عَنْ اٰیَاتِہٖ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْہِ (مشکوۃ شریف)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قریش نے معراج کی بابت مجھے جھوٹا قرار دیا تو ان کے سوالات کا جواب دینے کے لئے حجر حطیم میں کھڑا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میری نگاہوں کے سامنے کر دیا۔ میں بیت المقدس کی طرف دیکھ رہا تھا اور ان کے سوال کا جواب دے رہا تھا۔

تو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کے تمام احوال کو جانتے تھے اور جیسا کہ مخالفین حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے حدیث پیش کرتے ہیں کہ حضرت اس سے غمگین ہوئے تو یہ عدم علم کی دلیل نہیں ہے بلکہ یہ تو آپ کے علم شریف کی شان ثابت ہوتی ہے۔

ایک حوالہ اور ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:

پس آمد ابوبکر رضی اللہ عنہ در حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم و گفت یا رسول اللہ وصف کن آنرا بمن که من رفته ام آنجا و دیده ام آنرا پس وصف کرد آزا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پس گفت ابوبکر اشهد انك رسول اللہ ۔ الخ

الحاصل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیت المقدس کے اوصاف دریافت کئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب بتا دیئے۔ حضرت ابوبکر نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

اب بتائیے مذکورہ حدیث جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پیش کی گئی ہے یا علامہ

محقق علیہ الرحمتہ کی عبارت، اس روایت میں کہیں تردد یا فکر کا نام تک بھی ہے۔ ہرگز نہیں۔ تو ثابت یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کے احوال کا علم تھا۔

اطلاقِ غیب اور
مشاہدہ بیت المقدس

شبہ:

مخالفین کا یہ بھی کہنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کفار کے سوال پر بیت المقدس کو دیکھ کر اس کی خبر دی تو وہ خبر غیب نہ کہلا سکے گی کیونکہ بیت المقدس فی الجملہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

جواب:

عجب بات ہے کہ آپ نے دیکھ کر بیت المقدس کی خبر دی۔ اس لئے غیب نہیں۔ بھلا بتائیے تو سہی کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ معظمہ میں بیٹھ کر کفار کو احوال بیت المقدس بتلا رہے تھے تو اس وقت اوروں کو بھی بیت المقدس نظر آ رہا تھا۔ ہرگز نہیں بلکہ یہ منظر اس وقت سب کی نظروں سے اوجھل تھا تو پھر یہ غیب ہوا یا کہ نہیں اور اگر یہ کہیے کہ غیب نہیں تم کہو کہ یہ کیسے تو بقول تمہارے ہم ہی اس کا جواب دیتے ہیں۔

آیہ شریفہ ملاحظہ فرمایئے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَخۡفٰی عَلَیۡہِ شَیۡءٌ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَ قَوۡلُہٗ تَعَالٰی: وَھُوَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٍ (پ۳، ع۸، س آل عمران)

بے شک اللہ تعالیٰ سے زمین اور آسمانوں میں کوئی ایسی شے نہیں جو مخفی ہو اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔

ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ کے احاطہ علم سے کوئی شے باہر نہیں اور آسمانوں اور زمین کی کوئی شے اس سے مخفی نہیں جبکہ اس سے کوئی شے مخفی ہی نہیں اور وہ سب کو دیکھ رہا ہے تو پھر

خدا تعالیٰ کو عالم الغیب کیسے کہا جا سکتا ہے کیونکہ جب چیز دیکھی ہوئی ہے اور وہ دیکھ رہا ہے تو پھر غیب تو نہ رہا۔ اب کہیے کہ تمہارا عقیدہ کیا ہے۔

تو آیئے ہم ہی اس بات کا جواب دے دیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے جب کوئی شے چھپی ہوئی نہیں ہے اور حالانکہ وہ عالم الغیب والشہادۃ ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ غیب سے مراد وہ امور ہیں جو مخلوقات پر مخفی ہیں ورنہ خدا تعالیٰ کے لئے تو کوئی بات مخفی ہی نہیں۔

تو اسی طرح حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب سے وہ امورِ عبارت ہیں جو آپ پر ظاہر اور دیگر مخلوقات پر مخفی ہیں اور نبی اللہ کا امورِ غیبیہ سے مطلع ہونا یا کسی چیز کو ملاحظہ فرمانا یہ معجزہ بھی ہے نیز یہاں پر خاصہ معتادہ بشریہ معتبر ہوگا۔ نہ حس باصرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیونکہ وہ تو خارق العادۃ ہے۔ اسی وجہ سے یہ خبر معجزہ بھی ہے یعنی تعریف غیب میں جس جس کا ذکر ہے اس سے عام بشری حِس مراد ہے نہ کہ حِس معجزہ۔ بحمدہٖ تعالیٰ مخالفین کے اوہام باطلہ کا کافی علاج ہے۔

مضمرات قلب غیب نہیں

شبہ:

منکرین کا کہنا ہے کہ جب نبی اللہ کی وحی کا تعلق قلب اقدس سے ہوا اور وہ غیب ہوا تو پھر ہر شخص جو اپنے دل کی مخفی و پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے تو پھر وہ بھی غیب دان ٹھہرا۔

جواب:

ناظرین! ان لوگوں کی حالت دیکھئے کہ علم وعقل سے ایسے کورے ہیں کہ اتنا معلوم نہیں ہے کہ یہ تو لفظ خفی سے خارج ہو جائے گا کیونکہ مضمرات قلب تو اپنے آپ سے مخفی نہیں ہوتیں تو پھر وہ غیب کس طرح کہی جا سکتی ہیں۔ یہ ہے ان کے اس سوال کا مختصر جواب۔ انشاء اللہ تسلی ہوگئی ہوگی لیکن مخالفین کی جہالت فی العلم ان کو اس بات پر بار بار

مجبور کرتی ہے کہ وہ یہی کہتے پھرتے ہیں کہ جب کوئی چیز بتادی جائے تو پھر وہ غیب نہیں رہتا اور اسی مسئلہ کے ابتدائی اصول کو نہ سمجھنے کی بنا پر یہ حضرات علم غیب مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثناء کا انکار کرتے ہیں۔

کاش! اگر وہ غیب کی تعریف اور اس کے معنی سے واقف ہوتے تو ایسی فضول چھلانگیں نہ لگاتے۔ جب یہ لوگ غیب کی تعریف کو ہی نہیں جان سکتے تو پھر بتایئے کہ ہمارا کیا قصور۔ اس لئے ان کو اپنی جہالت پر خود ہی رونا چاہئے۔ بھلا بتایئے کہ جنت و دوزخ اور حشر و نشر کا ہمیں علم ہے۔ تو پھر اس کو غیب کیوں کہا گیا ہے کہ الذین یومنون بالغیب۔ لہٰذا پہلے اپنے ایمان کو تو دیکھئے کہ تمہارا ایمان کس بات پر صحیح ہوگا۔ جب تمہارا ایمان بالغیب ہو جائے گا تو پھر ایسا اعتراض ہرگز نہ کرسکو گے مزید تفصیل پیچھے بیان کی جاچکی ہے۔

مسئلہ دریافت اور وجہ مصلحت

شبہ:

مخالف صاحبان یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ معراج شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کرتے تھے کہ یہ کیا اور یہ کیا ہے، اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوتا تو دریافت کیوں فرماتے۔

جواب:

ناظرین کو یہ تو اچھی طرح واضح ہو گیا ہوگا کہ ان حضرات کا یہ ہمیشہ سے معمول ہو چکا ہے کہ کوئی نہ کوئی بہانہ مل جائے جس سے تنقیص علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے۔ کیا یہ بھی کوئی عدم علم ہونے کی دلیل ہے کہ اگر حضرت کو علم ہوتا تو کیوں دریافت فرماتے حالاں کہ کسی حکمت کی بنا پر باوجود علم کے کوئی چیز دریافت کی جائے تو اس سے نفی علم کا ثبوت نہیں ملتا۔ نہ یہ بات عدم علم پر بطور حجت پیش کی جاسکتی ہے۔

بعض باتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو سائل مجیب سے دوسروں کی تعلیم کے لئے پوچھتا ہے جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان اور احسان کے متعلق سوال کیا۔

اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کرنا کئی حکمتوں اور مصلحتوں پر مبنی ہے اور خصوصاً اُمت کی تعلیم کے لئے تھا اور اس کے باوجود مخالفین یہی کہیں اور اس سے عدم علم کی دلیل ہی بنائیں۔ تو لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو بھی بے علم جانتے ہوں گے اس لئے کہ قرآن میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ دریافت فرمایا:

وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى قَالَ هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى (پ ا، ع ۱۰، س طٰہ)

اور تیرے یہ داہنے ہاتھ میں کیا ہے۔ اے موسیٰ! عرض کی یہ میرا عصا ہے میں اس پر تکیہ لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں اور میرے اس میں اور کام ہیں۔

تو معلوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا کہ آپ کے ہاتھ میں کیا ہے؟ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کا جواب دیا۔ اس لئے بقول مخالفین معاذ اللہ اگر اللہ تعالیٰ کو پہلے سے علم ہوتا کہ کلیم اللہ علیہ السلام کے دست مبارک میں عصا مبارک ہے تو کیوں دریافت فرماتا کہ اے موسیٰ! تمہارے ہاتھ میں کیا ہے تو اس کا جواب واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علم تو ہے لیکن کسی مصلحت کی خاطر دریافت فرما رہا ہے۔ اس لئے یہ بے علمی نہیں۔

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تو ہے کہ یہ کیا کیا ہے۔ لیکن کسی مصلحت کی بناء پر دریافت فرمایا جو کہ آئندہ امت سے بیان کرنا ہے اور اس میں کئی مصلحتیں ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ یہاں سے بے علمی مراد نہیں ہوسکتی۔

پاپوش مبارک اتارنے میں کمالِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم

شبہ:

منکرین کا یہ کہنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔ پاپوش مبارک اپنے پاؤں اطہر سے اتار دی۔ یہ دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی پاپوشیں اتار دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فراغت نماز کے بعد صحابہ کرام سے دریافت فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔ انہوں نے جواباً عرض کیا کہ حضور! ہم نے آپ کی تقلید میں یوں کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے خبر دی تھی کہ ان میں نجاست ہے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب دان ہوتے تو کیوں نجاست آلود پاپوش سے نماز پڑھتے۔

جواب:

مخالفین کا یہ اعتراض حضور سرورِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ اقدس میں سخت بے ادبی وصریح گستاخی کا کلمہ ہے اور ان کی نافہمی پر دال ہے۔ پاپوش مبارک میں کوئی ایسی نجاست نہ لگی تھی جس سے نماز جائز نہ ہوتی ورنہ حضور سیّد عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام پاپوش مبارک یعنی نعلین پاک کے اتارنے پر اکتفا نہ فرماتے بلکہ نماز ہی از سرِ نو پڑھتے مگر جب ایسا نہ کیا تو معلوم ہوا کہ وہ کچھ ایسی نجاست ہی نہ تھی جس سے نماز درست نہ ہوتی۔

چنانچہ حضرت علامہ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اشعۃ اللمعات، شرح مشکوٰۃ شریف میں اسی حدیث کے ماتحت یہی بات فرماتے ہیں:

وقذر بفتح قاف ذال معجمہ در اصل آنچہ مکروہ پندار وطبع و ظاہرا نجاستے نبود کہ نماز باآں درست نباشد بلکہ چیزے بود مستقذر کہ طبع آنرا ناخوش دارد والا نماز از سر میگرفت کہ بعضے نماز باآں گزاردہ بود

وخبر دادن جبرائیل بر آوردن از پا جہت کمال تنظیف وتطہیر بود کہ لائق بحال شریف وے بودہ (اشعۃ اللمعات)

علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمتہ کے کلام سے یہ حاصل ہوا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا خبر دینا اظہارِ عظمت ورفعت شان حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کہ کمال تنظیف وتطہیر آپ کے حال شریف کے لائق ہے اور پھر لطف یہ کہ جن کو بارگاہِ الٰہی سے ویزکیھم کا مژدہ ملا ہے اس لئے ایسے بے محل اعتراضات کو پیش کرنا خلافِ ادب بھی ہے اور پھر یہاں سے عدم علم پر استدلال کرنا ایک خام خیال ہے۔

حدیث ذوالیدین اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شبہ:

شاتمانِ رسول یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن نماز پڑھائی تو آپ نے دو رکعت پر سلام پھیر دیا لیکن کسی کو اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ ایک ذوالیدین بول اٹھا اور عرض کی یارسول اللہ! آپ بھول گئے ہیں یا نماز قصر کی گئی ہے۔ تو آپ نے فرمایا میں بھول جاتا ہوں جیسے تم بھول جاتے ہو۔ اس لئے جب بھول جاؤں تو مجھے یاد کرادیا کرو۔ پھر آپ نے اسی وقت دو سجدے سہو کر لئے۔ لہٰذا جب آپ بھول گئے تو علم ہونا کیسے۔

جواب:

اس اعتراض سے مخالفین کی منشا یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کسی طریق سے بھولنا ثابت ہو اور اس پر دلیل یہ کہ آپ نے سجدہ سہو فرمایا۔

اب میں مخالفین حضرات سے یہ دریافت کرتا ہوں کہ ہمارے نزدیک تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھولنا محال ہے لیکن اگر آپ ایسا کر کے یعنی بھول کر سجدہ سہو نہ نکالتے تو

ہم اپنی بھول کو کیسے درست کر سکتے تھے۔ آپ کا یہ عمل اُمت کی خاطر اور مسئلہ سمجھانے کے لئے تھا۔ نہ کہ یہاں نسیان یا لاعلمی مراد ہے۔

دیکھئے ارشاد باری تعالیٰ واضح ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (پ ۲۱، ع ۱۹، س احزاب)

البتہ تمہارے لئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بہترین اسوۂ حسنہ ہیں۔

اس آیہ شریفہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہیں۔ اس لئے آپ کا ہر عمل شریف اُمت کے لئے ہے۔ اسی طرح رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل مبارک اُمت کی خاطر تھا کہ جب تم سے بھول ہو جائے تو ایسی حالت میں سجدہ سہو کر لیا کرو۔ کروڑوں ایسے مشکل مسائل تھے جن کو عمل مصطفوی نے اُمت کے لئے آسان فرمایا ہے۔ ہم ایسی عظیم نعمتوں کے ملنے پر اس بارگاہِ حبیب خدا علیہ التحیۃ و الثناء کا جتنا شکر کریں کم ہے۔ اب اصل شبہ کے دفعیہ کی طرف توجہ فرمائیے کہ جس حدیث سے مخالفین حضرات آپ کے لئے بھولنا ثابت کرتے ہیں۔ اسی حدیث میں یہ الفاظ درج ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ سہو فرمایا تو اس کے بعد ایک صحابی حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

اَنَسِيْتَ اَمْ قَصِرَتِ الصَّلٰوةِ قَالَ لَمْ اَنْسَ وَلَمْ تَقْصُرْ (بخاری شریف)

کیا آپ بھولے ہیں یا نماز قصر کی گئی ہے تو آپ نے فرمایا میں بھولا ہوں اور نماز قصر کی گئی ہے۔

اسی حدیث مبارکہ سے کتنا صاف یہ معلوم ہو گیا ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان پاک سے ارشاد فرما رہے ہیں کہ:

لَمْ اَنْسَ وَلَمْ تَقْصُرْ

(نہ میں بھولا ہوں نہ نماز قصر کی گئی ہے)

واہ کیا عجب الٹی منطق ہے کہ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام تو یہ فرمائیں کہ میں

بھولا نہیں اور منکرین یہ کہتے پھریں کہ آپ تو (معاذ اللہ) بھولے ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا تو درکنار یہ حضرات آپ کی زبان ترجمان پر بھی یقین رکھنا گوارا نہیں کر سکتے۔ جبھی تو ایسے واہی شبہات رکھتے ہیں، ورنہ ایمان والوں کو کیا ضرورت۔

دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیے ان شاء اللہ آنکھیں کھل جائیں گی۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو یہ حدیث پہنچی ہے جو موطا امام مالک رحمہ اللہ میں یوں درج ہے:

اَنَّهٗ بَلَغَهٗ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنِّیْ لَاَنْسٰى اَوْ اُنْسٰى لِاَسُنَّ۔

یہ حدیث پہنچی ہے کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بھلایا گیا ہوں تاکہ میں سنت مقرر کروں۔

اس حدیث سے ہمارا مدعا آفتاب کی طرح روشن ہو گیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام فرماتے ہیں کہ میں سنت کو قائم کرنے اور مسئلہ سمجھانے کے لئے بھلایا جاتا ہوں ورنہ ایسے تو مجھے نسیان نہیں ہوتا۔ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا۔

بحمدہٖ تعالیٰ مخالفین کے اس شبہ کا بھی قلع قمع ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر شے کا علم ہے اور آپ کے لئے نسیان ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ اُمت کے لئے ایسا فعل فرمایا ہے۔ لہٰذا ایسے افعال نبوی سے لاعلمی یا نسیان مراد لینا انتہا درجہ کی جہالت ہے۔

مسئلہ نسیان اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شبہ:

منکرین کا یہ کہنا بھی ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھولے نہیں تو پھر قرآن میں آتا

ہے:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ (پ۱۵، ع۱۸ اس کہف)

اور یاد کرو اپنے رب کو جب آپ بھول جائیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو بھول آسکتی ہے۔

جواب:

بڑے ہی افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ان لوگوں کے دلوں میں مقامِ نبوت کی عظمت کا ذرا برابر بھی احساس پیدا نہیں ہوتا کہ کم از کم اپنی زبان کو سنبھال کر ہی ایسے الفاظ استعمال کرسکیں۔ ہم نے آج تک کسی گستاخِ رسول سے یہ کہتے نہیں سنا کہ فلاں کام میں ہم سے بھول ہوئی ہے یا ہمارے کسی مولوی سے۔ جب بھی دیکھا اور سنا تو یہی کہتے ہیں کہ فلاں کام میں فلاں فلاں نبی بھول گئے تھے۔ (استغفر اللہ)

اے صاحبو! ذرا غور کرو ان لوگوں کو کبھی اپنی بھولوں کا احساس کیا وہم وگمان تک بھی کبھی پیدا نہیں ہوا۔ لیکن جب کسی خدا کے برگزیدہ نبی ورسول اولوالعزم کا ذکر کریں گے تو قرآنی آیات کے غلط ترجمے اور اپنی بناوٹی باتوں سے ان کو قصوروار ثابت کریں گے۔ (العیاذ باللہ)

جیسا کہ انہوں نے آیت واذ کر ربک اذا نسیت سے نبی اللہ کے لئے نسیان ہونا ثابت کر کے رکھ دیا ہے۔ بھلا بتایئے اس آیت میں یہ کہاں ہے کہ نبی بھول سکتے ہیں یا بھول چکے ہیں یا آئندہ کبھی بھولیں گے انہیں ابھی تک یہ معلوم نہیں کہ اذا نسیت کے مفسرین نے کیا معنی کئے ہیں۔

چنانچہ امام المفسرین علامہ ابن جریر تفسیر ابن جریر میں اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ معناه وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اذا ترکت ذکره

(تفسیر ابن جریر جلد ۱۵)

معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ اپنے رب کو یاد کرو جب کہ آپ اس کے ذکر کو چھوڑ دیں۔

اس آیت کی تفسیر سے یہ معلوم ہوا کہ نسیان کے اصل معنی ''ترک'' کے ہیں کہ جب فعل نسیان کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا جائے تو معنی ''ترک'' کے ہوں گے۔ جب نسیان کے معنی ''ترک کرنا'' ہوئے تو پھر بھول یا لاعلمی کا سوال تک پیدا نہیں ہوسکتا۔

چنانچہ قرآن کی ایک آیت شریفہ ملاحظہ فرمائیے:

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ (پارہ ۴ آل عمران ۱۳۹)

اے محبوب ہم آپ کو ایسے پڑھائیں گے کہ آپ کبھی نہ بھولیں گے مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہو گیا کہ جب اللہ تعالیٰ علیٰ کل شیءِ قدیر تعلیم فرمانے والا اور متعلم صاحب استعداد اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ہے اور آگے الا ماشاء اللہ تبرک کے طور پر استعمال فرمایا ہے تو کیا پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نسیان ہوسکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا جہاں آپ کو بھلانے کا ارادہ ہو وہاں مشیت ایزدی کے ماتحت بھول کر طریقہ مسنونہ کو جاری فرمائیں گے یعنی آپ وہاں اس چیز کو ترک کر دیں گے آپ اس پڑھے ہوئے کو بھول نہیں سکتے بلکہ پڑھانے والے کے ارشاد کے مطابق آپ اس کو ترک کریں گے تو حاصل ہوگا کہ نسیان کا لفظ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آئے گا۔ یعنی اس فعل نسیان کا فاعل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوں تو وہاں معنی ''ترک'' کے ہی لئے جائیں گے۔

چنانچہ فرائض الاسلام علامہ مخدوم ہاشم حصہ عقائد صفحہ ۱۸ پر فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک تمام انبیاء کرام علیہم السلام امور تبلیغیہ میں سہو ونسیان سے محفوظ ہیں۔ اور میرے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخر الامر مطلقاً سہو ونسیان سے محفوظ تھے خواہ امور تبلیغیہ

ہوں یا غیر تبلیغیہ۔

اب ایک حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

قَالَ اِنَّ کُمْ تَقُوْلُوْنَ اَکْثَرَ اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاللّٰہُ الْمَوْعِدُ وَاِنَّ اِخْوَتِیْ مِنَ الْمُھَاجِرِیْنَ کَانَ یَشْغَلُھُمُ الصَّفَقُ بِالْاَسْوَاقِ وَاِخْوَتِیْ مِنَ الْاَنْصَارِ کَانَ یَشْغَلُھُمْ عَمَلَ اَمْوَالِھِمْ وَ کُنْتُ اِمْرَءً مِسْکِیْنًا اَکْرَمَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی مِلْئَی بَطْنِیْ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا لَّنْ یَّبْسُطَ اَحَدٌ مِّنْکُمْ ثَوْبَہٗ حَتّٰی اَقْضِیَ مَقَالَتِیْ ھٰذِہٖ ثُمَّ یَجْمَعَہٗ اِلٰی صَدْرِہٖ فَیَنْسٰی مِنْ مَّقَالَتِیْ شَیْئًا اَبَدًا فَبَسَطْتُ نَمِرَۃً لَیْسَ عَلَیَّ ثَوْبٌ غَیْرُھَا حَتّٰی قَضَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَہٗ ثُمَّ جَمَعْتُھَا اِلٰی صَدْرِیْ فَوَالَّذِیْ بَعَثَہٗ بِالْحَقِّ مَا نَسِیْتُ مِنْ مَّقَالَتِہٖ تِلْکَ اِلٰی یَوْمِیْ متفق علیہ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۳۵)

لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت حدیثیں روایت کرتا ہے خدا جانتا ہے کہ میرے مہاجر بھائی بازاروں میں سودا سلف بیچنے میں مشغول رہتے ہیں اور برادران انصار بھی اپنے کاموں میں مصروف ہوتے تھے اور میں مسکین آدمی ہونے کی وجہ سے پیٹ بھر جانے کے بعد ہر وقت سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ملازم رہتا تھا ایک دن سرکار نے فرمایا تم میں سے جو شخص بھی گفتگو کے وقت اپنا دامن بچھا لے گا جب تک اپنی باتیں ختم نہ کرلوں اور پھر وہ اس دامن کو اپنے سینہ کی طرف جمع کرلے تو اسے کوئی بات بھی نہ بھول سکے گی۔ اس پر عمل کرتے ہوئے میں نے بھی اپنی چادر کا دامن بچھا لیا۔ ان دنوں میرے پاس اس چادر کے سوا

اور کوئی کپڑا نہیں ہوتا تھا۔ جب بات ختم ہو لی تو میں نے اس چادر کو اپنے سینہ کے ساتھ جمع کر لیا اس خدا کی قسم جس نے انہیں حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے پھر مجھے آج تک نسیان یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات نہیں بھولی۔

غور فرمائیے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے دامن کو آقا دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دوران گفتگو پھیلاتے ہیں اور جب آپ گفتگو کو ختم فرماتے ہیں تو حضرت ابو ہریرہ اپنی چادر کو اپنے سینہ کے ساتھ لگاتے ہیں تو ان کو ساری عمر کوئی بات نہیں بھولتی۔ جس آقا، دوجہاں کے طفیل ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ سعادت نصیب ہو رہی ہے کہ وہ تمام عمر بھر کوئی بات نہ بھولے۔ تو کیا جو عطا فرمانے والے ہیں انہیں بھولنے کا خیال تک بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔

اس لئے صاحب مسامرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَنَعَ الصُّوفِيَّةُ وَ طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُتَكَلِّمِينَ الشُّهُودَ وَالنِّسْيَانُ وَالْغَفَلَاتُ فِي حَقِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِنْ اَهْلِ سُنَّةٍ مَنْ مَنَعَ اَصْلًا فِي فِعْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِلَيْهِ ذَهَبَ اَبُو الْمُظَفَّرِ الْاَسْفَرَائِنِيُّ مِنْ اَئِمَّةِ الْمُحَقِّقِينَ وَاسْتَدَلَّ بِالْحَدِيْثِ الْمَاءِ الَّذِي تَكَلَّمَ بِهِ الْحُفَّاظُ (مسامرہ ص ۹۶،۹۵)

خلاصہ یہ کہ گویا علماء اہل سنت متکلمین اور صوفیاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں سہو و نسیان ناممکن ہے۔

اور علامہ شعرانی لطائف المنن میں فرماتے ہیں:

اِنَّا صَفَا الْقَلْبُ صَارَ كَالْمِرَاٰةِ وَالْكُوَّةِ الْمَصْقُوْلَةِ فَاِذَا قُوبلت بِالوجود العلوى والسفلى انطبع جميعه فلا ينسى بعد ذلك شيئًا۔

جب قلب آئینہ کی طرح صاف ہو جاتا ہے تو تمام عالم علوی اور سفلی اس کے سامنے آتے ہی اس میں مرتسم ہو جاتا ہے۔ پھر کسی شے میں بھی نسیان نہیں ہو سکتا۔

ان تمام دلائل مذکورہ سے ثابت ہو گیا کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سہو ونسیان نہیں ہوا اور اگر آپ کوئی فعل ایسا فرمائیں تو وہ اُمت کی خاطر ہے نہ کہ نسیان کا ہونا یا لاعلمی مراد لی جائے۔ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ کا عقیدہ

شبہ:

مخالفین یہ بھی کہتے ہیں کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے کہ جو یہ اعتقاد رکھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں اس پر حنفیہ نے صراحۃً کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔

جواب:

علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ اسی غیب پر حکم تکفیر نقل کرتے ہیں کہ جس پر دلیل نہ ہو اور یہ ہمارا عقیدہ ہے کہ جس غیب پر دلیل نہ ہو وہ حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے۔ رہا وہ غیب جس پر دلیل ہے وہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کو مرحمت فرمایا ہے۔ اب لطف تو جب ہے کہ میں اس مدعا پر خود حضرت علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی سی شہادت اسی شرح فقہ اکبر سے ہی پیش کئے دوں۔

آنکھیں کھول کر دیکھئے اور کان لگا کر سنیئے کہ حضرت علامہ ملا علی قاری رحمہ الباری شرح فقہ میں فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالٰی اطلع نبیۂ صلی اللہ علیہ وسلم علی ما یکون فی اُمتہ من بعدہ من الخلاف وما یصیبھم قال ابو سلیمان الدارانی فی الفراسۃ مکاشفۃ النفس و معاینۃ الغیب وھی من مقالات الایمان (شرح فقہ اکبر لعلامہ ملا علی قاری)

بے شک اللہ تعالٰی نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو آپ کی اُمت میں ہونا تھا اور جو آپ کی اُمت سے آپ کے بعد ان کے خلاف اعمال ہوئے تھے اور جو ان کو مصیبت پہنچتی تھی مطلع کر دیا۔ ابو سلیمان دارانی نے کہا ہے کہ فراست نفس کے مکاشفے اور غیب کے معائنے کو کہا جاتا ہے اور یہی مقالات ایمان سے ہے۔

معلوم ہوا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ صاحب فقہ اکبر کے نزدیک اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے جو شخص اللہ تعالٰی کی اطلاع سے غیب کلی کا قائل نہ ہو اور آپ کے مکاشفہ نفس کا عقیدہ نہ رکھے تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے فراست کا منکر ہے اور ایمان سے خالی ہے۔

اب میں مخالفین سے پوچھتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کلی ماننے پر اگر اہل سنت بریلوی کافر ہوئے تو ذرا ہمیں بھی بتا دیجئے کہ یہی ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی ہی اس عبارت سے تمہارے نزدیک کیا ٹھہرے۔

اے منکرو! ذرا ہوش وخرد سے کام لیجئے کہ صراط جہنمی پر سیر کر رہے ہو۔ ابھی اور تماشا دیکھئے۔

دوسرا حوالہ خود حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں:

ما اطلع علیہ من الغیوب ای الاموراالغیبۃ فی الحال (وما یکون) ای سیکون فی الاستقبال

(شرح شفا شریف علامہ قاری ص ۱۷۷، ج ۱)

تحقیق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امور غیبیہ حال و استقبال پر مطلع فرما دیا ہے۔

اب پھر کہیے کہ تمہارے نزدیک ملا علی قاری رحمہ اللہ کیا ہوئے۔ ان کا عقیدہ تو یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام امورِ غیبیہ حال و استقبال سے مطلع ہیں۔

تیسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح شفاء شریف میں دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

ومن معجزاته الباهره اى ايته الظاهرة ما جمعه الله له من المعارف اى الجزئية (والعلوم) اى الكلية والمددكات الظنية و اليقينية والاسرار الباطنية والانوار الظاهرة

(شرح شفا شریف علامہ ملا علی قاری ص ۲۰۷)

حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روشن معجزات اور ظاہر آیات میں سے وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے عطا فرمایا۔ معارف جزیہ علوم کلیہ مدرکات ظنیہ یقینیہ اور اسرار باطنیہ اور انوار ظاہرہ پر۔

دیکھا ملا علی قاری رحمہ اللہ کا عقیدہ جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے تمام علوم جزئیہ وکلیہ کے قائل ہیں۔

اب ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائیے:

وقد مدح الله تعالٰى الانبياء والملائكة و المومنين بالعلم لانبقى الجمل فمن اثبت العلم فقد نفى الجهل ومن نفى الجهل ولم يثبت العلم (شرح فقہ اکبر العلامہ قاری ص ۱۹۱!)

اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور فرشتوں اور مومنین کی علم کے ساتھ مدح کی ہے۔ جہالت کی نفی کے ساتھ نہیں تو جس شخص نے علم کو ثابت کیا تو اس نے جہالت کی نفی کی۔ اور جس شخص نے جہالت کی نفی کی اس نے علم کو ثابت نہیں کیا۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے انبیاء کرام علیہم السلام اور ملائکہ مقربین اور مومنین کے واسطے علم کا کیسا عجیب نکتہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام مومنین کی تعریف علم سے کی ہے جہالت کی نفی کے ساتھ نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ جو شخص حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے تعریف علمی کرے تو اس نے آپ کے علم کا ثبوت دیتے ہوئے آپ کی تعریف بیان کی، اور جس شخص نے آپ سے جہالت کی نفی کی اور آپ کے علم کا انکار کیا تو اس نے آپ کی مذمت کی۔

جب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علم کا انکار کرنے میں یہ حال ہے اور جن لوگوں نے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بے علم سمجھا کہ فلاں وقت فلاں امر کا علم نہ تھا (معاذ اللہ) تو خبر نہیں کہ وہ کون سے قعر جہنم میں پڑیں گے۔

اب غور فرمائیے کہ یہی ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جن کی عبارتیں آفتاب کی طرح روشن ہیں کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام امور غیبیہ حال واستقبال وعلوم جزئیہ وکلیہ واسرار باطنیہ مدرکات ظنیہ پر مطلع ہونا ثابت کر رہی ہیں۔ کیا یہی تو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اسی پر اعتقاد والے کو کافر بتاتے ہیں؟

مجھے مخالفین کی حالت پر تعجب آتا ہے کہ وہ کس قسم کے لوگ ہیں جو اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری اپنے ہی اعتقاد پر کفر کا فتویٰ دے سکتے ہیں۔

دوسری بات جن عبارتوں سے ہم نے حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا کل علم غیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر عقیدہ ہونا ثابت کیا ہے اور یہی عقیدہ ہمارا اہل سنت بریلوی کا ہے تو جب ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب کل باعلام خداوندی ماننے پر وہابیہ دیوبندیہ کے نزدیک کافر ومشرک ٹھہرے تو پھر ذرا ہمیں بھی سمجھائیے کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ ایک عظیم شخصیت ایسے عقیدہ رکھنے پر تمہارے نزدیک کیا ٹھہرے۔

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حقیقت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بندِ قبا دیکھ

اب رہا یہ کہ وہ عبارت جو مخالفین پیش کرتے ہیں جس پر حضرت علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے تکفیر کی ہے کہ جس پر دلیل نہیں۔ یعنی کسی مخلوق کے بالذات و بے تعلیم الٰہی عام ہونے کے اعتقاد پر تکفیر کا حکم نقل کیا اور یہ بالکل صحیح اور ہمارا مذہب یہی ہے۔

لیکن منکرین کا جوش تعصب سمجھئے کہ انہوں نے متبعین علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس عبارت سے حکم تکفیر لگا دیا حالاں کہ ان کی بددیانتی کا کھلا ہوا مظاہرہ ہے کہ وہ فقہ اکبر کی پوری عبارت پیش نہیں کرتے۔ جیسا کہ ان کی پرانی عادت ہے اور یہ مجبور ہیں۔ اسی طرح علامہ علی قاری رحمہ اللہ کی عبارت کا ماقبل چھوڑ کر اگلی عبارت پیش کرتے ہیں اور انہوں نے بارہا اپنی کتابوں میں اس عبارت کا ماقبل چھوڑ کر لکھی ہے۔ اگر یہ عبارت پوری لکھیں یا پڑھیں تو مطلب واضح کر دیتی ہے۔ اب اصل عبارت ملاحظہ فرمائیے:

ثم اعلم ان الانبیاء لم یعلموا الغیبات من الاشیاء الاما اعلمھم اللہ تعالیٰ و ذکر الحنفیہ تصریحاً بالتکفیر باعتقاد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب لمعارضہ قولہ تعالیٰ قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ ؕ۔

ناظرین با انصاف غور فرمائیں کہ اس عبارت کی ابتداء یہاں سے شروع ہے کہ انبیاء علیہم السلام غیب نہیں جانتے مگر اسی قسم کا جو تعلیم الٰہی سے نہ ہو اور حنفیہ نے اس اعتقاد پر تکفیر کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود بخود یعنی بے واسطہ تعلیم الٰہی کے عالم الغیب ہیں۔

اس عبارت میں کون سی بات ہے جو ہمارے مخالف ہو۔ علامہ علی قاری رحمہ اللہ الباری کا فرمانا بالکل بجا ہے لیکن منکرین فقہ اکبر کی مذکورہ عبارت کے پہلے الفاظ ثم اعلم سے ما اعلیھم اللہ تعالیٰ تک سب ہضم کر جاتے ہیں۔ اور آگے وذکر الحنفیہ سے الا اللہ تک پیش کر دیتے ہیں۔ یہ لوگ کہاں تک اپنی مکاری کو چھپائے رکھیں گے۔ ان کی کذب بیانی اور عبارتوں میں اپنی طرف سے توڑ مروڑ اور تحریف ظاہر ہو ہی

جاتی ہے۔ جیسا کہ قرآنی آیات اور احادیث سے بھی انہوں نے سخت بے ایمانی کی ہے۔

تصویر کا دوسرا رخ:

اب قابل غور بات یہ ہے کہ مخالفین علامہ علی قاری کی عبارت سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے غیب جاننے کے اعتقاد پر کفر کا فتویٰ دیتے ہیں اور ادھر یہ حضرات مخلوق کے لئے بعض مغیبات کے علم کے خود قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض مغیبات کا علم عطا فرمایا ہے۔ جیسا کہ ان کی کتابوں سے ظاہر ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

o...... دیوبندیوں کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اپنی کتاب شمائم امدادیہ میں ص ۱۱۰ پر رقم طراز ہیں:

"لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء و اولیاء کو نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت و ادراک مغیبات کا ان کو ہوتا ہے۔"

o...... دیوبندیوں کے مفتی مولوی رشید احمد گنگوہی لطائف رشیدیہ ص ۲۷ میں رقم طراز ہیں:

انبیاء علیہم السلام کو ہر دم مشاہدہ امور غیبیہ حضور حق تعالیٰ کا رہتا ہے۔

كما قال النبي صلى الله عليه وسلم لو تعلمون ما اعلم لضحكتم قليلا و لبكيتم كثيرا .

o...... دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی "تکمیل الیقین"، صفحہ ۱۳۵ میں رقمطراز ہیں:

ان رسل و اولیاء میں سے جسے چاہے اسے غیب یا آئندہ کی خبر دے دے۔

پس ان کو جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ خدا کے بتانے سے معلوم ہوتا ہے۔

o...... وہابیوں کے پیشوا حکیم محمد صادق سیالکوٹی اپنی کتاب "شان رب العالمین" میں صفحہ ۵۷ پر رقمطراز ہیں:

''ہاں اللہ جتنا چاہے علم غیب اپنے پیغمبر کو بتا دیتا ہے۔''

اور اسی کتاب کے صفحہ ۵۸ پر:

''خدا اپنے رسولوں میں جس کو جتنا چاہے غیب دیتا ہے۔''

اس کے علاوہ مخالفین کی ان کتابوں میں بھی بعض انبیاء کرام علیہم السلام کو علم غیب ہونا موجود ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ، تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان، الہند مصدقہ علماء دیوبند وغیرہا۔

اتنے حوالوں سے یہ پتا تو چل ہی گیا کہ یہ لوگ انبیاء علیہم السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بعض علم غیب عطا ہونے کے قائل ہیں۔

اب میں وہابیہ دیوبندیہ سے پوچھتا ہوں کہ ادھر تو تم علامہ علی قاری کی عبارت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب ماننے پر کفر کا فتویٰ دیتے ہو اور اہل سنت بریلوی حضرات کو اس اعتقاد پر کافر بناتے ہو۔

اور ادھر تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بعض مغیبات کا علم عطا ہونا مانتے ہو۔ تو پھر ذرا انصاف سے بتائیے کہ اس کفر میں تمہارا بھی کچھ حصہ ہے یا کہ نہیں؟ کیونکہ تم مخلوق کے لئے بعض علم غیب ہونے کے قائل ہو۔

آج آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

اب بتائیے کہ علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ علم ذاتی اللہ کے سوا کسی کو ہونے پر تکفیر فرماتے ہیں یا علم عطائی پر۔

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را
چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

یاد رہے کہ مخالفین کا عقیدہ ایسا باطل ہے کہ انہوں نے اب تک متناقص باتیں ہی کی ہیں۔ ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کو غیب کا علم نہیں دیتا اور دوسری طرف یہ

کہتے ہیں کہ ہاں جتنا چاہے یا بعض غیب کا علم عطا فرما دیتا ہے۔ اب خود اندازہ فرمالیں کہ ان کا عقیدہ کیسا ہے۔ میرے خیال میں یہ اسی آیت کے مصداق ہیں:

مُّذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِكَ ق صلے لَآ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰی هٰٓؤُلَآءِ ط وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِیْلًا ۝ (پ۵، ع۱۸۔ س النساء)

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

شبہ:

مخالفین یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا انکار کیا ہے۔

جواب:

منکرین کی سب سے بڑی مکاری یہی ہے کہ وہ لوگوں کو اپنی مکاریوں کے ذریعہ گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ہمارے ایک مایۂ ناز شہنشاہ نقشبندیہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات کو بدنام کرنے کے لئے ان پر یہ الزام لگایا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب ہونے کا عقیدہ نہ رکھتے تھے۔ استغفر اللہ

حالاں کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے تمام مکتوبات شریف میں کہیں بھی ایک لفظ ایسا نکال کر نہیں دکھا سکتے۔ جس میں علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نفی ہو۔ بلکہ مکتوبات شریف میں تو اکثر علم غیب انبیاء اور بطفیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم اولیاء کو امورِ غیبیہ کا علم ہونا ثابت ہے۔ انہیں کیا معلوم کہ یہ وہ بزرگ ہستی ہیں جن کا دامن سرکار سیّدنا محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ وابستہ ہے اور وہ خود فرماتے ہیں کہ مجھے جو کچھ عنایت ہوا محض خدا کے فضل سے درِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوا ہے۔

آیئے ذرا ایک حوالہ بطور نمونہ ملاحظہ ہو:

بعد از تحریر آں چناں معلوم شد کہ حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ و السلام با جمع کثیر از مشائخ اُمت خود حاضر اند و ہمیں رسالہ را در دست مبارک خود دارندہ از کمال کرم بخشی آں را بوسہ میکند و بہ مشائخ مے نمایند کہ ایں نوع معتقدات مے باید حاصل کردہ جماعہ کہ بایں علوم مستعد گشتہ بودند نورانی و ممتاز اند و عزیز الوجود و روبروے آں سرور علیہ الصلوٰۃ و السلام و التحیۃ ایستادہ اند و القصہ بطولہا و در ہماں مجلس باشاعت ایں واقعہ حقیر را امر فرمودند

(مکتوبات شریف ج ا ص ۳۸ مکتوب ۱۶)

اس رسالہ کے لکھنے کے بعد ایسا معلوم ہوا کہ حضرت رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی اُمت کے بہت سے مشائخ کے ساتھ حاضر ہیں اور اسی رسالہ کو اپنے مبارک ہاتھ میں لئے ہوئے اور اپنے کمال کرم سے اسے چومتے ہیں اور مشائخ کو دکھاتے اور فرماتے ہیں۔ اس قسم کے اعتقاد حاصل کرنے چاہئیں اور وہ لوگ جنہوں نے ان علوم سے سعادت حاصل کی ہے وہ نورانی اور ممتاز اور عزیز الوجود ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو کھڑے ہیں یہ قصہ بہت لمبا ہے اور اسی مجلس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاکسار (شیخ احمد فاروقی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ) کو اس واقعے کے شائع کرنے کا حکم فرمایا۔

ع　　بر کریماں کارہا دشوار نیست

(کریموں پر نہیں کوئی کام مشکل)

مکتوبات شریف کی مذکورہ عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی تصنیف کردہ کتاب کا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہے اور حضرت کا یہ فرمانا کہ مجدد

الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف میں جو کچھ ہے اسی قسم کے اعتقاد رکھنے چاہئیں اور پھر حضرت کا یہ فرمانا کہ اس کتاب کی اشاعت کرو اور یہاں سے ہم اہل سنت کی صداقت اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی عظمت کا بھی پتا چلا کہ آپ کو کیسا عظیم مرتبہ حاصل ہے۔

اولیاء اللہ کے دشمنوں کو کیا معلوم کہ اللہ کے ولیوں کو کیا کیا طاقتیں اور کتنے وسیع علوم حاصل ہیں۔ وہابیہ دیوبندیہ کے عقائد رکھنے والوں سے آج تک کوئی ولی یا بزرگ پیدا نہیں ہوا۔ جتنے ولی، غوث، قطب، ابدال ہیں سب اہل سنت ہی میں ہوئے ہیں اور ماننے والے بھی اہل سنت۔

اب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا علم غیب مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک ارشاد ملاحظہ فرمائیے:

> تنام عینی ولا ینام قلبی کہ تحریر یافتہ بود اشارت بدوام آگاہی نیست بلکہ اخبار است از عدم غفلت از جریان احوال خویش و اُمت خویش لہٰذا نوم درحق آں علیہ الصلوٰۃ و السلام ناقض طہارت نگشت و چوں نبی در رنگ شبان است در محافظت امت خود غفلت شایان منصب نبوت او نباشد

(مکتوبات شریف جلد اول مکتوب ۹۹)

حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری آنکھیں سو جاتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔ جو لکھی ہوئی تھی اس میں دوام آگاہی کی طرف اشارہ نہیں ہے بلکہ اس حدیث میں اس امر کی خبر دی گئی ہے کہ آپ اپنے اور اُمت کے حالات سے کسی وقت بھی غافل نہیں ہیں۔ اسی وجہ سے نیند آپ کے لئے ناقص طہارت نہ تھی۔ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کی نگہداشت اور محافظت میں ''شبان'' (بکریوں کے ریوڑ کے رکھوالے) کی مانند ہیں۔ اسی لئے ادنیٰ سی غفلت بھی آپ کے منصب نبوت کے شایاں

نہیں ہے۔

مکتوبات شریف کی عبارت سے صاف واضح ہوگیا کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کے احوال سے ایک آن بھی غافل نہیں۔

ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائیے:

حضرت قدوۃ السالکین مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات شریف جلد سوم مکتوب ۱۲۲ میں یہ حدیث نقل فرماتے ہیں:

انا سیّد ولد آدم ولا فخر ادم و من دونہ تحب لوائی یوم القیامۃ فعلمت علم الاولین و الاخرین۔

(مکتوبات شریف جلد سوم مکتوب ۱۲۲)

میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور مجھے کوئی فخر نہیں اور آدم علیہ السلام اور ان کے سوا سب قیامت کے دن میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ مجھے تمام اولین و آخرین کا علم دیا گیا ہے۔

مکتوبات شریف حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمتہ کا حدیث شریف سے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اولین و آخرین ہونا بیان فرمایا ہے۔ یہ ہے عقیدہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام امت کے احوال کو جانتے ہیں اور اولین و آخرین کے احوال سے آگاہ ہیں۔

اب میں مخالفین سے پوچھتا ہوں کہ بتائیے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر کیا فتویٰ جڑیں گے۔ تعجب ہے کہ حضرت مجدد علیہ الرحمتہ اپنے کلام سے اثبات پیش کر رہے ہیں اور یہ لوگ جھوٹ بول کر ان کی طرف ایسی غلط بات منسوب کرتے ہیں۔

اعوذ باللہ ان اکون من الجاھلین والکاذبین۔

مخالفین کی زبردست مکاری

شبہ:

منکرین یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے مدارج النبوت میں لکھا ہے کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں ہے۔ لہٰذا شیخ المحدثین کی بات مانی جائے یا بریلوی حضرات کی۔''

جواب:

وہابیہ دیوبندیہ خذلہم اللہ کو علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی دشمنی ہے کہ یہ آپ کو دیوار کے پیچھے تک کا بھی علم ماننے کو تیار نہیں۔

اور لطف یہ کہ شیخ الشیوخ عاشق رسول شیخ المحدثین علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کو بدنام کرنے کے لئے ان کی کتاب مدارج النبوت کی عبارت سے بے ایمانی کا مظاہرہ کیا ہے۔ آج بھی اسی کتاب مدارج النبوت کی عبارت سے وہابی دیوبندی حضرات سخت مکاری کر رہے ہیں اور انہوں نے اپنی کتابوں میں بھی بڑی بددیانتی کے ساتھ اس عبارت کو نقل کیا ہے۔

چنانچہ مخالفین کے شیخ الحدیث مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے براہین قاطعہ صفحہ ۵۲ سطر ۱۶ میں مدارج النبوت کا یہ حوالہ اس مکاری کے ساتھ درج کیا ہے:

(بلفظہٖ اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں)

یہ ہیں دیوبندیوں کے شیخ الحدیث جنہوں نے مدارج النبوت کے، یہ الفاظ درج کرنے میں سخت بددیانتی کی ہے بالکل اسی طرح جیسے کوئی لاتقربوا الصلوٰۃ کو ترکِ نماز کے ثبوت میں لکھ دے اور انتم سکری کو چھوڑ دے۔ یہی حال خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی نے کیا ہے۔

اب میں ناظرین کے سامنے حضرت علامہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی

مدارج النبوت کی اصل عبارت پیش کیے دیتا ہوں۔

اینجا اشکال می آرند کہ در بعض روایات آمدہ است کہ گفت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم من بندہ ام نمید انم آنچہ در پس ایں دیوار است جوابش آنست کہ ایں سخن اصل نہ دارد و روایت بداں صحیح شدہ است (مدارج النبوت ج اص ۹، س ۹ مطبوعہ دہلی)

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بعض روایات میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس بات کی کوئی اصل نہیں اور یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

یہ ہے اصل عبارت شیخ محقق علیہ الرحمۃ کی یہ جو مشہور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ شاہ عبدالحق رحمہ اللہ ڈنکے کی چوٹ اس کا جواب فرماتے ہیں کہ اس بات کی کوئی اصل نہیں اور یہ روایت بالکل غلط ہے۔

اور ادھر مولوی خلیل احمد انبیٹھوی نے اپنی خباثت اور علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت کی بنا پر اعتراض کے الفاظ درج کر دیئے۔

''من بندہ ام نمی دانم آنچہ در پس دیوار است''

اور اپنی خباثت کا مقصد لے لیا اور آگے جواب کی عبارت جو شیخ صاحب علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمائی ہے۔

''جوابش آنست کہ ایں سخن اصلے نہ دارد و روایت صحیح نشدہ است۔''

ساری عبارت ہضم کر گئے۔ یعنی سوال درج کر دیا اور جواب جو شیخ نے دیا وہ حذف کر دیا۔ اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔

یہ ہے ان نجدیوں کی دھوکا بازی کا صریح مظاہرہ۔ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے کیا کیا چالبازیاں کی جا رہی ہیں۔ حضرت شیخ محقق علیہ الرحمۃ کی عبارت سے یہ نقطہ بھی حاصل ہوا کہ آپ کے زمانہ میں بھی ایک ایسا گمراہ فرقہ تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوار

کے پیچھے تک کا علم ماننے کے لئے تیار نہ تھا۔ یہی حال اس فرقہ کی معنوی اولاد کا ہے۔ وہ بھی اہل حق کی مخالفت کرتے تھے اور یہ اسی کام کے درپے ہیں۔

کس قدر افسوس ہے کہ حضور آقا دو عالم شہنشاہ اُمم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم گھٹا کر اسی بے اصل حکایت سے سند لانا اور طمع کاری کے لئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمتہ کا نام لکھ کر جانا جو صراحۃً فرمارہے ہیں اس حکایت کی نہ جڑ اور نہ کوئی بنیاد۔ آپ اس کے سوا کیا کہیے کہ ایسوں کی داد نہ فریاد۔

اللہ اللہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مناقب عظیمہ اور ارباب فضائل سے نکلوا کر اس تنکنائے میں داخل کرائیں تاکہ آیات قرآنی وصحیح احادیث بھی دور کرائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص شان میں یہ فراخی دکھائیں کہ اصل بے سند مقولے سب سما جائیں۔

یہ دشمنی رسول نہیں تو اور کیا ہے

اور پھر ایک طرف یہ الزام کہ اہل سنت بریلوی حضرات علماء سلف کی عبارتوں میں اینچ پیچ کھیلتے ہیں اور یہ بھی ہم پر صریح بہتان۔

اور اپنی حالت یہ کہ قرآنی آیات واحادیث شریفہ وعلماء محدثین وشرفاء کاملین و سلف صالحین وعلماء اُمت کے تمام اقوال صحیحہ سے سخت بد دیانتی اور صاف انکاری

کس کس سے چھپاؤ گے تحریک ریا کاری
محفوظ ہیں تحریریں مرقوم ہیں تقریریں

ایک اور بات بھی قابل غور ہے کہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کا براہین قاطعہ میں یہ لکھنا کہ شیخ روایت کرتے ہیں یہ بھی نجدیت کی جہالت فی العلم کا پورا پورا نقشہ ہے۔

یعنی دیوبندیوں کے محدث خدا جانے کیا کیا ہیں کہ حکایت وروایت کا فرق بھی نہیں جانتے حدیث کیا پڑھ سکتے ہوں گے۔ بس یہی جہالت کا درس اور سند جہالت۔

یہاں تک تو تھا مخالفین کے اس شبے کا جواب۔ اب مناسب سمجھتا ہوں کہ حضرت

علامہ شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی اسی کتاب مدارج النبوت سے علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل پیش کروں کہ آپ کا علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا عقیدہ تھا، ملاحظہ فرمائیے۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق

حضرت علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کے بارے میں حضرت شیخ المحدثین شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ مدارج النبوت شریف میں فرماتے ہیں:

ہر چہ در دنیاست از زمان آدم تا نغمہ اولیٰ بروئے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منکشف ساختند تاہمہ احوال اورا از اول تا آخر معلوم گردید ویاراں خود رانیز بعضے ازاں احوال خبر دادہ (مدارج النبوت ج ا ص ۱۶۵ س، مطبوعہ دہلی)

یعنی حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے نغمہ اولیٰ تک جو کچھ دنیا میں ہے سب ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف فرمادیا تھا۔ یہاں تک کہ تمام احوال اول سے آخر تک کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا اور آپ نے اپنے اصحاب میں سے بعض خبر دی۔

شیخ محقق علیہ الرحمۃ کے کلام سے واضح ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اول سے تا آخر تمام احوال کو جانتے ہیں۔

لیجئے یہ ہے عقیدہ شاہ عبدالحق صاحب علیہ الرحمۃ کا اب لگائیے فتویٰ۔

ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمائیے:

ھو الاوّل والاٰخر والظاھر والباطن وھو بکل شیء علیم۔

[illegible] تعالیٰ و تقدس کہ [illegible] ر کتاب مجید خطبہ کبریائی خود خواند و ہم متضمن

[illegible] حضرت رسالت پناہی است کہ دے سبحانہ ادر ابذاں تسمیہ و توصیف

فرمودہ (اللہ و مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اول آخر ظاہر باطن ہیں) الخ...... وو ے صلی اللہ علیہ وسلم وانا است بہمہ چیز از شیونات و احکام الٰہی و صفات حق و اسماء افعال و آثار و بجمیع علوم ظاہر و باطن و اول و آخر احاطہ نمودہ و مصاق فوق کل ذی علم علیم شدعید من الصلوٰۃ افضلھما و من التحیات واتمھا وا کملھا (مدارج النبوت)

وہی اول اور وہی آخر اور وہی ظاہر اور وہی باطن اور وہی ہر چیز کو جانتا ہے۔ یہ کلمات اعجاز اور اسماء شریفہ خدا تعالیٰ کی پاکی اور ثناء کے ہیں کہ خود کتاب مجید میں اپنی کبریائی کا خطبہ ہے اور یہ نعت بھی ہے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور خود اللہ تعالیٰ نے جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ و السلام کی شان توصیف میں یہ کلمات فرمائے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام چیزوں کے جاننے والے ہیں اور آپ نے خدا تعالیٰ کی شانیں اور اس کے احکام حق تعالیٰ کے صفات و افعال اور سارے ظاہری باطنی اول و آخر کے علوم کا احاطہ فرمالیا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمتہ کے کلام سے کتنا صاف ظاہر ہے کہ وہ لکھتے ہیں۔ یہ اسمائے خدا تعالیٰ کی حمد اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت ہے۔ اور یہ کلمات خود اللہ تعالیٰ نے آپ کی شان میں فرمائے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اول بھی آخر بھی ظاہر بھی باطن بھی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام چیزوں کو جاننے والے ہیں۔ آپ نے تمام ظاہری و باطنی اول و آخر کے علوم کا احاطہ فرمالیا ہے۔ اب میں مخالفین سے پوچھتا ہوں کہ یہی عقیدہ اہل سنت بریلوی رکھتے ہیں اور تمہارے نزدیک یہ مشرک و کافر ٹھہرے۔

تو فرمائیے اسی عقیدہ کے رکھنے پر شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ پر کیا کیا فتوے جڑیں گے کیونکہ وہ صاف فرمارہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اول و آخر و ظاہر و

باطن اور ہر چیز اول تا آخر کے عالم ہیں۔

اب جس محبوب کی تعریف وشان خود حق تعالیٰ نے ان الفاظ سے فرمائی ہے تو کیا ایسے محبوب سے کائنات کا ذرّہ ذرّہ بھی مخفی رہ سکتا ہے۔ ہر گز نہیں۔

چنانچہ علامہ محمد بن احمد بن محمد بن محمد بن ابی بکر بن مروزق تلمسانی شرح شفاء شریف میں حضرت سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر مجھے یوں سلام کیا:

السلام عليك يا اول السلام عليك يا اخر السلام عليك يا ظاهر السلام عليك يا باطن ۔

میں نے فرمایا اے جبرائیل! یہ صفات تو اللہ تعالیٰ کی ہیں اسی کو لائق ہیں مجھ سے مخلوق کی کیونکر ہو سکتی ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ میں یوں ہی آپ کے حضور سلام عرض کروں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان صفات سے فضیلت دی اور تمام انبیاء ومرسلین پر ان سے خصوصیت بخشی۔ اپنے نام و وصف سے آپ کے نام ووصف فرمائے۔

وسماك بالاول لانك اول الانبياء خلقا وسماك بالاخر لانك اخر الانبياء فى العصر الى اخر الامم ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اول نام رکھا کہ آپ سب انبیاء علیہم السلام سے آفرینش میں مقدم ہیں اور آپ کا آخر نام رکھا کہ آپ سب پیغمبروں سے زمانہ میں مؤخر وخاتم الانبیاء ونبی اُمت آخرین ہیں۔ باطن نام رکھا کہ اس نے اپنے نام کے ساتھ آپ کا نام نامی اسم گرامی سنہری نور سے ساق عرش پر آفرینش آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دو ہزار برس پہلے ابد تک لکھا پھر مجھے آپ پر درود بھیجنے کا حکم ہوا۔ میں نے آپ پر ہزار سال درود بھیجے اور ہزار سال درود بھیجے۔ یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو مبعوث فرمایا۔ خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔ اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور جگمگاتا سورج آپ کو ظاہر نام عطا فرمایا

کہ اس نے آپ کو تمام دینوں پر ظہور و غلبہ دیا اور آپ کی شریعت و فضیلت کو تمام اہل سموت و ارض پر ظاہر و آشکار کیا۔ کوئی ایسا نہ رہا جس نے آپ پر درود نہ بھیجے ہوں اللہ تعالیٰ نے آپ پر درود بھیجے۔

فربك محمود و انت محمد و ربك الاول و الاخر و الظاهر والباطن و انت الاول والاخر والظاهر و الباطن ۔

یارسول اللہ! پس آپ کا رب محمود ہے اور آپ محمد۔ آپ کا رب اول و آخر و ظاہر و باطن ہے اور آپ اول و ظاہر و باطن ہیں۔

حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

الحمد لله الذی فضلنی علی جمیع النبیین حتی فی اسمی و صفتی ۔

سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کو ہیں جس نے مجھے تمام انبیاء پر فضیلت دی۔ یہاں تک کہ میرے نام و صفت میں۔ انتہی

وہی ہے اول، وہی ہے آخر، وہی ہے باطن، وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے

اور حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ مدارج النبوت میں دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

ہر کہ مطالعہ کند احوال شریف او را از ابتدا تا انتہا او بہ بنید کہ چہ تعلیم کردہ است او را پروردگار و افاضہ کردہ است بروی از علوم و اسرار ما کان و ما یکون بہ ضرورت حاصل شود او را علم بہ نبوت او بے شوب و شکوک و ظنون قولہ تعالیٰ: **علمك ما لم تكن تعلم و كان فضل الله عليك عظيما صلى الله عليه و آله وسلم و على آله حسب**

وصله و کماله۔

الحاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام احوال ابتداء وانتہاء کی تعلیم فرمائی اور آپ کو علوم اسراء ما کان و ما یکون جو ہو چکا ہے اور جو ہونے والا ہے سب پر مطلع فرما دیا۔ جیسا کہ قول تعالیٰ ہے کہ علمك ما لم تكن تعلم الخ

غور فرمائیے کہ علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا بھی یہ عقیدہ کہ حضور آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء تا انتہاء علوم ما کان و ما یکون حاصل ہیں۔

منکرو، ظالمو، اللہ و رسول کے دشمنو! کہاں تک علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرو گے اور کس کس کو مشرک و کافر ٹھہراؤ گے۔

بہر کیف مذکورہ تمام دلائل سے ثابت ہو گیا کہ صاحب مدارج النبوت علیہ الرحمۃ کا علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا عقیدہ تھا۔ ابھی بے شمار حوالے موجود ہیں لیکن بخوف طوالت اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ مخالفین کا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ دیوار کے پیچھے تک کا علم نہیں۔

لیجئے، اس کا جواب بھی حدیث شریف سے دیئے دیتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے:

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آگے اور پیچھے یکساں دیکھنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف باب خشوع الصلوٰۃ میں یہ حدیث مروی ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال هل ترون بلتی ههنا والله ما یخفی علی رکوعکم ولا خشوعکم و انی لارئکم وراء ظهری (بخاری شریف، باب خشوع الصلوٰۃ ص ۵ مطبوعہ مصر)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تحقیق فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تم نہیں دیکھتے جو میں اپنے آگے وہ جو میں دیکھتا ہوں خدا کی قسم تمہارے رکوع وخشوع مجھ پر مخفی نہیں اور میں اپنے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔

دوسری حدیث شریف انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف میں اس طرح ہے:

عن انس بن مالکؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اقیموا لرکوع و السجود فواللہ انی لاراکم من بعدی و ربما قال من بعد ظهری امارکعتم و سجدتم (بخاری شریف)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صحیح کرو اپنے رکوعوں کو اور سجدوں کو۔ خدا کی قسم میں اپنے پیچھے بھی دیکھتا ہوں جب تم رکوع اور سجدہ کرتے ہو۔

تیسری حدیث شریف حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ابوداؤد میں درج ہے:

عن انس قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول استدوا استدوا فوالذی نفسی بیده انی لاراکم من خلفی کما ارلکم بین یدی ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے برابر برابر کرو صفوں کو (یعنی جب نماز کو کھڑے ہوتے) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ میں تم کو پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں جس طرح سامنے سے دیکھتا ہوں۔

چوتھی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف میں یوں مروی ہے:

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اقیموا رکوعکم و سجودکم فانی اراکم من خلفی کما اراکم من

امامی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نماز میں رکوع و سجود ٹھیک کیا کر۔ کیونکہ میں تمہیں پیچھے سے اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح آگے سے۔

مذکورہ چار احادیث صحیحہ سے ثابت ہو گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جس طرح آگے کی طرف دیکھتے ہیں اسی طرح پیچھے بھی۔ اور پھر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نمازیوں کے خشوع و خضوع اور رکوع و سجود کو بھی جانتے ہیں۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا کی قسم اٹھا کر یہ فرمانا کہ میں جس طرح آگے دیکھتا ہوں اسی طرح پیچھے بھی دیکھتا ہوں کہ تمہارے خشوع و خضوع رکوع و سجود مجھ سے مخفی نہیں ہیں۔

تو بتائیے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ معاذ اللہ آپ کو تو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ ان لوگوں کا کیا حشر ہوگا۔ نبی اللہ کی قسم پر بھی یقین نہ کیا۔

نہایت دکھ کی بات ہے کہ قرآنی آیات و احادیث کثیرہ کے باوجود ان سب کو پس پشت ڈال کر دیدہ و دانستہ یہودیوں کی طرح علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر دینا۔ یہ کہاں کی مسلمانی ہے۔

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے
خصوصاً نجدیت کی وبا سے

عبارت قاضیخان اور
بحث فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ

شبہ:

منکرین کا کہنا ہے کہ قاضیخان فقہ کی کتاب میں ہے:

رجل تزوج امرأۃ بغیر شہود تعالیٰ الرجل والمرأۃ خدائے را و پیغمبر را گواہ

کردیم قالوا یکون کفراً لانہ اعتقدان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب وھو ما کان یعلم الغیب حین کان فی الحیا ۔ فکیف بعد الموت ۔

ایک مرد نے ایک عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا۔ پس مرد اور عورت نے کہا کہ خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہم نے گواہ کیا قالوا یعنی کہتے ہیں کہ یہ کفر ہوگا اس لئے کہ اس نے یہ اعتقاد کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب کو جانتے ہیں اور حال یہ کہ وہ زندگی میں بھی غیب کو نہیں جانتے تھے پس بعد وصال کے کیونکر جان سکتے ہیں۔

لہذا معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب نہ جانتے تھے۔ اور یہ بحر الرائق میں بھی موجود ہے۔

جواب:

مخالفین کا منشا یہ ہے کہ معتقد علم غیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکفیر فقہ سے ثابت کریں۔ مگر ابھی ان کو خبر نہیں کہ انہوں نے یہ کفر اپنے ذمہ لے لیا ہے کہ قاضیخان کی عبارت سے اگر کفر ثابت ہوتا ہے تو معتقد علم غیب نبی بھی (معاذ اللہ) کافر اور تمام مخالفین یعنی نجدی بھی کیونکہ وہ قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض غیوب کا علم عطا فرمایا ہے۔

پس بموجب عبارت قاضیخاں کے ان کے کفر میں ان کی فہم کے بموجب جب شبہ نہیں تو یہ پیچھے گزر چکا ہے کہ مخالفین بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض علم غیب ہونے کے اقراری ہیں۔ جیسا کہ شمائم امدادیہ، اعلاء کلمۃ الحق، فیصلہ علم غیب، فتاویٰ رشیدیہ و دیگر کتب دیوبندیہ وہابیہ سے ثابت کیا جا چکا ہے۔

الحاصل مخالفین بھی بعض غیوب کا اقرار کر رہے ہیں تو اگر معاذ اللہ قاضی خان کی عبارت سے ہم اہل سنت بریلوی پر الزام آئے گا تو خود ہی غور سے خیال کیجئے کہ دیوبندی

وو ہابی بھی اس میں شامل ہیں۔

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را

چنداں اماں نہ داد کہ شب را سحر کند

تو اگر وہ کافر نہ ٹھہریں تو کیا اہل سنت بریلوی ہم ہی کی خطا ہے۔

اب عبارت قاضی خان پر غور فرمائیے کہ اس میں لفظ قالوا موجود ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

اور قاضی خان وفقہاء کی عادت ہے کہ وہ لفظ قالوا اس مسئلہ پر لاتے ہیں جو خود ان کے نزدیک غیر مستحسن ہو اور آئمہ سے مروی نہ ہو۔

چنانچہ اس کی وضاحت فقہ کی معتبر کتاب شامی جلد پنجم ص ۴۴۵ میں ہے:

لفظة قالوا تذكر فيما فيه خلاف كما صرحوا به

لفظ قالوا وہاں پر بولا جاتا ہے جہاں اختلاف ہو۔

اور غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی بحث قنوت میں قاضیخاں کی عبارت کے بارے میں موجود ہے:

و كلام قاضيخان يشير الى عدم اختياره له حيث قال و اذا صلى على النبى عليه الصلوة و السلام فى القنوت قالوا لا يصلى عليه فى القعدة الاخيرة ففى قوله اشارة الى عدم استحسانه له و الى انه غير مروى من الائمة كما قلناه فان ذلك من المتعارف فى عباراتهم لمن استقراها و الله تعالىٰ اعلم ۔

الحاصل یہ ہے کہ قاضی خان کا کلام ان کی ناپسندیدگی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ انہوں نے کہا ہے قالوا، ان کے قالوا کہنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ قول ناپسند ہے اور یہ اماموں سے مروی نہیں۔ جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے کیونکہ یہ فقہاء کی عبارات میں شائع ہے۔ اس کو معلوم ہے جو ان کی

تلاش کرے۔

اب معلوم ہو گیا کہ قاضی خان کی عبارت خود قاضی خان کے نزدیک غیر مستحسن اور غیر مروی اور ضعیف و مرجوح ہے۔ حتیٰ کہ اس کے ساتھ حکم کرنا سخت ممنوع اور جہل ہے اور درالمختار میں ہے:

ان الحکم و الفتیا ما یقول المرجوح جهل و خرق بالاجماع ۔

اور درالمختار میں بھی یہی قاضی خان والی عبارت یوں موجود ہے:

تزوج بشهادة الله و رسوله صلی الله علیه وسلم لم یجز بل قیل یکفر ۔

دیکھا یہاں پر قیل ضعف کی دلیل ہے۔

اور شامی میں بھی اس بات کا جواب یوں موجود ہے:

قیل یکفر لانه اعتقدان رسول الله صلی الله علیه وسلم عالم الغیب قال فی التاتارخانیه و فی الحجة ذکر فی الملتقط انه لا یکفر ۔

بعضوں نے کہا کہ جو شخص اعتقاد رکھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں وہ کافر ہو جائے گا۔ کتاب الحجۃ اور فتاویٰ تاتارخانیہ میں ذکر کیا گیا ہے وہ کافر نہیں ہو سکتا۔

اب معلوم ہو گیا کہ لفظ قالوا فقہا کے نزدیک بتریئۃ اور تضعیف کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ نیز اس کے علاوہ فتاویٰ حامدیہ جلد۲ ص ۳۶۲، اور عمدۃ الرعایۃ ص ۱۵، اور مولانا عبدالحی فی تراجم الحنفیہ ص ۱۰۱ و فتح القدیر کتاب الصوم جلد۲ ص ۱۹۷ و شامی جلد۲ ص ۳۶۳، وغنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی بحث قنوت ص ۴۔ ان سب نے قاضیخان کے لفظ قالوا کہنے کا خاص مسلک بیان کیا ہے کہ لفظ قالوا اشارة الی الضعف ایضاً رسم

المفتی کے اس قاعدہ کو بھی بغور زیر نظر رکھنا چاہئے کہ ان الحکم و الفتیا بالقول المرجوح جھل و فرق للاجماع ۔

اور معدن الحقائق شرح کنز الدقائق اور خزانہ الروایات میں ہے:

و فی المضمرات و التصحیح انه لا یکفر لان الانبیاء علیھم الصلوٰۃ و السلام یعلمون الغیب و یعرض علیھم الا فلا یکون کفرا ۔

یعنی مضمرات میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ کافر نہیں ہوتا اس لئے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام غیب کے عالم ہیں اور ان پر اشیاء پیش ہیں پس کفر نہ ہوگا۔

تنویر اور شامی نے بیان کیا ہے کہ اگر چہ روایات صحیحہ ۹۹ کفر پر دال ہوں اور ایک روایت ضعیفہ اگر چہ غیر مذہب کی بھی ہو۔ اسلام پر دال ہو تو مسلمانوں کو کافر نہیں کہنا چاہئے۔ لہٰذا جو شخص ایک ضعیف روایت کی بنا پر اولیاء اللہ کو خصوصاً عوام مسلمانوں کو عموماً کفر کا فتویٰ لگا دے پاگل اور واہیات نہیں تو کیا ہے۔ فانظر بعین البصیرۃ لا بعین البصرۃ ۔

تصویر کا دوسرا رخ

یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ جس طرح وہابیوں دیوبندیوں نے آیات قرآنی و احادیث صحیحہ و صلحاء سلف و آئمہ و علماء امت کی عبارات کو نہایت عیاری، دغا بازی اور بد دیانتی سے مسخ کر کے اپنی کتابوں میں تحریر کی ہیں جو کلمہ اپنے مطلب کے خلاف تھا اسے چھوڑ دیا۔ اسی طرح انہوں نے فقہاء کرام کی عبارات کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا ہے۔ نمونہ کے طور پر ملاحظہ فرمائیے۔

علامہ شامی جلد ۳ ص ۳۶۳ کی صرف یہ عبارت حاصلہ ان دعویٰ علم غیب معارضۃ نص القران فیکفر بہا لکھ دیتے ہیں اور حالانکہ جو اصل عبارت آگے ہے وہ ترک کر دیتے ہیں۔ چنانچہ اب اصل عبارت ملاحظہ فرمائیے:

فیکفر بها الا اذا اسند ذلك صریحاً او دلالة الی سبب من الله تعالیٰ کوحی او الهام و کذالو اسنده الی امارة عاریة یجعل الله تعالیٰ و اطال الکلام و نقل عن مختارات الفوازل بصاحب الهدایة ولو لم یعتقد بقضاء الله تعالیٰ و ادالغیب لنفسه یکفر (علامہ شامی جزء الثالث ص ۳۶۳)

حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی غیب جاننے کا دعویٰ رکھتا ہے اور یہ اعتقاد نہیں رکھتا کہ ایسا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوگا۔ ہاں اگر اسے کسی سبب الٰہی کی طرف سے صراحتۃً یا دلالۃً نسبت کرتا ہے کہ مجھے وحی یا الہام یا علامات عادیہ کی وجہ سے ایسا معلوم ہوا ہے کوئی کفر نہیں۔

علامہ شامی کی عبارت سے صاف واضح ہے کہ جو ذاتی علم غیب کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے علم غیب حاصل ہونے کا قائل ہو کفر نہیں۔ کتنی بڑی بے ایمانی اور کفر پسندی ہے کہ فقہ کی عبارات بھی مسخ کر کے پیش کرتے ہیں۔

زاہد تنگ نظر نے مجھے کافر جانا
اور کافر یہ سمجھتا ہے مسلمان ہوں میں

دوسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔

شیخ محمود بن اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ صاحب الفصولین جلد ۲ ص ۲۲۰ پر فرماتے ہیں:

بان المنفی هو العلم بالاستقلال لا العلم با علام ۔

(فقہاء نے جو کہا ہے کہ آپ کے علم غیب کا معتقد کافر ہے تو اس کا جواب یہ ہے) کہ یہ علم بالاستقلال کی نفی ہے مسلم بالاعلام کی نفی نہیں ہے۔

تیسرا حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔

صاحب درمختار فرماتے ہیں:

وفیها کل انسان غیر الانبیاء لا یعلم ما اراد الله تعالیٰ له و به

لان ارادتہ تعالیٰ غیب الا الفقہا فانھم علموا ارادتہ تعالیٰ بھم الحدیث الصادق المصدوق یرد اللہ بہ خبیر الفقہ فی الدین ۔

حاصل یہ ہے اور اشباہ میں ہے کہ ہر آدمی سوائے انبیاء علیہم السلام کے جانتا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کیا ارادہ ہے۔ اس کے ساتھ دارین میں۔ اس واسطے کہ حق تعالیٰ کا ارادہ غیب ہے مگر فقیہ اس کو جانتے ہیں۔ اس واسطے کہ وہ جان گئے ہیں حق تعالیٰ کے ارادہ کو جو ان کے ساتھ ہے رسول صادق و مصدوق کی اس حدیث کی دلیل سے کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین میں فقیہ کرتا ہے یعنی امر دین میں فہم سلیم عطا کرتا ہے۔

اب خوب معلوم ہو گیا ہے کہ فقہاء ڈنکے کی چوٹ سے لکھ رہے ہیں کہ فقہ میں بھی جہاں انکار ہے یہی معنی ہیں کہ بے تعلیم الٰہی کے کسی کو عالم غیب بتانا کفر ہے اور تعلیم الٰہی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہے۔

چوتھا حوالہ ملاحظہ فرمائیے:

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تنویر الحوالک فی رؤیۃ النبی والملک میں قاضی خان اور بحر الرائق کی عبارت کا جواب ان لفظوں میں فرماتے ہیں:

وما ذکر قاضی خان من کفر من قال لامراتہ تزوجھا لشھادۃ الرسول و الملکئۃ وعلابان الرسول لا یعلم الغیب حیا فکیف بعلمہ میتا قلنا واللہ قادران بحضرہ وھو یکلم کل من سلم عبد و سائر امتہ و انما اتی الکفر من انکارہ الشھود فی النکاح وھو ثابت بالحدیث المتواتر فانکارہ کفر و النکاح بلاولی و شھود خاص نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کما فی الخصائص (تنویر الحوالک فی رؤیۃ النبی والملک ص ۳۵)

اور جو قاضی خان نے ذکر کیا ہے کہ وہ شخص کافر ہے جس نے اپنی عورت کے نکاح کے وقت رسول اور فرشتے کی گواہی کے ساتھ نکاح کیا اور اس سے بڑی بات کہی۔ اس نے کہ رسول زندہ غیب کو نہیں جانتا مردہ کیسے جان سکتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اللہ قادر ہے اس بات پر کہ آپ کو حاضر کردے اور شخص آپ پر سلام بھیجتا ہے اور تمام اُمت کے ساتھ آپ کلام کرتے ہیں اور جو اس نے کفر کا فتویٰ دیا ہے وہ نکاح میں گواہوں کے انکار سے ہے جن کا ثبوت حدیث متواتر سے ہے تو اس کا انکار کفر ہے اور نکاح بلا ولی کے اور بلا گواہوں کے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے جیسا کہ خصائص کبریٰ میں موجود ہے۔

اس حوالہ اور فقہاء کرام کی عبارت سے معلوم ہوا کہ وہ بھی باعلامِ خداوندی علم غیب کے قائل ہیں لہٰذا اگر فقہ میں کوئی ایسی عبارت ہے تو وہاں نفی ذاتی کی ہے کہ خود بخود کوئی غیب نہیں جانتا لیکن اللہ تعالیٰ کی عطا سے علم غیب ثابت ہے۔

بحمدہٖ تعالیٰ مخالفین کے اس شبہ کا بھی ازالہ ہو گیا ہے۔

چیلنج

ظاہراً حنفی اور در پردہ وہابیوں کو اعلان ہے کہ کسی معتبر کتاب فقہ حضرت سیّدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معتقد عطائی علم غیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کفر کا فتویٰ دکھادیں۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ج

کفار کا ذوالقرنین اور روح اور اصحابِ کہف کے متعلق سوال اور اس جواب میں حکمت خدا اور مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

شبہ:

منکرین کا کہنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار نے چند سوالات کیئے۔ رُوح اور ذوالقرنین اور اصحابِ کہف کے متعلق تو آپ نے فرمایا میں کل جواب دوں گا۔ ایسے ہی آپ کل پر ڈالتے رہے۔ وحی بند رہی آخر کئی روز بعد یہ وحی آئی کہ آپ انشاء اللہ کہہ دیا کریں۔ لہٰذا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوتا تو آپ پہلے ہی انشاء اللہ کہہ دیتے۔

جواب:

ناظرین! آپ کو یہ تو معلوم ہو ہی چکا ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے سوالات کرنے والے کافر لوگ ہی تھے کیونکہ وہ علم مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر تھے۔ اس لئے وہ ہر وقت اسی تلاش میں رہتے تھے کوئی نہ کوئی ایسا سوال کرتے رہیں جس سے مقامِ نبوت کے علم کی نفی ہو لیکن یہ سب کوششیں بے سود ہیں۔ بھلا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ میں کل جواب دوں گا تو اس میں علم کی نفی کب ثابت ہوتی ہے۔ یہ محض گمان ہے۔

اب دریافت طلب امر تو یہ ہے کہ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو جواب اللہ تعالیٰ کے اشارے سے فرمانا ہوتا تھا اس پر انشاء اللہ استعمال فرماتے تھے یا امور امتحانیہ یا امور شرعیہ پر کبھی آپ نے انشاء اللہ فرمایا ہو؟ نہیں باقی امور میں تو آپ کا ہاں کرنا سوائے اشارے الٰہیہ کے ہو سکتا ہی نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ کی معیت خاصہ اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ہوتی ہے۔ ایسے ہی

تمام انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر معیت الٰہیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔ کیا باقی انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ اپنے مخالفین پر بوقت مقابلہ اپنی معیت کا اظہار کرتے ہوئے غالب کریں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بوقت مقابلہ کفار معاذ اللہ عاجز کریں جن کی نبوت اور غلبہ قیامت تک رہنا ہے۔ یہ قانونِ خداوندی کے خلاف ہے۔ جو بات مخالفین سمجھیں کہ اگر غیب ہوتا تو پہلے ہی انشاء اللہ فرما دیتے۔

آنکھیں کھول کر غور کیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جو کفار نابکار سے فرمایا کہ اخبرکم غدا میں تمہیں کل خبر دوں گا۔ کیا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی خواہش سے کلام کرنا تھا یا کہ رضائے الٰہی پر اگر یہ تسلیم کرو کہ آپ کا اخبرکم غدا فرمانا اللہ تعالیٰ کی رضا پر تھا تو پھر شبہ کی گنجائش نہیں اور اگر یہ کہو کہ آپ نے (معاذ اللہ) اخبرکم غدا اپنی مرضی اور رضائے الٰہی کے بغیر فرمایا تھا تو خود ہی بتائیے کہ مقام نبوت کے منکر ٹھہرے یا کہ نہیں۔ کیونکہ نبی اللہ کا تو ہر قول و فعل منشاء الٰہی پر ہی ہوتا ہے۔ اس لئے پھر تم خود ہی سوچو کہ ایسا شبہ کرنے والے کون لوگ تھے جنہوں نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ (معاذ اللہ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ کو اس کا جواب بھی خود ہی دینا پڑا کہ:

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَ مَا قَلٰی ○ وَ لَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی ○
وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ○ (پ۳۰، ع۱۸، س الضحیٰ)

اے محبوب! آپ کو آپ کے رب نے نہیں چھوڑا آپ کی تو ہر گھڑی پچھلی گھڑی سے بہتر ہے۔ آپ کو اتنا عطا فرمائیں گے کہ قریب ہے راضی کر کے چھوڑیں گے۔

اللہ اکبر جواب خداوندی نے کفار کو خاک میں ملا کر رکھ دیا اور ان کی تمام شورشوں کو پامال کر دیا۔ اس لئے کہ کفار کو یہ بتانا مقصود تھا کہ تم جو میرے نبی پر یہ اعتراض کرتے ہو اور کہتے ہو قالوا انما انت مفتر کہ یہ تو نبی اپنی طرف سے آیتیں بناتا ہے اور ہمیں کہتا ہے کہ یہ ارشاد الٰہی ہے۔ اس کو کفار اچھی طرح سمجھ لیں کہ میرے محبوب کا تمہارے سوالات کا

جواب نہ دینے اور میرے اتنے روز وحی نازل نہ فرمانے میں یہی وجہ تھی کہ تمہیں یہ معلوم ہو جائے کہ میرے نبی کی نبوت اپنی ذاتی اختراع نہیں ہے اور یہ غیبی خبر بھی آپ کی اختراعی نہیں ہے بلکہ نبوت بھی عطائے الٰہی سے ہے اور غیبی خبر بھی عطائے الٰہی سے متعلق ہے۔

اس لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان اشیاء مسؤلہ کا علم تو ضرور تھا لیکن یاد رکھئے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○ (پ ۲۷، ع ۴، س نجم)

یہ نبی کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں فرماتے مگر وہی جو ان کو وحی کی جاتی ہے۔

تو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ کے عامل تھے بغیر اشارہ الٰہیہ اپنے علم کو تعلق سے ظاہر نہ فرما سکتے تھے۔ کفار کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی عمل کا یقین دلانا مقصود تھا، نہ کہ کفار کے سامنے عاجز کرنا مقصود تھا۔ جیسا کہ منکرین نے سمجھ رکھا ہے۔

باقی ہر مقام پر جب کوئی سوال کرے تو آپ کو اشارہ الٰہیہ فوراً اظہار کی اجازت بخشے۔ لیکن اس موقع پر اظہار کی اجازت نہیں تو اس کا مطلب یہی ہے کہ بات کو ذرا مہلت دے کر جواب کی اجازت دینے کی ضرورت تھی تا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ظہور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفار کے سامنے مضبوط ہو جائے کہ یہ تو وہ نبی ہیں جو کبھی اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے۔ اگر اپنی خواہش سے ہوتا تو کفار کو جلدی جواب دیتے۔ لیکن یہ حکمت الٰہی اور حکمت مصطفائی کون جان سکتا ہے جو کہ ابھی تک رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام عالیہ سے ہی نا آشنا ہے۔ اب رہا یہ کہ

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ○ اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ

(پ ۱۵، ع د، س الکہف)

اور ہرگز یہ نہ فرمائیے کہ میں اس کو کل کروں گا مگر یہ کہ اللہ چاہے۔

اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ یہ فرما رہا ہے کہ اے محبوب! آپ انشاء اللہ فرما دیا کریں تو آئندہ کے لئے قانون مقرر فرمایا گیا ہے نہ کہ ماقبل کی وجہ بیان کی جا رہی ہے۔

یہ تو مخالفین کا بہت بڑا اجتہاد باطل ہے کہ وہ اس آیت شریفہ کا یوں ترجمہ کر لیتے ہیں کہ (معاذ اللہ) اے نبی! تم نے انشاء اللہ کیوں نہ کہا۔ استغفر اللہ۔ یہ بھی ان لوگوں کی سب سے بڑی مکاری اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ پر حملہ ہے۔

بلکہ اللہ تعالیٰ آئندہ کے لئے قانون مقرر فرما رہا ہے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار کے مقابلے میں ایسے جوابات کا بوجھ ہی اٹھا دیا ہے۔

وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝ (پ ۳۰، ع ۱۹، س الم نشرح)

تا کہ اے محبوب آپ کی ذات پر کسی قسم کا بوجھ ہی نہ رہے۔

تو ان تمام دلائل قویہ سے یہ معلوم ہوا کہ اس واقعہ میں نہ تو آپ کے عدم علم پر دال ہے اور نہ نسیان مراد ہے اور نہ ماقبل کی کوئی وجہ ہے اور آپ کو ان سوالات کا علم تھا لیکن اس کا اظہار اس وقت مقصود نہ تھا، نہ کہ لاعلمی مراد ہے۔ جیسا کہ حاسدین نے علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی کی بنا پر اپنے قیاس باطل سے سمجھ لیا ہے۔

معلم رب العالمین جل وعلاء
اور متعلم رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

شبہ:

منکرین یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہلی وحی لے کر آئے تو انہوں نے کہا: اقراء، پڑھئے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ نے فرمایا: ما انا بقاری میں پڑھا ہوا نہیں۔ ایسا تین مرتبہ ہوا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے

کہا: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ○۔ تو آپ نے پڑھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوتا تو آپ کو ما انا بقاری کہنے کی کیا ضرورت تھی۔

جواب: مخالفین کا یہ اعتراض بھی ان کی صریح مکاری اور جہالت کی بناء پر ہے۔ بھلا بتایئے تو سہی کہ ما انا بقاری کا ترجمہ یہ کہاں ہے کہ میں پڑھا ہوا نہیں۔ اس کے معنی تو یہ ہیں کہ میں نہیں پڑھنے والا۔ یا میں نہیں پڑھتا کیونکہ قاری اسم فاعل کا صیغہ ہے کہ میں نہیں پڑھتا۔ تو اس میں آپ کے عدم علم ہونے کی دلیل کیسے ہوسکتی ہے۔ آپ کا یہ جواب اپنے مخاطب کو بالکل صحیح اور آپ کے علم عظیم کی بہت بڑی دلیل ہے۔ اگر آپ اپنے مخاطب حضرت جبرائیل علیہ السلام کو یہ جواب نہ فرماتے تو قانونِ خداوندی ہی غلط ہو جاتا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے عظیم خاصہ یہی ہے کہ آپ نے کسی مخلوق سے تعلیم حاصل نہیں کی اور آپ کسی مخلوق سے علم نہ حاصل کرنے کی وجہ سے ہی لقب اُمی سے یاد کئے جاتے ہیں۔

اور آپ کا یہی لقب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام واُمم سابقہ کی زبان پر جاری ہوا ہے۔ اُمی کی طرف منسوب ہے۔ اس لحاظ سے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے علوم وفنون کا اکتساب نہیں کیا۔ آپ کو اُمی کہتے ہیں۔ ملک عرب کی یہی حالت تھی کہ وہ لکھنے پڑھنے سے عاری ہوتے تھے۔ وہ اپنی تمام عمر اسی حالت میں گزار دیا کرتے تھے جو ایک ایسے بچہ کی ہوتی ہے جو نہ مکتب گیا، نہ درس لیا۔ نہ قلم ہاتھ میں پکڑا اور نہ سبق زبان پر جاری ہوا۔ چنانچہ یہود نے اہل عرب کا نام امیون رکھا۔

قرآن کریم خود اس کی وضاحت فرماتا ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَیْسَ عَلَیْنَا فِی الْاُمِّیّٖنَ سَبِیْلٌ ج (پ۳، ع۱۶۔ س آل عمران)

یہودی کہتے ہیں کہ ہم ان امی لوگوں کے ساتھ خواہ کچھ ہی برتاؤ کریں، ہم پر کچھ مواخذہ نہ ہوگا۔

چنانچہ یہ نام عرب کے لئے معرفہ بن گیا اور قرآن کریم نے اسی لفظ کے ساتھ اہل

عرب کو خطاب کیا:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا (پ ۲۸، ع ۱۰، س الجمعہ)

خدا کی وہی ذات ہے جس نے اُمیوں میں ایک خاص رسول مبعوث فرمایا۔

تیسری آیت قرآن حکیم نے ناخواندہ (ان پڑھ) اشخاص کے لئے لفظ اُمی کو استعمال کیا ہے:

وَ مِنْهُمْ اُمِّیُّوْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ (پ ۱، ع ۸، س البقرہ)

یہود میں ایسے ناخواندہ بھی ہیں جو کتاب کا کچھ علم نہیں رکھتے۔

ان آیات سے ثابت ہوا کہ لفظ اُمی کے معنے ان پڑھ اور ناخواندہ کے ہیں۔

اب قرآن کریم نے جو حضور اکرم رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اعلان کیا ہے کہ آپ اُمی ہیں اور پھر آپ کا خود زبان ترجمان سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے جواب میں ما انا بقاری فرمانا۔ اس کا حاصل یہی ہے کہ آپ نہ مخلوق میں کسی کے شاگرد اور نہ مخلوق میں آپ کا کوئی استاذ ہے۔ آپ کو جو بھی علوم ما کان و ما یکون حاصل ہیں وہی ہیں۔ اسی لئے اُمی ہونا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جلیل القدر معجزہ قرار پایا ہے۔ اور قرآن نے لاکھوں مخالفوں کی بھیڑ میں آپ کے وصف اُمیت کو بطور تحدی پیش کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِیَمِیْنِكَ اِذًا لَّا رْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ○ (پ ۲، ع ا س عنکبوت)

اے محبوب! آپ اس سے پہلے کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھتے تھے۔ یوں ہوتا تو باطل والے ضرور شک لاتے۔

آیت بالا میں اس امر کا اظہار ہے کہ تم میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ کتاب کو جھٹلاتے ہو اور کہتے ہو یہ کتاب من جانب اللہ نہیں ہے حالانکہ تم جانتے ہو کہ یہ میرے رسول اُمی ہیں۔ نہ کسی مکتب میں داخل ہوئے نہ کہیں تعلیم حاصل کی نہ کوئی کتاب

پڑھی نہ اپنے ہاتھ مبارک سے کچھ لکھا پھر تم کتاب اللہ سے کیوں منکر ہوتے ہو؟ تمہیں قرآن کے منجانب اللہ ہونے میں شبہ اس وقت ہوسکتا تھا جبکہ یہ رسول کسی مخلوق سے تعلیم حاصل کرتے اور کسی یونیورسٹی کی سند حاصل کرتے۔ اگر ایسا ہوتا تو تم کہہ سکتے تھے کہ یہ کتاب انہوں نے خود مرتب کرلی ہے۔

حضرت کا علم علم لدنی تھا اے امیر!

حضرت وہیں سے آئے تھے لکھے پڑھے ہوئے

اے منکرو! غور کرو تاریخ شاہد ہے اور قرآن کریم ناطق ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے اکتساب علم نہیں کیا اور سوائے ربانی انوار و برکات کے آپ کے لوح قلب پر کسی کی تحریر و تقریر کا ایک حرف بھی ثبت نہیں ہوا اور قرآن نے آپ کے اس وصف امیت کا بار بار اظہار فرمایا۔

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ (پ۹،ع۸،س الاعراف)

وہ جو لوگ جنہوں نے غلامی اختیار کرلی اس رسول اُمی کی جو غیب کی خبریں دینے والے ہیں۔

تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ محبوب رسول وہ ہیں جن کی تعلیم حظیرہ قدس میں ہوئی ہے جن کو اگر شاگردی کا شرف عظیم حاصل ہے تو صرف رب العالمین سے ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اس نبی اُمی کے دربار مقدسہ میں جہان کے فصحاء بلغاء، علماء اور فلاسفروں کی جماعتیں حاضر ہوتیں اور عرض کرتیں کہ سرکار ہمارا علم اور آپ کا عرفان قطرہ و قلزم کی مثال بھی نہیں رکھتا اور فصحاء عدنان اور بلغاء قحطان کا تو یہ حال تھا کہ

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے

کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جان نہیں

سبحان اللہ! یہ تو وہ علیم ہیں جنہوں نے کسی سے تعلیم حاصل نہیں کی اور ایک ان پڑھ اور جاہل قوم میں مبعوث ہوئے جن کے لئے تعلیم و تعلم کے تمام دنیاوی اسباب مفقود

تھے۔ وہ ساری کائنات کے استاذ اور دونوں عالم کے دقیقہ دان ہیں اور دماغ روشن ضمیر کو ہموار قلب کو متجلی، روح کو منور کر دینے والی تعلیم سے نواز رہے ہیں۔ تہذیب و اخلاق، تدبیر منزل اقتصادیات و عمرانیات کے سبق پڑھا رہے ہیں۔

اُمی و دقیقہ دانِ عالم
بے سایہ و سائبانِ عالم

تو معلوم یہ ہوا کہ ہمارے رسول علیہ التحیۃ والثناء کا نبی اُمی ہونا بہت بڑا معجزہ ہے اور کسی کو یہ کہنے کا حق نہیں ہوسکتا کہ آپ کا مخلوق میں کوئی بھی ایک آن اور ایک لمحہ کے لئے بھی معلم و استاذ بنا ہو بلکہ جو اس محبوب کا معلم ہے اس نے خود ہی یہ اعلان فرما دیا ہے:

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۔

رحمٰن نے سکھلایا قرآن۔

نیز فرمایا:

عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝

(پ ۵، ع ۱۴، س النساء)

اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! جو کچھ نہ جانتے تھے آپ ہم نے آپ کو بتا دیا آپ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔

چنانچہ امام المفسرین علامہ ابن جریر علیہ الرحمہ تفسیر ابن جریر جزء الخامس میں اسی آیت کریمہ کے ماتحت فرماتے ہیں:

عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط من خير الاولين والاخرين وما كان وما هو كائن قبل ذلك من فضل الله عليك يا محمد منخلقك

(التفسیر ابن جریر جلد پنجم ص ۱۶۳)

اے محبوب! سکھایا آپ کو جو کچھ نہ جانتے تھے تمام اولین و آخرین کی خبروں سے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب سے اللہ نے آپ کو پیدا فرمایا ہے اسی

وقت سے جو کچھ ہو چکا ہے اور جو ہونے والا ہے یعنی ما کان و ما یکون کا علم عطا فرما دیا ہے۔ یہی آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔

مذکورہ تمام دلائل اور آیۃ علمك اور علامہ ابن جریر کے کلام سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام علوم سکھا دیئے ہیں۔

علامہ ابن جریر علیہ الرحمتہ کا یہ کلام کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدائش سے ہی ما کان و ما یکون کا علم عطا فرما دیا ہے۔ یہ حدیث بھی اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

کنتُ نبیًّا و اٰدم بین الروح والجسد (خصائص کبریٰ جزءالاول ص ۴)

میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام رُوح اور جسم کے درمیان تھے۔

اس حدیث کو امام احمد، بخاری، طبرانی، حاکم، ابو نعیم نے بھی نقل فرمایا اور یہ حدیث مختلف الفاظ میں آتی ہے۔

تو معلوم یہ ہوا کہ نبوت ایک وصف ہے اور وصف کے لئے ذات کا پہلے ہونا ضروری ہے جس سے اس امر کی قطعی وضاحت ہوتی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھی۔

یہاں پر چلتے چلتے ذرا مخالفین کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کی کتاب نشر الطیب صفحہ ۸ کا بھی ایک حوالہ ملاحظہ فرمالیجئے گا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے پوچھا، یا رسول اللہ آپ کے لئے نبوت کس وقت ثابت ہو چکی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ جس وقت کہ آدم علیہ السلام ہنوز، رُوح اور جسد کے درمیان تھے روایت کیا اس کو ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

واضح رہے کہ مولوی اشرف علی تھانوی نے اسی کتاب نشر الطیب میں مذکورہ حدیث کے علاوہ اور احادیث صحیحہ نقل کی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی نبی تھے جبکہ

کوئی شے پیدا نہیں کی گئی تھی۔ اسی کتاب کے صفحہ ۶ پر مولوی اشرف علی تھانوی احادیث صیحہ دلائل قویہ سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور سے سب کچھ پیدا فرمایا گویا کہ آپ کو پیدا نہ کرتا تو نہ لوح وقلم ہوتے۔ نہ زمین و آسمان ہوتے، نہ عرش وکرسی ہوتے، نہ جنت و دوزخ ہوتے نہ ملائکہ ہوتے۔ غرضیکہ عالمین کی کوئی شے پیدا نہ ہوتی۔

اب جب ہم اپنے مذہب حق کے تمام دلائل قرآن وحدیث سے پیش کرنے کے ساتھ انہی مخالفین کے معتبر مولوی سے مذکورہ مسئلہ پیش کرتے ہیں تو مخالفین یہاں پر یہ کہتے ہیں کہ مولوی اشرف علی تھانوی کی عبارات ہمارے لئے حجت تو نہیں ہیں۔

تو میں اس کا جواب یہ دیتا ہوں کہ اگر مخالفین کے نزدیک مولوی اشرف علی تھانوی کی عبارات نشر الطیب تمہارے لئے حجت نہیں ہیں تو پھر اس مذکورہ مسئلہ کے عقیدہ پر جب اہل سنت بریلوی مشرک وکافر ٹھہرتے ہیں تو مولوی اشرف علی تھانوی کو بھی انہی فتوؤں کا ہار کیوں نہیں پہناتے۔ مولوی اشرف علی تھانوی کو بھی وہی کہو جو بریلویوں کو کہتے ہو۔ پر مخالفین مجبور اور پریشان ہیں کہ کیا کریں۔ ایک طرف تو مولوی اشرف علی کے گیت گاتے پھرتے ہیں اور دوسری طرف یہ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے ان کی بات حجت نہیں۔

دل کے پھپھولے جل اُٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

بہر کیف مجھے ایسی طویل بحث میں اس وقت جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تو بات دراصل یہ ثابت ہوئی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت بھی نبی تھے جبکہ عالمین کی کوئی شے پیدا نہ ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے خود آپ کو تمام علوم کی تعلیم فرما دی۔ اسی لئے فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

ادبنی ربّی فاحسن دیبی۔

مجھے میرے رب نے تعلیم دی اور بہترین تعلیم دی۔

اللہ اکبر! متعلم رحمتہ للعالمین ہیں اور معلم رب العالمین ہے۔ تو معلوم یہ ہوا کہ جبرائیل علیہ السلام سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ما انا بقاری کا مطلب یہی تھا کہ میں کسی کا شاگرد تو ہوں نہیں اور نہ مجھے کسی اور سے پڑھنے کی ضرورت ہے اب تو مجھے دوسروں کو پڑھانے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں آتا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے تین مرتبہ فرمایا: پڑھیے تو آپ نے فرمایا میں نہیں پڑھتا لیکن جب جبرائیل علیہ السلام نے یہ فرمایا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ۝

پڑھیے آپ اس رب کا نام لے کر جس نے آپ کو پیدا فرمایا ہے۔

تو آپ نے فوراً فرمایا اقراء باسم ربك الذی خلق۔ نیز پڑھو یا پڑھیے۔ اسی سے کہا جاتا ہے جو پڑھا ہوا ہو جانتا ہو۔ جبرائیل علیہ السلام کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمانا پڑھیے۔ اس کے بھی یہی معنی ہیں کہ آپ پڑھے ہوئے ہیں۔

بہر حال لفظ نبی الامی اور ما انا بقاری کا مطلب یہ حاصل ہوا کہ آپ نے اپنے رب العالمین ہی سے تعلیم حاصل کی ہے۔ اس لئے جو تلمیذ خاص اللہ تعالیٰ کے ہی ٹھہرے وہ کسی اور سے تعلیم حاصل نہیں کر سکتے۔ نہ کہ ما انا بقاریء کا یہ مطلب ہے کہ آپ ان پڑھ تھے۔ معاذ اللہ جیسا کہ سفہا زمانہ نے سمجھ رکھا ہے۔ یہاں تک تو تھا مخالفین کے دو شبہوں کا ازالہ، الحمدللہ۔

اب ایک بات قابل غور یہ بھی ہے کہ قرآن کریم واحادیث شریفہ سے آفتاب کی طرح روشن ہو چکا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے متعلم خاص ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کا معلم ہے۔ تو پھر دیکھنا یہ ہے کہ اگر شاگرد کے علم میں کچھ کمی رہے تو اس کی صرف چار ہی وجہیں ہو سکتی ہیں:

اول تو یہ کہ شاگرد نا اہل تھا استاذ سے پورا فیض نہ لے سکا۔

دوم یہ کہ استاذ کامل نہ تھا کہ مکمل نہ سکھا سکا۔

سوم استاذ یا تو بخیل تھا کہ پورا پورا مکمل علم اس شاگرد کو نہ دیا یا اس سے زیادہ کوئی اور پیارا شاگرد تھا کہ اس کو سکھانا چاہتا ہے۔

چہارم یہ کہ جو علوم پڑھائے وہ ناقص تھے۔ان چار وجہوں کے علاوہ میرے خیال میں اور تو کوئی وجہ ہو سکتی نہیں۔

اور یہاں تعلیم دینے والا خود پروردگار عالم اور تعلیم لینے والے حضور سیّد عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام اب جب کہ استاذ بھی کامل اور شاگرد بھی کامل اور سب سے پیارا اور تمام علوم بھی مکمل، جب یہ تمام کامل مکمل ہے تو ذرا انصاف سے بتائیے کہ پھر ایسے رب العالمین کے تلمیذ خاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف میں کسی قسم کی کمی ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

اس لئے ہم کہا کرتے ہیں اور حق کہتے ہیں کہ جو لوگ علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی قسم کی تنقیص کرتے ہیں یا آپ کو کسی امر میں (معاذ اللہ) بے علم سمجھتے ہیں۔وہ حقیقتاً اللہ تعالیٰ کے علم میں تنقیص کرتے ہیں۔

اب ذرا مخالفین حضرات کی حالت بھی ملاحظہ فرمائیے۔

وہابیہ دیوبندیہ کے شیخ الحدیث مولوی خلیل احمد انبیٹھوی اپنی کتاب براہین قاطعہ کے صفحہ ۲۷ پر رقم طراز ہیں:

> (بلفظہٖ) مدرسہ دیوبند کی عظمت حق تعالیٰ کی درگاہ میں بہت ہے......الخ یہی سبب ہے کہ ایک صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپ کو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا آپ کو یہ کلام کہاں سے آ گئی۔آپ تو عربی ہیں۔فرمایا کہ جب سے علماء مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہے ہم کو یہ زبان آ گئی ہے۔سبحان اللہ اس سے رتبہ اس مدرسہ دیوبند کا معلوم ہوا۔

ناظرین غور فرمائیں کہ ان لوگوں کے نزدیک مدرسہ دیوبند کی عظمت تو اعلیٰ ہوئی

اور رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ شان وعظمت ہوئی کہ تمام علمائے دیوبند معاذ اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے استاذ اور آپ معاذ اللہ ان کے شاگرد۔ استغفر اللہ

اب بتایئے اس سے بڑھ کر کھلی گستاخی اور ظلم عظیم کیا ہوسکتا ہے کہ جس ذاتِ مقدسہ کو خود خداوند کریم کی ذات کامل نے تعلیم دی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم حاصل کی اور آپ کو کل عالم کی تمام زبانوں کا علم ہے۔

ان نجدیہ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد اور قرآن کریم کی آیات اور رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے تمام ارشادات کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ **اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطٰن الرجیم۔**

صاحبو! غور کرو، کیا یہ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں صریح گستاخی کا کلمہ نہیں تو اور کیا ہے!

آیت عَلَّمَكَ کے بعد

نزولِ وحی کا بیان

شبہ:

منکرین کا یہ بھی کہنا ہے کہ آیت شریفہ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع اشیاء کا علم عطا فرمادیا ہے تو اس آیت شریفہ کے بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی۔ جب آپ کو تمام اشیاء کا علم عطا فرمادیا گیا تو اس کے بعد وحی کا نزول کیوں ہوا اور اس کا کیا فائدہ ہے؟

جواب:

اللہ اللہ کیا عجب بات ہے بھلا ان لوگوں کو ابھی تک یہ خبر نہیں کہ کلام اللہ شریف میں احکام مکرر نازل ہوئے ہیں۔ آیتیں مکرر آئیں۔ کئی سورتوں کا نزول علماء نے مکرر بتایا ہے۔ پھر کیا شبہ اور جو شبہ بیان کر کے علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا ہے وہی شبہ ان

آیتوں میں کر کے ان کے کلام اللہ ہونے کا انکار کرنا ناممکن ہے۔ خدا تعالیٰ محفوظ رکھے ایسے تعصب سے کہ جوحق اور ناحق میں تمیز نہ ہونے دیں ایسی خرافات تو کب اس قابل تھیں جس کی طرف توجہ کی جاتی۔

مگر صرف اس نظر سے کہ لوگ دھوکا نہ کھائیں ایک عبارت لکھی جاتی ہے جس سے معلوم ہو جائے گا کہ آیات کے نزول میں بھی تکرار ہوتی ہے۔ کیوں اور کس لئے۔

مشکوۃ شریف کی حدیث معراج میں ہے:

فاعطی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوۃ الخمس واعطی خواتیم سورۃ البقرۃ

پس معراج کی رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچ نمازیں اور سورۂ بقر کی آخری آیات عطا ہوئیں۔

اب اس سے معلوم ہوا کہ شب معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پانچ نمازیں اور سورہ بقرہ کی آخری آیات عطا ہوئیں۔اسی حدیث کے ماتحت حضرت علامہ علی قاری رحمہ اللہ الباری مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح میں تحریر فرماتے ہیں:

بشکل ھذا یکون سورۃ البقرۃ مدنیۃ و قصۃ المعراج بالاتفاق مکیۃ

یعنی معراج شریف میں خواتیم سورۃ بقرہ دیئے جانے پر یہ اشکال آتا ہے کہ سورۃ بقر مدنی ہے مدینہ میں نازل ہوئی اور قصہ معراج بالاتفاق مکی ہے۔

یعنی سورۂ بقرہ مدنی ہے اور مدینہ میں نازل ہوئی اور اس پر سب کا اتفاق ہے اور قصہ معراج شریف بالاتفاق مکی ہے کہ معراج شریف مکہ مکرمہ سے ہوئی تو جب معراج شریف میں خواتیم سورہ بقر عطا ہو چکی تھی تو پھر سورۂ بقر مدینہ میں کیوں نازل ہوئی اور اس سے کیا فائدہ۔ یہ اعتراض بھی بعینہ مخالفین کی طرح کا ہے تو اس کے جواب میں خود ہی حضرت علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری فرماتے ہیں:

حاصله انه ما وقع تكرار الوحی فيه تعظيما له و اهتماما لشانه فاوحی الله اليه تلك الليلة بلا واسطة جبريل و هذايتم ان جمع القران نزل بواسطة جبريل ۔

خلاصہ یہ ہوا کہ اس میں وحی مکرر ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور آپ کی شان کے لائق۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس رات بغیر واسطہ جبریل وحی فرما دی اور تحقیق یہ پوری کی گئی قرآن میں جمع کرنے کے لئے بواسطہ جبرائیل علیہ السلام کے۔

دیکھا آپ نے کہ خواتیم سورۃ بقرہ دو بار عطا ہوئی۔ پہلی بار بغیر واسطہ جبرائیل علیہ السلام کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان وعظمت کی خاطر اور دوسری مرتبہ بواسطہ جبرائیل علیہ السلام کے نازل کی گئی۔

اب مخالفین سے پوچھتا ہوں کہ جب ایک مرتبہ سورۂ بقر عطا ہو چکی ہے پھر دوبارہ اس کے نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ قبل از نزول تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہو چکا تھا۔

صاحب تفسیر معالم التنزیل سورہ فاتحہ کے متعلق فرماتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:

(وفاتحة الكتاب) مكيه و قيل مدنيه والاصح انها مكية ومدنيه نزلت بمكة حين فرضت الصلوة ثم نزلت بالمدينه

سورۂ فاتحہ مکی ہے اور کہا گیا ہے کہ مدنی ہے اور صحیح تو یہ ہے کہ یہ مکی بھی ہے اور مدنی بھی۔ اولاً مکہ میں نازل ہوئی اور پھر مدینہ پاک میں اس کا نزول ہوا۔

معلوم ہوا کہ سورہ فاتحہ پہلے مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور پھر مدینہ پاک میں اس کا نزول ہوا۔ اب بتائیے کہ پھر سورۃ فاتحہ دوسری بار نازل کرنے کا کیا فائدہ۔

ماہِ رمضان المبارک میں جبرائیل امین علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا قرآن سناتے تھے پھر اس کے نزول کا کیا فائدہ ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نزول قرآن

سے قبل بھی سارے قرآن کا علم تھا بلکہ قرآن کریم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام آسمانی کتابوں کا پورا علم تھا۔ آیئے ذرا ملاحظہ کیجئے:

يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ قَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلُنَا يُبَيِّنُ لَـكُمۡ كَثِيۡرًا مِّمَّا كُنۡتُمۡ تُخۡفُوۡنَ مِنَ الۡكِتٰبِ وَيَعۡفُوۡا عَنۡ كَثِيۡرٍ ؕ (پ۶، ع۷، س المائدہ)

اے اہل کتاب یعنی یہودیو! تمہارے پاس ہمارے وہ رسول آگئے ہیں جو تمہاری بہت سی چھپائی ہوئی کتاب کو ظاہر فرماتے ہیں اور بہت سے درگزر فرماتے ہیں۔

ثابت ہوا کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اول ہی سے قرآن کے عارف تھے اور آپ کو تمام کتب آسمانی کا بھی علم تھا۔ آپ تو ولادت سے قبل نبی صاحب قرآن ہیں مگر قرآنی احکام نزول سے قبل جاری نہ فرمائے جیسا کہ حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وَاٰتَيۡنٰهُ الۡحُكۡمَ صَبِيًّا (پ۱۶، سورۃ مریم آیت ۱۲) وَّاٰتٰنِىَ الۡكِتٰبَ (پ۱۶، ع۵، س مریم) بچپن ہی سے مالک علم وحکمت اور صاحب کتاب تھے۔ تو پھر بتایئے جبکہ آپ اول ہی سے قرآن کے عالم ہیں تو پھر نزول کا کیا فائدہ۔

اب وہابیہ دیوبندیہ سے استفسار ہے کہ سورۂ فاتحہ دوسری مرتبہ جب مدینہ میں نازل ہوئی تو ان کے نزول سے کچھ فائدہ ہوا یا نہیں۔ فما هو جوابكم فهو جوابنا ۔

معھذا قران عظیم وحی دائم مستمر الی یوم القیامة اس کا ایک ایک لفظ امت مرحومہ کے لئے قرآۃ ا وسماعة وكتابة وحفظا و نظرا و فكرًا بے شمار برکات کا مثمر اور آئمہ مجتہدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا استنباط احکام میں پہلا مرجع ومخرج اور جس قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم حاصل ہوئے۔ مجتہدین واولیاء وعلماء کو بھی اس قدر کافی ہونا اور اپنی استعداد کے لائق قرآن عظیم اخذ علوم کے لئے زیادہ کی حاجت نہ پڑنا محض باطل وممنوع۔

علاوہ بدیں یہ اس تقدیر پر ہے کہ علم تمامی تعلیم کو زمانہ نزول آیہ سے پہلے منقضی ہو

جانے پر دلالت کرے حالانکہ یہ ممنوع ہے۔ خود قرآن پاک میں ارشاد ہوا:

نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ جس وقت یہ آیت اتری تمام کتاب نازل ہو چکی تھی۔ اس کے بعد کچھ نہ اترا۔

اُمید ہے کہ اب ایسے اعتراض جو تعصب و عناد کی بناء پر مخالفین کرتے ہیں وہ آئندہ ایسی جرأت نہ کرسکیں گے لیکن یہ حق ہے کہ **ولکن النجدیه قوم یجهلون** ۔

نہ رسم مہر سے واقف نہ آئین وفا جانے
بتا اے بے مروت رہنے والا تو کہاں کا ہے

جمیع اشیاء متناہی ہیں غیر متناہی نہیں ہیں

شبہ:

مخالفین کہا کرتے ہیں کہ جمیع اشیاء غیر متناہی ہیں۔ پھر حضرت کو غیر متناہی کا علم کیونکر ہو سکتا ہے۔

جواب:

یہ اعتراض سخت جہالت سے ناشی ہے۔ اس لئے کہ جمیع اشیاء کو غیر متناہی نہ کہیں گے مگر سفہاء۔ اب جواب کی طرف توجہ فرمائیے۔ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تفسیر کبیر میں آیت (سورۃ جن، آیت ۲۸) **اَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَ اَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ** کے ماتحت فرماتے ہیں۔

قلنا لا شك ان احصاء العدد انما یکون فی المتناهی فاما لفظة کل شیء فانها لا تدل علی کونه غیر متناه لان الشیء عندنا هو الموجودات و الموجودات متناهیة فی العدد ۔

اس میں شک نہیں کہ عدد سے شمار کرنا متناہی چیز میں ہوسکتا ہے لیکن لفظ شیء اس شے کے غیر متناہی ہونے پر دلالت نہیں کرتا کیونکہ ہمارے نزدیک شے موجودات ہی ہیں اور موجود چیزیں متناہی میں شمار ہیں۔

اس عبارت سے صاف واضح ہوگیا کہ موجودات متناہی ہیں پھر خواہ اپنی طرف سے بے وجہ علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کے لئے موجودات کو غیر متناہی کہنا کون سی عقلمندی ہے۔ ہوش کیجئے۔

ساقی کا احترام بھی لازم ہے اے صبا!
ہر ہر قدم پہ لغزش بے جا نہ کیجئے

علم غیب حضرت سیّدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام

اللہ تعالیٰ نے اپنے جلیل القدر نبی حضرت سیّدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مقدسہ کو جو علوم عطا فرمائے ہیں ان کے متعلق قرآن حکیم شاہد ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ملاحظہ فرمائیے:

وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (پ ا، ع ۴، س البقرۃ)

اور آدم (علیہ السلام) کو تمام اشیاء کے نام سکھا دیئے۔

اس آیۂ شریفہ میں غور فرمائیے کہ الاسماء جمع معرف باللام ہے۔ جب اس سے پہلے معہود کا ذکر موجود نہیں یعنی ان اشیاء کا ذکر موجود نہیں جن کی طرف الف لام سے اشارہ ہو تو قاعدہ علم نحو اور اصول و معانی کے مطابق یہ جمع استغراق پر دلالت کرے گی اور لفظ کلھا سے تاکید احتمال تخصیص کی نفی کر دے گی۔ یعنی لفظ اسماء میں تخصیص کا احتمال تھا کہ چند خاص اشیاء کے نام بتلائے ہوں گے لیکن رب قدیر عزوجل نے کلھا سے تاکید فرما دی کہ بعض خاص اشیاء نہیں بلکہ سب اشیاء کے نام بتلا دیئے گئے۔ لہٰذا اس احتمال کی نفی ہو جانے کے بعد آیت شریف معنی استغراق میں نص محکم ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے سب اشیاء کے نام سکھلا دیئے کوئی ایک چیز بھی باقی نہ رہی۔

دقیقہ اور اسماء کا استغراق مستلزم ہے۔ مسمیات کے استغراق کو، ورنہ خلف لازم آئے گا علی ما تقرر فی علم البرہان۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت سیّدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جن چیزوں کے نام بتلائے تھے وہ سب چیزیں بھی بتلا دیں بلکہ دکھلا دیں۔ جیسا کہ عرضہم علی الملئکۃ سے واضح ہوا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے سامنے وہ چیزیں پیش فرما کر یہ ارشاد فرمایا کہ ان چیزوں کے نام بتلاؤ۔ یہ سب اختراعات نہیں ہیں بلکہ اس پر متقدمین کے نقول ملاحظہ فرمائیے۔

مفسرین کرام میں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وعکرمہ وقتادہ ومجاہد وابن جبیر فرماتے ہیں:

و علمه اسم کل شیء

یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو سب اشیاء کے نام تعلیم فرما دیئے گئے۔

تفسیر جلالین میں اسی آیت کے ماتحت یوں درج ہے:

فاخبرهم باسمائهم فَسَمّٰى ادم کل شیء و ذکر حکمة التی لاجلها خلق۔

یعنی حضرت آدم علیہ السلام نے ہر چیز کا نام بھی بتلا دیا اور اس کی تخلیق اور پیدائش کی حکمت بھی بتلا دی کہ یہ چیز اس فائدہ کے لئے پیدا فرمائی گئی ہے۔

اس آیت کی تفسیر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے نام اور ان کی تخلیق اور پیدائش کی حکمت کا بھی علم ہے کہ یہ چیز کیوں اور کس فائدہ کے لئے پیدا فرمائی گئی ہے۔

صاحب تفسیر مدارک التنزیل اس آیت کے تحت یوں فرماتے ہیں:

و معنی تعلیمه اسماء المسمیات انه تعالیٰ اراہ الاجناس التی خلقها و علمه ان هذا اسمه فرس و هذا اسمه بعیر و هذا

اسمه کذا و عن ابن عباس علمه اسم کل شیء حتی القصعه و المعرفة (مدارک التنزیل)

حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام بتانے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ تمام جنسیں بتا دیں جن کو پیدا کیا ہے اور ان کو بتا دیا کہ اس کا نام گھوڑا، اس کا نام اونٹ اور اس کا نام فلاں ہے۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ان کو ہر چیز کے نام سکھا دیئے یہاں تک کہ پیالی اور چلو کے بھی۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ صاحب تفسیر کبیر اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

قوله ای علمه صفات الاشیاء و نعوتها وهو المشهود ان المراد اسماء کل شیء من خلق من اجناس الحدثات من جمیع اللغات المختلفة الی یتکلم بهه ولا ادم الیوم من العربیة والفارسیة و الرومیة وغیرها (تفسیر کبیر)

حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے اوصاف اور حالات سکھا دیئے اور یہ مشہور ہے کہ مراد مخلوق میں سے ہر حادث کی جنس کے سارے نام ہیں جو مختلف زبانوں میں ہوں گے جن کو اولادِ آدم علیہ السلام آج تک بول رہی ہے۔ عربی، فارسی اور رومی وغیرہا۔

امام نظام علیہ الرحمۃ تفسیر نیشاپوری میں فرماتے ہیں:

علمه من جمیع اللغات التی یتکلم بها ولده الیوم من العربیة و الفارسیة و الرومیة وغیرها۔

سکھا دی گئیں آدم علیہ السلام کو وہ تمام زبانیں جو آج اولادِ آدم علیہ السلام دنیا میں بولتی ہے عربی، فارسی اور رومی وغیرہ۔

ان مذکورہ چند حوالوں کے علاوہ شیخ احمد مالکی جلد اول ص ۱۹ و تفسیر جمل ص ۳۹ و ابو

سعود حنفی ص ۲۰۶ و تفسیر معالم التنزیل وغیرہا میں بھی یوں درج ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام اشیاء کے نام اور ساری مخلوق کے نام بتا دیئے۔ عقلی، حسی، و خیالی و وہمی اشیاء بتا دیں اور ان چیزوں کے ذوات و صفات کی معرفت عطا فرمادی اور ان کے نام بتلائے۔ ان کے بنانے کے اصول اور قوانین اور ان اشیاء کے کمالات اور استعمال کے طریقے سب سمجھا دیئے اور حضرت آدم علیہ السلام نے ملائکہ مقربین کو ان اشیاء کے مفصل طور پر نام بتلائے اور ہر ایک کے خواص اور احوال بیان فرمائے۔ معاش اور معاد متعلقہ تمام احکام واضح کر دیئے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو حیوانات و جمادات کے نام تمام شہروں اور گاؤں کے نام، پرندوں اور درختوں کے نام، کھانے پینے کی تمام اشیاء کے نام، جنت کی تمام نعمتوں کے نام اور تمام مخلوق کے نام غرضیکہ ماکان و مایکون کے اسماء کل اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھا دیئے۔

ان مذکورہ دلائل قویہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام کو کائنات کی ہر شے کے اسماء کا علم عطا فرمایا ہے۔ کوئی ایسی شے نہیں جو حضرت آدم علیہ السلام سے مخفی رہی ہو۔ اب تک عالم میں جتنی اشیاء پیدا ہوئی ہیں یا ایجاد کی گئی ہیں یا قیامت تک جو پیدا ہوں گی یا ایجاد ہوں گی ان سب کا علم حضرت آدم علیہ السلام کو روزِ اول سے ہی تھا۔ اب کہیے کہ یہ غیب کا علم نہیں تو اور کیا ہے۔

اور لطف یہ کہ یہ علم آدم علیہ السلام ہے نہ کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے یہ تمام علوم جمع ہو کر بھی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کے آگے ایک قطرہ بلکہ جنگل کا ایک ذرّہ ہے۔

نکتہ:

یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کے اسماء کا علم بغیر فرشتہ کے عطا فرمایا ہے۔ اگر علوم کسی فرشتہ کے ذریعے عطا فرمائے جاتے تو لازم تھا کہ فرشتوں کو علم ہوتا۔ لیکن فرشتوں کو بھی ان علوم کا علم نہ تھا۔ جبھی تو حضرت آدم علیہ

السلام نے ملائکہ کو ان ناموں سے مطلع کیا۔ بلکہ فرشتوں کو بھی حضرت آدم علیہ السلام کے ذریعہ ان ناموں کا علم ہوا۔

اب حاصل یہ ہوا کہ جب قادر مطلق رب قدیر و جلیل عز اسمہ حضرت آدم علیہ السلام کو اتنے وسیع علم بغیر ملک کے عطا فرما سکتا ہے تو کیا وہی قادر رب العزت اپنے حبیب لبیب سرکار سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر ملک کے علوم عطا نہیں فرما سکتا (حالاں کہ یہ ظاہر ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بغیر فرشتہ جبرائیل علیہ السلام کے تمام علوم عطا فرمائے ہیں)

مخالفین کی بے انصافی ہے کہ جب حضور آقا شافع یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام آتا ہے تو جھٹ خدائے بزرگ و برتر کے بھی قادر ہونے سے انکار کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو (معاذ اللہ) مجبور و معذور مان لیتے ہیں اور فرشتہ جبرائیل علیہ السلام کی درمیان میں قید لگا دیتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو بغیر وحی کے کسی امر کا علم ہی نہ تھا۔ استغفر اللہ۔

اب قابل غور بات یہ بھی ہے اول نائب کان لہ صلی اللہ علیہ وسلم وخلیفۃ ادم علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے خلیفہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں تو جب اول خلیفہ نائب کے علوم کی یہ شان ہے تو خود ہی غور فرمالیں کہ جو صرف آدم علیہ السلام ہی نہیں بلکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء مرسلین علیہم السلام کے سردار ہیں اور ساری کائنات کے سردار ہیں ان کے علوم کی حد کون مقرر کر سکتا ہے۔ تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری کائنات کی تمام اشیاء اور ساری مخلوق کے ہر ایک ایک کے نام اور عالمین کے ذرّہ ذرّہ کا بھی علم حاصل ہے۔

علم غیب حضرت سیّدنا نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام

اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ نبی حضرت سیّدنا نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی بے شمار علم غیبیہ سے مطلع فرمایا ہے۔ جس کے متعلق آیات قرآنی شاہد ہیں۔ جیسا کہ مندرجہ

آیت مبارکہ سے ظاہر ہے کہ آپ نے کئی پشتوں اور نسلوں میں جیسے لوگ پیدا ہونے والے تھے ان کے متعلق پہلے ہی سے خبر دے دی۔ ملاحظہ فرمائیے:

وَ قَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ○ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا○

(پ ۲۹، ع ۹، س النوح)

اور نوح (علیہ السلام) نے عرض کی: اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ۔ بیشک اگر تو انہیں رہنے دے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور ان کے اولاد ہوگی تو وہ نہ ہوگی مگر بدکار بڑی ناشکری۔

آیت شریفہ سے صاف روشن ہے کہ حضرت سیّدنا نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ما فی الارحام اور کئی نسلوں اور پشتوں تک کے لوگوں کے حالات کا علم تھا جبھی آپ نے ایسے لوگوں کے متعلق قبل از وقت مطلع فرما دیا کہ لوگوں کو گمراہ کریں گے اور ان کی اولادیں بدکار اور ناشکری پیدا ہوں گی۔ مقامِ غور ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو تو ما فی الارحام اور پھر ان پیدا ہونے والے لوگوں کے اعمال کا علم ہو تو کیا حضور سیّد الانبیاء علیہ الصلوٰۃ و السلام کو لوگوں کے حالات کا علم نہیں ہو سکتا۔ ضرور ہے جیسا کہ احادیث شریفہ سے ظاہر ہو چکا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آئندہ پیدا ہونے والے کئی لوگوں کی خبر دی اور تمام حالات سے آپ نے پہلے ہی خبردار فرما دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اور فتنہ نجدیت

حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف و مسلم و مشکوٰۃ شریف میں باب المعجزات میں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ حنین کا مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ آپ کی خدمت میں قبیلہ بنو تمیم کا ایک شخص جس کا نام ذوالخویصرہ تھا حاضر ہوا

اور عرض کیا:

یا رسول اللہ! عدل وانصاف سے کام لیجئے تو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گستاخ کو ان لفظوں میں جواب فرمایا:

فقال ویلك فمن یعدل اذا لم اعدل قدخبت و خمرت ان لم اکن اعدل فقال عمر ائذن لی اضرب عنقه فقال دعه فان له اصحابا یحقر احدکم صلوته مع صلوتهم و صیامه، مع صیامهم یقرء ون القران لا یجاوز تراقیهم یمرقون من الدین کما یمرق السهم من الرمیه (بخاری ومسلم ومشکوٰۃ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افسوس ہے تجھ پر میں انصاف نہ کروں گا تو کون کرے گا۔ بے شک تو ناامید اور ٹوٹے میں رہا اور اگر میں انصاف نہ کروں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن اڑادوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دے اس لئے کہ اس شخص کے کچھ لوگ تابعدار ہوں گے اور تم ان کی نمازوں سے اپنی نمازوں کو، ان کے روزوں سے اپنے روزوں کو حقیر سمجھو گے اور وہ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق کے نیچے نہ جائے گا اور یہ دین سے اس طرح نکلے ہوں گے جس طرح تیر شکاری کے ہاتھ سے چھوٹ کر شکار میں سے گزر جاتا ہے۔

اس حدیث شریفہ میں حضور نبی غیب دان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو فرقہ آئندہ پیدا ہونے والا تھا اس کے متعلق پہلے ہی یہ فرمادیا ہے کہ ذوالخویصرہ کے تابعدار وہ لوگ ہوں گے۔ جو کہ صوم وصلوٰۃ کے بڑے ہی پابند ہوں گے اور قرآن بہت پڑھیں گے لیکن ان کا باوجود ان تمام نیک اعمال ہونے کے حالت یہ ہوگی کہ وہ اسلام سے اس طرح خارج ہوں گے جیسے شکاری کے ہاتھ سے تیر نکل جاتا ہے۔ چنانچہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

کے اس ارشاد پر غور فرمائیے اور ادھر مخالفین کی حالت ملاحظہ فرمائیے۔ جن لوگوں کی ظاہری حالت یہ ہے کہ صوم وصلوٰۃ اور قرآن کے ٹھیکیدار بنے ہوئے ہیں اور وہ بڑی مغروری کے ساتھ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نیک اعمال ہی کی وجہ سے پار ہوں گے ہمیں کسی نبی و ولی کے سہارا وسیلہ کی ضرورت نہیں۔ اور یہ نجدی اصل میں خارجی فرقہ کی ایک شاخ ہیں اور ان لوگوں کا ذوالخویصرہ کی تابعداری کی یہ بھی دلیل ہے کہ جب بھی کسی دیوبندی و وہابی کو دیکھو گے تو وہ جتنے اعتراضات وتنقید کریں گے صرف حضور آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی کریں گے۔ اس کی تفصیل آئندہ آئے گی۔ اب ان لوگوں کا حلیہ بھی حدیث شریفہ کی زبانی ملاحظہ فرمائیے۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اور نجدیوں کی علامات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشکوٰۃ شریف کتاب القصاص باب قتل اہل الزدہ میں روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نجدیوں کی علامات تک بیان فرمادی ہیں:

ثم قال یخرج فی اخر الزمان قوم کان هذا منهم یقر ؤن القراٰن لا یجاوز تراقیهم یمرقون من الاسلام کما یمرق السهم من الرمیه سیماهم التحقیق لا یزالون یخرجون حتی یخرج اخرهم معا لمسیح الدجال فاذا لقیتموهم شر الحلق والخلیفة (مسلم شریف ومشکوٰۃ شریف)

پھر آپ نے فرمایا آخری زمانے میں ایک قوم پیدا ہوگی گویا کہ یہ شخص اس قوم میں سے ہے، وہ قرآن پڑھے گی لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہ جائے گا۔ وہ اسلام سے اس طرح نکل جائے گی جس طرح تیر شکار سے نکل

جاتا ہے۔ان کی علامت سر منڈانا ہوگی۔ یہ قوم ہمیشہ نکلتی رہے گی یہاں تک
کہ ان کا آخری شخص مسیح الدجال کے ساتھ خروج کرے گا اگر تم ان کو ملو تو
جان لو کہ وہ تمام خلقت سے بدتر ہیں۔

اس حدیث شریفہ میں بھی غور فرمایئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی قوم کے پیدا ہونے کے متعلق ان کی ظاہری حالت اور علامت بھی بیان فرمادی۔ یعنی ذوالخویصرہ کی نسل سے جو لوگ پیدا ہوں گے وہ قرآن بھی بہت پڑھیں گے اور سر بھی منڈائیں گے اور یہ قوم ہمیشہ ہمیشہ نکلتی رہے گی۔

ادھر فرمان مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھئے اور اس طرف مخالفین کی طرف بھی توجہ فرمایئے کہ وہ نمازوں اور روزوں پر عمل پیرا ہیں اور قرآن کو ماننے کے دعویدار ہیں اور سر منڈانے میں کمال غلو۔ لیکن حالت یہ کہ وہ خلقت سے بدترین ہیں۔ یہ اسی لئے کہ وہ نیک اعمال کرنے پر غرور و گھمنڈ کرتے ہیں اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم و انبیاء کرام علیہم السلام کی بے ادبی و گستاخی کرنا عین ایمان سمجھتے ہیں۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے فتنہ کے ساتھ ہی نجدی گروہ کے فتنہ کو خطرناک فرقہ قرار دیا ہے۔ حدیث شریفہ میں یہ بھی آتا ہے کہ جس خارجی نے آپ کی شان اقدس میں یہ گستاخی کی تھی (انصاف کیجئے) اس کا حلیہ یہ تھا:

رجل کث اللحیۃ مشرف الوجنتین غائر العینین ناتی الجبین محلوق الراس مشمر زاد (مسلم شریف ومشکوۃ شریف)

کہ اس شخص کی داڑھی گھنی تھی اونچے اونچے رخسار، گھسی ہوئی آنکھیں، ابھری ہوئی پیشانی، منڈا ہوا سر اور اونچا تہبند۔

یہ نجدیوں کا صحیح نقشہ ہے جو آئینہ کی طرح صاف نظر آرہا ہے۔ یہ جتنی باتیں علامات نجد یہ حدیث سے ثابت ہیں۔ میرے خیال میں کوئی نجدی اس سے خالی نہیں ہے۔ وہ علیحدہ بات ہے کہ اپنی حقیقت چھپانے کے لئے یہ خود حلیہ تبدیل کرلیں۔ آج کل کے

نجدیوں کو دیکھ کر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ وہ سب کے سب سر نہیں منڈاتے حالانکہ حدیث شریف میں یہ علامت بتائی گئی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ عبدالوہاب نجدی جب اپنے گروہ میں کسی کو داخل کرتا تھا تو اسے سر منڈائے بغیر اپنے باطل گروہ میں شامل نہیں کرتا تھا۔ یہی خاص علامت حدیث میں ہے۔ گو اب ان لوگوں نے اپنے آپ کو چھپانے کے لئے یہ کام ترک کر دیا ہے لیکن یہ اس کو اپنا امام مانتے ہیں۔ اس لئے وہی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث بخاری شریف جز الرابع میں مروی ہے اور مشکوٰۃ شریف باب ذکر یمن والشام میں یوں درج ہے:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ شَامِنَا اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ یَمَنِنَا قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فِیْ نَجْدِنَا قَالَ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ شَامِنَا اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ یَمَنِنَا قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَفِیْ نَجْدِنَا فَاظُنُّہٗ قَالَ فِی الثَّالِثَ ھُنَاکَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَ بِھَا یَطْلَعُ قَرْنُ الشَّیْطٰنِ (رواہ بخاری والمشکوٰۃ ص ۵۸۲ سطر ۱۰)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! ہمارے شام میں برکت عطا فرما اور یمن میں برکت دے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے نجد میں؟ آپ نے فرمایا اے اللہ! ہمارے لئے ہمارے ملک شام اور یمن میں برکت دے۔ صحابہ نے پھر عرض کیا: یا رسول اللہ! اور ہمارے نجد میں۔ راوی کا بیان ہے کہ تیسری مرتبہ صحابہ کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔

اس حدیث شریفہ اور احادیث میں غور فرمائیے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ملک شام اور ملک یمن کے لئے برکت کی دعا فرما رہے ہیں۔ مگر نجد کے ازلی محروم خطہ کے لئے دعا نہیں فرماتے تو اس کی وجہ حضور آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حق

ترجمان نے خود ہی فرما دی کہ نجد میں تو فتنے اور زلزلے ہوں گے اور شیطان کا سینگ نکلے گا۔

پہلی بات تو یہ ثابت ہوئی کہ جو لوگ آئندہ پیدا ہونے والے تھے ان سب کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم تھا جبھی آپ نے پہلے ہی سے اس گروہ کے پیدا ہونے کی خبر فرما دی ہے چنانچہ اس فرمان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق بارہویں صدی میں نجد سے محمد بن عبدالوہاب پیدا ہوا جس کے متعلق حضرت علامہ محمد بن عابدین شامی علیہ الرحمتہ شامی میں فرماتے ہیں:

كما وقع فى زماننا فى اتباع عبدالوهاب الذين خرجوا من نجدو لغلبوا على الحرمين و كانوا ينتحلون مذهب الحنابله لكنهم اعتقدوا وانهم هم المسلمون و ان من خالف اعتقادهم مشركون و استبأ حوا بذلك قتل اهل السنة و قتل علمائهم حتىٰ كسر الله شركتهم و خرب بلادهم و ظهر بهم عساكر المسلمين عام ثلث و ثلثين و مأتين الف

(شامی جز الثالث ص ۳۱۹)

جیسا ہمارے زمانے میں عبدالوہاب کے ماننے والوں کا واقعہ ہوا۔ یہ لوگ نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر قابض ہوئے اور اپنے آپ کو حنبلی مذہب ظاہر کرتے تھے۔ لیکن دراصل ان کا یہ اعتقاد تھا کہ مسلمان صرف وہی ہیں باقی سب مشرک ہیں۔ اسی وجہ سے انہوں نے اہل سنت اور ان علماء کا قتل مباح سمجھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑی اور ان کے شہر ویران کئے اور اسلامی لشکروں کو ان پر فتح دی۔ یہ واقعہ ۱۲۳۳ھ کا ہے۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ شامی علیہ الرحمتہ کی عبارت مذکورہ اور کتب تاریخ اور خود مخالفین کے مستند مؤرخ مسعود عالم ندوی کی کتاب محمد بن عبدالوہاب نجدی سے یہ بات

صاف روشن ہے کہ عبدالوہاب نجدی نے اور اس کے معتقدین نے تمام مسلمانانِ اہل سنت کو مشرک و کافر ہی جانا اور مسلمانانِ اہل سنت شمع رسالت کے پروانوں کو قتل بھی کیا (یہ بات حدیث سے بھی ثابت ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیقتلون ھل الاسلام و یدعون اھل الاوثان (مشکوٰۃ شریف ص ۵۳۵)

یعنی وہ (نجدی) لوگ مسلمانوں کو قتل بھی کریں گے اور بت پرستوں کو کچھ نہ کہیں گے۔

اور حرمین شریفین پر بڑے بڑے ظلم وستم کیے۔ صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ واہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے مزارات مقدسہ کو گرا کر زمین کے برابر کر دیا اور مسجد نبوی شریف و مزارات پاکیزہ میں جو فانوس، قالین چادریں اور متبرک اشیاء تھیں ان سب کو اتار کر نجد میں لے گئے۔ یہاں تک کہ وہ گنبد خضریٰ جہاں آقا، دو جہاں حبیب خدا احمد مجتبیٰ جناب سیّدنا محمد رسول اللہ صلوٰۃ اللہ وسلامہ، آرام فرما ہیں اور یہ وہ گنبد خضریٰ ہے جہاں پر ہر روز صبح وشام ستر ہزار ملائکہ مقربین حاضر ہو کر ہدیۂ درود وسلام پیش کرتے ہیں۔ ان نجدیوں نے یہاں پر بھی گنبد شریف کو ڈھانے کی کوشش باقی نہ چھوڑی (معاذ اللہ) یہ بات مخالفین کے مؤرخ مسعود عالم ندوی کی کتاب محمد بن عبدالوہاب سے بھی ثابت ہے۔

جو خارجی نجدی گستاخ رسول اس بری نیت کے ساتھ گنبد خضریٰ کے قریب آنے لگا قدرت خداوندی نے ایک اژدہا بھیج کر اس کو وہیں ہلاک کر دیا۔ غرضیکہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم وانبیاء کرام علیہم السلام واہل بیت اطہار کی شان وعظمت میں گستاخیاں کرنا ان نجدی دیوبندی خارجیوں کا عین ایمان ہے۔

قیامت خیز ہے افسانۂ پر درد غم میرا
نہ کھلواؤ زباں میری نہ اٹھواؤ قلم میرا

قارئین کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ مجھے اس وقت اس طویل بحث میں جانے

کے لئے کتاب کے طویل ہونے کا خوف ہے اس لئے آپ حضرات ہمارے علمائے اہل سنت بریلوی کی کتابوں مثلاً سیف الجبار، بوارق محمدیہ، الدرالسنیہ، دیوبندی مذہب اور تاریخی حقائق وغیرہا کا مطالعہ کریں۔

لیکن یہاں صرف اتنا لکھ دینا ضروری ہے کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے جو عقائد تھے، وہی اس کے معتقدین کے ہیں۔ عبدالوہاب نجدی کی پہلی کتاب جس کا نام کتاب التوحید ہے۔ اس کا اردو ترجمہ دہلی کے ایک مولوی اسماعیل نے کیا اور اس کا نام تقویۃ الایمان رکھا اور ہندوستان میں اس کی اشاعت کی۔ اس شخص کو اس کفریہ کتاب کے لکھنے کی وجہ سے سرحدی مسلمان پٹھانوں نے قتل کر دیا تھا۔ (یہ بات بھی مخالفین کی کتاب حیاتِ طیبہ سے ثابت ہے) اب عبدالوہاب نجدی اور پیرزادہ اسماعیل دہلوی ان کے معتقدین کے دو گروہ بن گئے ہیں۔ اول وہ جنہوں نے اماموں کی تقلید کا انکار کیا جو غیر مقلد یا وہابی کہلاتے ہیں۔ دوسرے وہ جنہوں نے دیکھا اس طرح اپنے کو ظاہر کرنے سے مسلمان ہم سے نفرت کریں گے۔ انہوں نے ظاہراً اپنے آپ کو حنفی کہا۔ ان کے عقائد وہابیوں سے بھی زیادہ بدترین ہیں اور سخت خطرناک لوگ وہ ہیں جو اس وقت دیوبندی فرقہ کے نام سے مشہور ہیں۔ ان منافق قسم کے وہابیوں کا دعویٰ حنفیت ایسا ہے جیسا کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا دعویٰ حنبلیت، تو بہرکیف دیوبندی وہابی فرقہ کے قائد عظیم عبدالوہاب نجدی باغی اور اسماعیل دہلوی مرشد عظیم ہے۔ جو عقائد ان کے وہی ان لوگوں کے ہیں۔ صرف اعمال میں معمولی سا ظاہری اختلاف ہے لیکن عقائد میں مکمل اتفاق ہے۔

اب ذرا چلتے چلتے دیوبندیوں کے مفتی اعظم مولوی رشید احمد گنگوہی کی کتاب فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۲۳۵ سطر ۱۱ کا ایک حوالہ ملاحظہ فرمایئے تاکہ مخالفین کی مزید تسلی ہو جائے کہ یہ بات کسی بریلوی کے گھر کی تو ہے نہیں، یہ تو ان کے اپنے ہی گھر کی ہے۔

"محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے

اور مذہب ان کا حنبلی تھا البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی......''

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۳۵ سطر ۱۱)

دوسرا حوالہ فتاوی رشیدیہ کا ملاحظہ فرمائیے:

''محمد بن عبدالوہاب کو لوگ وہابی کہتے ہیں وہ اچھا آدمی تھا۔ سنا ہے کہ مذہب حنبلی رکھتا تھا اور عامل بالحدیث تھا۔ بدعت وشرک سے روکتا تھا مگر تشدید اس کے مزاج میں تھی۔'' (فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۳۷ سطر ۱۱)

یہ ہے دیو بندیوں کا عقیدہ کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد عمدہ تھے وہ اچھا آدمی تھا، عامل بالحدیث تھا، بدعت وشرک سے روکتا تھا اور اس کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں۔ ثابت ہوا کہ جو عقائد نجدیہ عبدالوہاب کے تھے۔ وہی دیو بندیوں کے ہیں اور یہی لوگ وہابی ہیں۔ مزید وضاحت کے لئے دیو بندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کا حوالہ ملاحظہ فرمائیے۔ دیو بندیوں کے مولوی خواجہ عزیز الحسن جو مولوی اشرف علی تھانوی کے خلیفہ اول ہیں وہ اپنی کتاب اشرف السوانح حصہ اول صفحہ ۸۰ سطر ۱۵ پر یہ بات لکھتے ہیں:

''پھر حضرت والا (یعنی اشرف علی تھانوی) نے ان لوگوں کو سمجھا دیا کہ بھائی یہاں وہابی رہتے ہیں یہاں فاتحہ نیاز کے لئے مت لایا کرو۔''

(اشرف السوانح ص ۸۰ سطر ۱۵)

دیکھا آپ نے مولوی اشرف علی تھانوی ڈنکے کی چوٹ پر یہ کہہ رہے ہیں کہ بھائی ہم وہابی ہیں یہاں پر فاتحہ نیاز مت لایا کرو۔

اب میں دیو بندیوں سے پوچھتا ہوں کیا تم لوگ وہابی اور عبدالوہاب نجدی کے پیروکار ہونے کے قائل ہو یا کہ نہیں۔ اگر نہیں تو گنگوہی اور تھانوی پر تمہارا کیا فتویٰ ہے۔ کیونکہ حسین احمد ٹانڈوی نے الشہاب الثاقب اور المہند میں علمائے دیو بند نے اپنی حقیقت چھپانے کے لئے عبدالوہاب نجدی کو خونخوار باغی تک لکھا ہے۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک طرف تو گنگوہی صاحب عبدالوہاب نجدی کو عامل بالحدیث مانیں اور دوسری طرف ٹانڈوی صاحب اس کو باغی اور خونخوار مانیں۔

اور ایک طرف تھانوی صاحب اپنے اور تمام معتقدین کو وہابی مانیں اور دوسری طرف دیوبندی وہابی کے لفظ سے چڑیں۔

بہر کیف ہم دلائل قویہ سے یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ جو عقائد ان دیوبندیوں اور نجدیوں کے ہیں وہی عقائد عبدالوہاب نجدی کے تھے اور یہی اصل میں خارجی ہیں تو بہر کیف ثابت یہ ہوا کہ جو قومیں آئندہ پیدا ہونے والی تھیں ان کے اعمال و کردار کا حضور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہے۔ جبھی آپ نے ایسے لوگوں کی پہلے سے خبریں دے دیں۔ آیئے ذرا اور احادیث ملاحظہ فرمایئے۔

علم غیب مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم
اور فتنہ پرور اشخاص

حضرت سیّدنا حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث ابوداؤد شریف میں روایت ہے:

واللہ ما ترك رسول الله صلى الله عليه وسلم من قائد فتنة الى ان تنقضى الدنيا يبلغ من معه ثلثة مائة فصاعدا الاقد سماه لنا باسمه و اسم قبيلته (ابوداؤد شریف)

خدا کی قسم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ایسے شخص کا ذکر نہیں چھوڑا جو آج سے قیامت کے دن تک فتنہ کا باعث ہوگا یعنی اس فتنہ برپا کرنے والے شخص کا جس کے ساتھیوں کی تعداد تین سو یا تین سو سے زیادہ ہو یہاں تک کہ ہم کو اس کے باپ اور قبیلہ کا نام بتا دیا۔

اس حدیث پاک سے یہ معلوم ہوا کہ حضور نبی غیب دان صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک جو لوگ فتنہ برپا کرنے والے ہیں ان کے اسماء اور باپ دادا کے اسماء اور خاندان

تک کو بھی جانتے ہیں اور آپ کو مافی الارحام اور لوگوں کے اعمال تک کا بھی علم ہے۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اور حالات مدینہ منورہ

حضرت ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مشکوٰۃ شریف میں روایت ہے کہ ایک روز حمار پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ جب ہم مدینہ کے گھروں سے آگے نکل گئے تو آپ نے مجھ سے یوں فرمایا:

اذا كان بالمدينة جوع تقوم عن فراشك و لا تبلغ مسجدك حتى بجهدك الجوع قالت قلت الله و رسوله اعلم قال تعفف يا ابا ذر قال كيف يا اباذر اذا كان بالمدينة موت يبلغ البيت العبد حتى انه يباع القبر بالعبد قال قلت الله و رسوله اعلم قال تصبر يا ابا ذر قال كيف بك يا ابا ذر اذا كان بالمدينة قتل تغمر الدماء اجار الزيت قال قلت الله و رسوله اعلم

(مشکوٰۃ شریف)

ابا ذر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا کیا حال ہوگا جبکہ مدینہ میں بھوک یعنی قحط ہوگا تو اس وقت بستر سے نہ اٹھ سکے گا اور اپنی مسجد تک ضعف کے سبب مشکل سے پہنچ سکے گا میں نے عرض کیا اللہ و رسول جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس وقت پرہیزگاری اختیار کر۔ پھر آپ نے فرمایا: اے ابا ذر! تیرا کیا حال ہوگا جبکہ مدینہ میں موت کا بازار گرم ہوگا اور قبر کی قیمت غلام کی قیمت کے برابر ہو جائے گی۔ میں نے عرض کیا اللہ و رسول جانتے ہیں آپ نے فرمایا اس وقت صبر کرنا پھر آپ نے فرمایا اس وقت تیرا کیا حال ہوگا۔ جب مدینہ میں قتل کا بازار گرم ہوگا جس کا خون مقام احجار الزیت کو

ڈھانپ لے گا یعنی خون سے مقام مذکور بھر جائے گا۔ میں نے عرض کیا: اللہ ورسول جانتے ہیں۔

حدیث بالا سے یہ صاف واضح ہے کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ پاک میں قحط کے برپا ہونے اور موت کا بازار گرم ہو جانے اور قتل وغارت کے عام ہونے اور کثرت اموات کی وجہ سے قبروں کی قیمت غلام سے بڑھ جانے کا علم تھا جبھی آپ نے ان سب حالات کے متعلق پہلے ہی سے خبر فرمادی جو کہ آئندہ پیش آنے والے تھے۔ نیز صحابی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ اللہ ورسولہ اعلم (اللہ اور اس کا رسول جانتے ہیں) اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر ایمان تھا۔ مزید تسلی کے لئے اور احادیث شریفہ ملاحظہ فرمائیے۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اور حالاتِ عرب

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ابن ماجہ شریف میں مروی ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ستکون فتنة تستنظف العرب قتلها فی النار اللسان فیها اشد من وقع السیف و حدیث الثانی قال ویل للعرب من شر قد اقترب افلج من کف یده ۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قریب ہے ایک بڑا فتنہ سارے عرب کو گھیر لے گا کہ مقتول دوزخ میں جائیں گے۔ اس فتنہ میں زبان درازی کا فتنہ تلوار مارنے سے بھی زیادہ سخت ہوگا۔ دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا بدنصیبی عرب کی کہ فتنہ قریب ہے پس فتنہ میں وہ شخص کامیاب ہوگا جس نے اپنا ہاتھ روک لیا۔

دوسری حدیث شریف حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف میں مروی ہے:

لا تقوم الساعة حتی یکثر المال و یغیض حتی یخرج الرجل زکوٰة ماله فلا یجدوا احدا یقبلها منه حتی تعود ارض العرب مروجا وانهارا و فی روایة یبلغ المساکن اهاب اویهاب .

(حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک مال و دولت اتنا زیادہ نہ بڑھ جائے یہاں تک کہ لوگ اپنے مال کی زکوٰۃ نکالیں گے اور کوئی اس کو قبول نہ کرے گا اور جب تک عرب کی سرزمین سبز و شاداب باغ و بہار اور نہر والی نہ بن جائے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جب تک عمارتیں اور آبادی اہاب یا یہاب تک نہ پہنچ جائے۔ (یہ مدینہ کے قریب ایک بستی کا نام ہے)

مذکورہ دونوں احادیث میں غور فرمائیے کہ عرب کا ایک فتنہ عظیم ہیں۔ مبتلا ہونے اور مقتول کے دوزخی ہونے اور زبان درازی کے عام ہونے اور مال و دولت کی زیادتی ہو جانے اور عرب میں سبز و شاداب باغ و بہار اور عمارتوں کے وسیع ہو جانے ان تمام امور کا حضور رحمت دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم ہے۔ جس کے متعلق آپ نے پہلے ہی سے پیش گوئیاں فرمادی ہیں نیز یہ بات بھی معلوم ہوتی اس فتنہ میں مقتولین کے دوزخی ہونے کے متعلق بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہے۔ آئیے ذرا اس سلسلہ میں ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک دوزخی شخص

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف میں ایک حدیث یوں درج ہے:

قال شهدنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم حنینا فقالَ

رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لرجل ممن معه یدعی الاسلام هذا من اهل النار فلما حضر القتال قاتل الرجس من اشد القتال و کثرت به الجراح فجاء رجل فقال یا رسول الله ارأیت الذی تحدث انه من اهل النار قد قاتل فی سبیل الله من اشد القتال فکثرت به الجراح فقال اما انه من اهل النار ۔

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ ہم غزوۂ حنین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہمراہیوں میں سے ایک شخص کی نسبت جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا۔ یہ فرمایا کہ وہ شخص دوزخی ہے۔ پھر جب لڑائی کا وقت آیا تو یہ شخص خوب لڑا۔ اور بہت سے زخم اس کے جسم پر آئے ایک شخص نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ کہ آپ نے جس شخص کی نسبت فرمایا تھا کہ وہ تو دوزخی ہے، وہ تو خدا کی راہ میں خوب لڑا اور بہت سے زخم اس نے کھائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یاد رکھو وہ دوزخیوں میں سے ہے۔

مذکورہ حدیث شریفہ سے پہلے یہ بات معلوم ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا تھا اور مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو کر جنگ میں شامل ہونے کے لئے جا رہا تھا آپ نے اس کے دوزخی ہونے کے متعلق پہلے ہی فرما دیا تھا۔ اب جب وہ شخص فی سبیل اللہ خوب لڑا اور زخم کھائے تو ایک صحابی نے عرض کی، اے آقا! جس کے متعلق آپ نے دوزخی ہونے کی بشارت دی وہ راہِ خدا میں خوب جہاد کر رہا ہے اور زخم کھا رہا ہے۔ کیا ایسا شخص بھی دوزخی ہوگا۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ من اہل النار۔ دوزخیوں میں سے ہے۔

چنانچہ مخبر صادق عالم ما کان و ما یکون صلی اللہ علیہ وسلم کی لسان پاک سے نکلا ہوا جملہ چند لمحوں کے بعد حقیقت بن کر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے سامنے آجاتا ہے۔ الفاظ

حدیث ملاحظہ فرمائیے:

وجد الرجل الم الجراح فاھوی بیدہ الی کفائتہ فانتزع سھماً فانتھوا بھا فاشتد رجال من المسلمین الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا یا رسول اللہ صدق اللہ حدیثک قد انتحر فلان و قتل نفسہ (بخاری ومشکوٰۃ)

پس پایا اسی شخص کو اس نے زخموں کی تکلیف سے بے چین ہو کر اپنے ہاتھ کو اپنے ترکش کی طرف بڑھایا اور ایک تیر نکال کر اس کو سینہ میں پیوست کر لیا۔ یعنی خودکشی کر لی۔ یہ دیکھ کر بہت سے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑ پڑے اور عرض کیا یا رسول اللہ! خدا تعالیٰ نے آپ کی بات کو سچا کر دیا فلاں شخص نے خودکشی کر لی اور اپنے آپ کو مار ڈالا۔

دیکھا آپ نے کہ جس شخص کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخی ہونا فرمایا تھا اس کے دوزخی ہونے کا ثبوت منظر عام پر آ گیا کہ وہ شخص مسلمان ہو کر زخموں کی تاب نہ لا سکنے کے بعد آخر خود ہی خودکشی کا مرتکب ہو گیا۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے خودکشی کر لینے کا علم تھا اور دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ جو باتیں عالموں سے مخفی ہوں وہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے مخفی نہیں۔

اسی طریق کی ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیے۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ایک مرتد کاتب وحی کو زمین کا قبول نہ کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف میں حدیث روایت ہے:

قال ان رجلا کان یکتب للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فارتد عن

الاسلام و لحن بالمشركين فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان الارض لا تقبله فاخبرنی ابو طلحة انه انی الارض التی مات فیها فوجد منبوزاً فقال ما شان هذا فقالوا دفناه مرارا فلم تقبله الارض (بخاری شریف)

حضرت انس کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی لکھا کرتا تھا (جو ایک نصرانی تھا مسلمان ہو گیا تھا) پھر وہ مرتد ہو گیا اور مشرکوں سے جا ملا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی نسبت فرمایا کہ زمین اس کو قبول نہ کرے گی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھ کو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس زمین پر پہنچا جہاں وہ شخص مرا تھا میں نے دیکھا کہ وہ قبر سے باہر پڑا ہوا ہے۔ میں نے لوگوں سے پوچھا اس کی یہ کیا حالت ہے قبر سے کیوں باہر پڑا ہے۔ لوگوں نے بیان کیا کہ ہم نے اس کو کئی دفعہ زمین میں دفن کیا لیکن زمین نے اس کو قبول نہ کیا۔

اس حدیث شریفہ سے یہ معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے مرتد شخص کا یہ علم تھا کہ اس کو زمین کبھی قبول نہ کرے گی جس کے متعلق آپ نے پہلے ہی خبر فرما دی۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کا فتنہ سے محفوظ رہنا

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ابوداؤد و ترمذی شریف میں یہ حدیث یوں درج ہے:

قال ما احد من الناس تدركه الفتنة الا انا اخافها الا محمد بن مسلمة فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول لا تغرك الفتنة (ابوداؤد شریف)

حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ جب لوگوں کو فتنہ گھیرے گا تو کوئی شخص اس کے اثر سے محفوظ نہ رہے گا مگر محمد بن مسلمہ کو ان کی نسبت میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ تجھ کو فتنہ ضرر نہ پہنچائے گا۔

اس حدیث شریفہ سے یہ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ علم ہے کہ فتنہ کے وقت کوئی اس کے اثر سے محفوظ نہ رہ سکے گا۔ مگر صحابی حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اس فتنہ کے ضرر سے محفوظ رہیں گے۔ اس لئے آپ نے پہلے ہی اس کی خبر فرمادی۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اور حالاتِ اُمت

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے ابن ماجہ وترمذی شریف میں روایت ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اذا وضع السیف فی امتی لم ترفع عنھا الی یوم القیامۃ ولا تقوم الساعۃ حتی تلحق قبائل من اُمتی بالمشرکین حتی تعبد قبائل من اُمتی الاوثان وانہ سیکون فی اُمتی کذابون ثلثون کلھم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی ولا تزال طائفۃ من اُمتی علی الحق ظاھرین من خالفھم حتی یأتی امر اللہ (ترمذی شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت میں جب تلوار چل جائے گی تو قیامت تک اس کا سلسلہ جاری رہے گا اور اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک میری اُمت کے بعض قبائل مشرکین سے نہ جاملیں اور میری اُمت کے بعض قبائل بتوں کی پرستش نہ کرنے لگ جائیں اور میری اُمت میں تیس جھوٹے نبی ظاہر ہوں گے۔ ان میں ہر شخص یہ خیال کرتا ہوگا کہ یہ اللہ کا نبی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی

نبی نہ ہوگا اور میری امت میں سے ہمیشہ ایک جماعت حق پر رہے گی اور دشمنوں پر غالب ہوگی جو لوگ اس جماعت کی مخالفت کریں گے وہ اس کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ یہاں تک کہ خدا کا حکم نہ آجائے کہ اسلام سب پر غالب آجائے۔

اس حدیث پاک سے یہ معلوم ہوا کہ اُمت میں ایک بار تلوار کا چل جانا اور قیامت تک ختم نہ ہونا اور اُمت میں بعض قبائل کا مشرکوں سے ملنا اور بتوں کی پرستش کرنا اور تیس جھوٹے لوگوں کا جھوٹا دعویٰ نبوت کرنا اور امت میں ایک جماعت کا ہمیشہ حق پر رہنا اور دشمنوں پر غالب آنا اور لوگوں کا اس جماعت حق کی مخالفت کرنا اور پھر اس جماعت حق کا ان سے کچھ نقصان نہ ہونا۔ ان سب باتوں کا حضور نبی غیب دان صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہے جس کے متعلق آپ نے پہلے ہی خبریں دے دیں جس جماعت کے حق پر ہونے کے متعلق آپ نے فرمایا ہے یہ جماعت اہل سنت ہی ہے۔ آیئے ذرا یہ بھی بزبانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرمائیے۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

باطل فرقوں کی پیداوار اور سوادِ اعظم کی صداقت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ترمذی شریف اور حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے ابن ماجہ شریف میں مروی ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

والذی نفس محمد بیده لتفترقن اُمتی علی ثلث و سبعین فرقة فواحدة فی الجنة و تشتان و سبعون فی النار قبل یا رسول اللہ من هم قال الجماعة (ابن ماجہ وترمذی)

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ میری اُمت تہتر فرقوں

میں منقسم ہوگی ایک جنتی اور بہتر دوزخی، عرض کیا گیا: یارسول اللہ! جنتی کون ہیں۔ فرمایا: اکثریت

اس حدیث بالا سے یہ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم ہے کہ میری اُمت تہتر فرقوں میں منقسم ہو جائے گی جن میں سے صرف ایک جماعت جنتی اور باقی بہتر کے بہتر جہنمی ہیں یعنی کہ آپ کو ہر ایک کے جنتی و دوزخی ہونے کا علم ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ اکثریت والی جماعت جنتی ہے۔

اب میں ناظرین کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ باانصاف ہو کر مسلمانوں میں یہ دیکھ لیں کہ ساری دنیا میں کون سا فرقہ اقلیت میں ہے اور کون سی جماعت اکثریت میں ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ آپ کو ساری دنیا میں صرف ایک ہی فرقہ میں اکثریت نظر آئے گی وہ ہم ہی اہل سنت و جماعت ہیں۔ جب ہماری اکثریت ثابت ہے تو فرمانِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اہل سنت احناف بریلوی جنتی ہوئے یہ ہمارا دعویٰ بلا دلیل نہیں بلکہ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ہمارے مذہب کی حقانیت و صداقت آفتاب کی طرح دنیائے عالم میں روشن ہے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ پہلی اُمتوں میں قلیل من عبادی الشکور کا اصول تھا لیکن اُمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ کرنے والے کئی اقسام ہیں جن کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتر یا تہتر فرقوں میں محدود فرمایا اور آپ نے ان فرقوں میں ایک مذہب حصہ کا چناؤ فرمایا کہ میری اُمت کے مدعیوں سے جو اقلیت جماعت ہوگی وہ باطل پر ہوگی جو اکثریت پر مشتمل ہوگی وہ حق پر ہوگی۔

تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ دنیائے عالم کے کسی فرقہ میں کوئی خدا کا ولی نہیں اور نہ ہو سکتا ہے اگر اولیاء اللہ کاملین ہیں تو وہ صرف ایک جماعت اہل سنت ہی میں سے ہیں جو تمام لوگوں کی نظروں کے سامنے ہیں۔ بہرکیف اگر اکثریت ہے تو صرف اہل سنت

والجماعت کی ہے اور اگر اقلیت ہے تو دوسرے فرقوں میں۔ جب ہماری اکثریت ثابت تو ہمارا سچا مذہب ثابت۔

دوسری حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث ترمذی و مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذشذ فی النار ۔ (وفی حدیث الثانی) ان الله لا یجمع امتی او قال امة محمد علی ضلالة و ید الله علی الجماعة و من شذشذ فی النار (ترمذی و مشکوٰۃ شریف)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جماعت کثیر کی اتباع کرو۔ پس جو شخص جماعت سے علیحدہ ہوا اس کو آگ میں ڈالا جائے گا (اور دوسری حدیث میں ہے) آپ نے فرمایا: میری اُمت کو (یا آپ نے فرمایا کہ) اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ گمراہی پر جمع نہیں کرے گا اور اللہ کا ہاتھ کثیر جماعت پر ہے۔ جو شخص کثیر جماعت سے علیحدہ ہوا اس کو دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

مذکورہ دونوں احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ جو جماعت سوادِ اعظم ہے یعنی کثیر ہے وہ جنتی ہے ما انا علیہ واصحابی جس پر میں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں اور اصحاب (رضی اللہ عنہم اجمعین) وہ گمراہ نہیں ہو سکتے ان میں گمراہی پیدا نہیں ہو سکتی اور جو اس جماعت سے علیحدہ ہوا وہ ناری ہوا اور اس جماعت پر دست خداوندی ہے۔

ثابت ہوا کہ دنیائے عالم میں ما انا علیہ واصحابی پر عمل پیرا جماعت کثیرہ ایک ہی جماعت ہے اور وہ ہے اہل سنت و جماعت۔ اور یہی اصل صراطِ مستقیم یعنی سیدھا اور صحیح راستہ ہے جس نے اس جماعت سے علیحدگی اختیار کرلی اور دوسرے باطل فرقہ میں شامل ہو گیا۔ وہ گمراہی اور جہنم کی طرف چلا گیا۔

یہ مضمون تو بہت طویل ہے لیکن یہاں صرف یہ بتادینا ضرور سمجھتا ہوں کہ اگر چاہتے ہو کہ ہم جنت میں جائیں اور جہنم سے بچ جائیں تو ارشادِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اسی مذہب مسلک حق اہل سنت و جماعت (بریلوی) کی پیروی کو اپنا لو کیونکہ یہ وہی سچا مذہب ہے جس کا عقیدہ قرآن وحدیث اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مطابق صحیح ہے۔ جن کے دلوں میں اللہ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ادب واحترام اور سچی محبت وعقیدت ایک ایک بال میں رچی ہوئی ہے۔

آج مخالفین (وہابی و دیوبندی) اہل سنت و جماعت بریلوی کا تقریر وتحریر میں تمسخر اڑاتے ہیں کہ بریلوی بڑے محبت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دعویدار بنے پھرتے ہیں تو یہ بھی ہم نے مانا کہ واقعی اس بات کو تم تسلیم کرتے ہو کہ اگر عشق رسول دیکھنا ہو اور اگر محبت رسول دیکھنی ہو اور اگر ادب رسول دیکھنا ہو تو واقعی بریلویوں میں موجود ہے۔

الحمدللہ اس مذہب حق اہل سنت بریلوی کا ایک ایک لمحہ ادب مصطفیٰ ومحبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی گزر گیا اور گزر رہا ہے اور یونہی روزِ آخر تک گزرتا چلا جائے گا۔ یہ وہی مذہب ہے جن کی ہر تقریر وتحریر کا مطمع نظر عظمت رسالت اور وقارِ نبوت کی پرچم کشائی ہے اور جو پوری اعتدال پسندی سے ملت اسلامیہ کو توحید ورسالت کا درس دے رہے ہیں اور جن کی ہر تقریر وتحریر افراط وتفریط سے یکسر خالی ہے۔ محبت میں تو اس قدر غالی ہیں کہ رسالت کا ڈانڈا توحید سے ملا دیں اور بارگاہِ نبوت کے اتنے بے ادب وگستاخ وباغی بھی نہیں کہ اس مقامِ عظیم میں کسی قسم کا عیب تلاش کریں۔ اب مناسب سمجھتا ہوں کہ ہمارے دلوں میں جو حضور آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت ہے۔ اس کا ثبوت حدیث شریفہ سے ہی پیش کیے دوں۔

اہل سنت (بریلویوں) کی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مسلم شریف ومشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث یوں درج ہے:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان من امتی اشدحبا ناس یکونون بعدی یود احدھم لورانی باھلہ

(مسلم شریف ومشکوٰۃ شریف ص۵۸۳ سطر ۱۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری اُمت میں مجھ سے زیادہ محبت رکھنے والے وہ لوگ ہوں گے جو میرے بعد پیدا ہوں گے اور اس امر کی آرزو کریں گے کہ اگر مجھ کو دیکھ لیں تو اپنے اہل وعیال کو مجھ پر فدا کر دیں۔

مذکورہ حدیث شریفہ میں غور فرمایئے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کتنے صاف اور پیارے لفظوں میں ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سے زیادہ محبت رکھنے والے میرے بعد بھی پیدا ہوں گے۔ آپ ذرا غور فرمائیں کہ وہ کون لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کی زیارت (معاذ اللہ) شرک، بدعت (اس کے لئے ملاحظہ فرمایئے تقویۃ الایمان اور کتاب التوحید وغیرہما) اور غیر ضروری چیز ہے اور وہ کون سی خوش قسمت جماعت ہے جو زیارت کو کائنات کی سب سے بڑی نعمت شمار کرتے ہیں اور خاص اسی لئے سفر کرتے ہیں۔

بحمدہٖ تعالیٰ دنیائے اسلام میں کوئی ایسا فرقہ نہیں ہے جس کو خدا کے پیارے حبیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی محبت وادب واحترام نصیب ہو۔ یہ صرف اہل سنت و جماعت ہی ایک مذہب حق ہے کہ جن کے دلوں میں سچی محبت وعشق رسول کوٹ کوٹ کر

بھرا ہوا ہے اور ایسا ایمان نصیب ہے اور یہ ہمارے مذہب کے سچا ہونے کا بھی واضح ثبوت موجود ہے اور ہم ہی اصل امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق دار ہیں۔ پھر ہم کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارا علم نہیں۔ آپ کے ساتھ محبت کرنے والوں کو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں اور ان کو بھی جانتے ہیں جن کو آپ کے ساتھ کچھ محبت نہیں۔

اُمتی جو کرے فریاد حال زار کی
چھٹ جائے دولت کونین تو کچھ غم نہیں
ممکن نہیں کہ خیر البشر کو خبر نہ ہو
چھوٹے نہ مگر ہم سے دامان محمد

ہماری محبت رسول و عشق رسول درد دل کا مذاق اڑانے والے مذکورہ حدیث کو آنکھیں کھول کر دیکھ لیں اور انصاف کے ساتھ یہ بتائیں کہ آج اس خاکدان گیتی میں وہ کون سے لوگ ہیں جن کے دلوں میں عشق رسول تڑپ رہا ہے اور تمہارا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت اور طعن و تشنیع کرنا کون سی ایمان دار ہونے کی نشانی ہے۔

مناسب سمجھتا ہوں کہ اہل سنت بریلویوں میں محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کے متعلق مخالفین کا ایک حوالہ پیش کئے دوں۔

دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کا ایک بیان اشرف السوانح جلد اول میں یوں درج ہے: (بلفظہٖ)

اعلیٰ حضرت اور عشق مصطفیٰ تھانوی صاحب کی زبانی

حضرت والا (یعنی مولوی اشرف علی تھانوی) کا مذاق باوجود احتیاط فی المسلک کے اس قدر وسیع اور حسن ظن لئے ہوئے ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے برا بھلا کہنے والوں کے جواب میں دیر دیر تک حمایت فرمایا کرتے ہیں اور شدو

مد کے ساتھ رد فرمایا کرتے ہیں کہ ممکن ہے ان کی مخالفت کا سبب واقعی حب رسول ہی ہو اور وہ غلط فہمی سے ہم لوگوں کو نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخ سمجھتے ہوں۔ (اشرف السوانح ج ا ص ۲۱۴ سطر ۱۰)

لیجئے جناب! یہ میں دیو بندیوں کے حضرت والا، پیر طریقت مولوی اشرف علی تھانوی، کس طرح صاف الفاظ میں ہمارے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت، مجدد دین وملت، حاجی الحرمین الشریفین، بحر العلوم، عاشق رسول، حضرت مولانا علامہ شاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات کے متعلق کس قدر عقیدت کا اظہار کر رہے ہیں کہ ممکن ہے ان کی مخالفت کا سبب واقعی حب رسول ہی ہو اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ گو تھانوی صاحب کا عقیدہ تو نجدیوں جیسا ہی تھا لیکن آخر تھانوی صاحب کو امام اہل سنت فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ کی صداقت وحب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیم کرنا پڑا۔ ہمیشہ باطل گروہ کو آخر حق کو ماننا ہی پڑتا ہے خواہ وہ منکر ہی رہے۔

تھانوی صاحب کی تمنائے اقتدا

دوسرا حوالہ دیو بندیوں کے مولوی بہاء الحق قاسمی اسوۂ اکابر صفحہ ۱۵ میں اپنے اکابرین میں سے مولوی اشرف علی تھانوی کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

> حضرت (اشرف علی تھانوی) فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھ کو مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے نماز پڑھنے کا موقع ملتا تو میں پڑھ لیتا۔"

اس مذکورہ حوالہ سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ دیو بندیوں کے پیشوا، حکیم الامت، وسیع القلب مولوی اشرف علی تھانوی ہمارے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ کی محبت وعشق رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اظہار بھی کرتے ہیں اور پھر فاضل بریلوی قدس سرہ کی حمایت بھی کرتے ہیں اور برا بھلا کہنے والوں کا ردّ بھی دیر دیر تک کرتے رہتے تھے اور لطف یہ کہ اعلیٰ حضرت فاضل

بریلوی علیہ الرحمتہ کا مقتدی بننے کو بھی تیار ہیں۔

اب میں تمام دیوبندی عاشقان تھانوی سے پوچھتا ہوں کہ تمہارے وسیع الالقاب حکیم الامت اشرف علی تھانوی تو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی نور اللہ مرقدہ کے متعلق اس قدر عقیدت اور حمایت کا اظہار کریں اور برا بھلا کہنے والوں کا رڈ کر دیں اور انہیں عاشق رسول قرار دیں اور تم انہی تھانوی صاحب کے معتقد ہو کر حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمتہ کا کن الفاظ میں ذکر کرتے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ دیوبندیوں اور وہابیوں کو کیا معلوم کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نور اللہ مرقدہٗ کیسی عظیم شخصیت ہیں ان کے بیان کے لئے تو دفتر درکار ہیں۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم!

جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

بہر کیف معلوم ہوا کہ مخالفین حضرات بھی اہل سنت بریلویوں کی حب رسول کے قائل ہیں لیکن جاننے کے باوجود وہ حق کا انکار کرتے ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ ہماری حب رسول و ادب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہے۔ الحمد للہ ہمارے مذہب و مسلک و عقائد کی تصدیق بارگاہِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہو رہی ہے۔ جب بارگاہِ نبوی سے تو پھر بارگاہِ ربی سے بھی ہمارے عقائد کی تصدیق۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم واصحابہٖ وسلم

قیصر وکسریٰ کی ہلاکت اور حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کو کسریٰ کے کنگن

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف میں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

هلك كسرے فلا يكون كسرے بعدهٗ و قيصر ليهلكن ثم لا يكون قيصر بعدهٗ و لتقسمن كنوزهما في سبيل الله وسمى

حرب خزعة (بخاری شریف)

عنقریب کسریٰ (شاہِ فارس) ہلاک ہوگا اور اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور البتہ قیصر (شاہِ روم) ہلاک ہوگا اور پھر کوئی قیصر نہ ہوگا۔ ان دونوں بادشاہوں کے خزانے فی سبیل اللہ تقسیم کردیئے جائیں گے اور آپ نے اس لڑائی کا نام دھوکا رکھا ہے۔

اس حدیث شریف میں ذرا غور فرمایئے کہ قیصر و کسریٰ بڑے جاہ وجلال کے ساتھ خطہ زمین پر حکمران تھے اور بظاہر ان کی بربادی کا کوئی سامان بھی نہ تھا۔ مگر حضور انور عالم ما کان وما یکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے نکلے ہوئے الفاظ آج بھی سرورِ کون ومکاں صلی اللہ علیہ وسلم کے غیب دان ہونے پر دلیل قاہر ہیں۔ دیکھ لیجئے کسریٰ کی ہلاکت کے بعد پھر ایران میں کوئی دوسرا کسریٰ نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیصر و کسریٰ کی ہلاکت اور اس کے بعد دوسرا قیصر و کسریٰ نہیں ہوگا۔ اس کا علم تھا۔

دوسری حدیث ملاحظہ فرمایئے کہ ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

كيف بك اذا لبست سوارى كسرىٰ (خصائص کبریٰ ج۲ ص۱۱۳)

(سراقہ!) تیری کیا شان ہوگی جب تجھے کسریٰ شہنشاہِ ایران کے کنگن پہنائے جائیں گے۔

اللہ اکبر! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے نکلے ہوئے یہ جملے خلافت فاروقی میں پورے ہوئے ایران فتح ہوا تو کسریٰ کے کنگن مالِ غنیمت میں آئے۔ حضرت سیّدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے وہ کنگن حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کو پہنا کر فرمایا: پاکی ہے اسے جس نے کسریٰ بن ہرمز سے کنگن چھین لئے اور حضرت سراقہ بن مالک کو پہنا دیئے۔ (بیہقی)

حدیث بالا سے چار باتیں معلوم ہوئیں:

○...... اول خلافت فاروقی کی صداقت، کہ سیّدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کو کنگن پہنا کر ارشاد آقا دو عالم کو پورا فرمایا۔

○...... دوم فتح ایران کہ ایران مسلمان ضرور فتح کریں گے۔

○...... سوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی علم تھا کہ فتح ایران تک حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ زندہ بھی رہیں گے۔

○...... چہارم یہ کنگن سونے کے تھے اور سونا مرد کو حرام ہے۔ مگر سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ مالک شریعت ہیں اس لئے آپ کو اختیار ہے کہ کسی حرام چیز کو کسی کے لئے حلال فرما دیں۔ اور یہ بات آپ کی خصوصیات سے ہے۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں یہ سونے کے کنگن حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کو پہنا دیئے تھے ورنہ وہ بھی جانتے تھے کہ سونا مرد پر حرام ہے۔ ایسے واقعات اختیارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں کئی آتے ہیں۔

اس سے ثابت ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح ایران اور حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کو کنگن پہنے جانے اور حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ کے زندہ رہنے کا علم تھا۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور قاتل و مقتول جنتی

ابن عساکر اور حجۃ اللہ علی العالمین میں یہ حدیث مروی ہے کہ عکرمہ بن ابو جہل (یعنی ابو جہل کے بیٹے) نے اسلام لانے سے پہلے ایک انصاری کو قتل کر دیا جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپ مسکرانے لگے۔ انصار نے عرض کی: اے پیارے آقا! ہماری جماعت کا ایک فرد مارا گیا اور حضور مسکرا رہے ہیں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنستے ہوئے فرمایا:

ما ذا اضحکنی ولکنة قتله وهو معه فی درجة

(حجة اللہ علی العلمین ص ۴۸۸)

مجھے یہ بات ہنسا رہی ہے کہ قاتل (یعنی عکرمہ) ومقتول (یعنی انصاری) دونوں جنت میں ایک ہی درجہ میں ہوں گے۔

مذکورہ حدیث میں غور فرمائیے کہ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے بحالت کفر ایک مسلمان انصاری کو قتل کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں اس لئے ہنس رہا ہوں کہ قاتل عکرمہ جنتی ہیں اور مقتول ایک مسلمان انصاری بھی جنتی ہیں۔ غور فرمائیے کہ یہ بات بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غیب دان ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو ایسا کیوں فرمایا۔ وہ اس لئے کہ عکرمہ نے تو بحالت کفر انصاری مسلمان کو قتل کیا تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عکرمہ کو جنتی فرمانے سے یہ ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ علم تھا کہ عکرمہ عنقریب ایمان لے آئیں گے اور یہ بھی علم تھا کہ انصاری کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے اور وہ شہید ہوئے۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قاتل ومقتول دونوں کو جنتی فرمایا ہے۔ چنانچہ احادیث شاہد ہیں کہ واقعی عکرمہ ایمان لے آئے اور وہ بھی صف صحابہ میں شامل ہو کر حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے مرتبہ حاصل کرلیا اور بحالت ایمان ہی خاتمہ ہوا۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اور حضرت زید رضی اللہ عنہ بن ارقم کا بیان

طبرانی شریف وخصائص کبریٰ میں ہے کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر جاؤ اور وہ تمہیں اپنے گھر پر ملیں گے ان کو جنت کی بشارت دے دینا۔ پھر تم کو مقام ثنیہ پر حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ حمار پر سوار ملیں گے۔ ان کی پیشانی

چمک رہی ہوگی ان کو بھی جنت کی بشارت دینا۔

ثم انطلق حتی تاتی عثمان فتجدہٗ فی السوق یبیع و یشتری فبشرہ الجنۃ بعد بلاء فانطلقت فوجدتھم کما قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (خصائص کبریٰ ج۲ ص۱۲۱)

پھرتم چلو گے حتیٰ کہ تم کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بازار میں خرید وفروخت کرتے ہوئے ملیں گے۔ ان کو بھی جنت کی خوشخبری دینا۔ بعد مصیبت اٹھانے کے۔ حضرت زید بن ارقم فرماتے ہیں جب میں ان حضرات کرام کے پاس پہنچا تو جیسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اسی حالت میں ان سب کو پایا۔

اس حدیث میں ہر لفظ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا غیب دان ہونا ثابت ہورہا ہے۔ آپ نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ صحابی سے جس صحابی کی جس حالت کو بیان فرمایا حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے اسی حالت میں اس صحابی کو پایا۔ اس حدیث سے اس امر پر بھی واضح روشنی پڑتی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس نورانی آنکھوں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے اور آپ پر ساری دنیا کف دست کی طرح ظاہر اور روشن ہے اور آپ کو ہر ایک کے جنتی و دوزخی ہونے کا علم ہے۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بخاری و مسلم شریف میں ایک حدیث مروی ہے کہ جس کا مختصر مضمون یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو صدقہ فطر کی نگہبانی پر مامور فرمایا۔ میں اس طعام صدقہ کی نگہبانی کرتا تھا کہ ایک شخص آکر اس کھانے میں سے چلو بھر کے لے جانے لگا۔ میں نے

اس کو پکڑ لیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ میں محتاج اور عیالدار سخت حاجت مند ہوں۔ میں نے اس کو چھوڑ دیا۔

فاصبحت فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ابا ھریرہ ما فعل اسیرك البارحة قلت یا رسول اللہ حشکی حاجة شدیدة و عیالا فرحمته مخلیت سبیله قال اما انه قد کذبك و سیعود فعرفت انه سعود لقول رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم۔

پس صبح ہوئی تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! رات تمہارے قیدی نے کیا کیا۔ میں نے عرض کیا کہ حضور اس نے کثرتِ عیال اور شدت احتیاج کی شکایت کی۔ مجھے رحم آیا میں نے اسے چھوڑ دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے تم سے جھوٹ بولا اور وہ پھر آئے گا۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ آپ کے فرمانے سے مجھے یقین ہو گیا اور میں اس کی تاک میں رہا۔

اس حدیث میں غور فرمائیے کہ یہ واقعہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رات کو ہو رہا ہے اور جب صبح ہوتی ہے تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! رات والے قیدی (چور) کا سناؤ۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ وہ پھر آئے گا علم غیب میں شامل ہے۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ آئے گا۔ چنانچہ جب رات ہوئی تو **فجاء یحشوا من الطعام فاخذنه** (وہ پھر آیا اور غلہ بھرنے لگا پس میں نے اسے پکڑ لیا) اور اس کو کہا کہ تجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤں گا اور تجھے ہرگز نہ چھوڑوں گا تو مجھے اس پر ترس آیا اور چھوڑ دیا۔ صبح ہوئی تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا:

ما فعل اسیرك

(رات والے قیدی کے ساتھ کیا کیا؟)

تو میں نے عرض کیا کہ اس نے اپنی تنگ دستی کا اظہار کیا اور مجھے رحم آیا تو چھوڑ دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قال اما انه قد کذبك وسیعود

(اس نے تجھ سے جھوٹ بولا وہ پھر آئے گا)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے یقین ہو گیا۔ چنانچہ رات ہوئی فجاء یحثوا من الطعام (پس آیا اور غلہ بھرنا شروع کر دیا) پس میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا کہ تیسری مرتبہ تم نے ایسا کیا ہے اب نہ چھوڑوں گا اور تجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤں گا۔ تو اس قیدی یا چور نے کہا:

وعنی اعلمك کلمت ینفعك اللہ بها اذا ادیت الی فراشك فاقراء ایة الکرسی اللہ لا الہ الا هو الحی القیوم حتی تختم الایة فانك لن یزال علیك من اللہ حافظ ولا یقرب الشیطان ۔

مجھ کو چھوڑ دے میں تجھے چند کلمے ایسے بتاؤں گا جن سے خدا تم کو نفع پہنچائے گا جب تم سونے کے بستر پر جاؤ تو آیۃ الکرسی اللہ لا الـٰہ الا ھو الحی القیوم آخری آیت تک پڑھ لیا کرو تو خدا کی طرف سے تم پر ایک نگہبان رہے گا یعنی فرشتہ اور تمہارے قریب شیطان نہ آئے گا۔

پس میں (ابو ہریرہ) نے اسے چھوڑ دیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صبح ہوئی اور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا:

ما فعل اسیرك

(رات والے قیدی کے ساتھ کیا کیا)

تو میں نے عرض کی کہ اس چور نے مجھے کہا کہ میں تجھے چند کلمے سکھاؤں گا جو تمہیں

نفع دیں گے۔اس لئے میں نے اس کو چھوڑ دیا۔

قال اما انه صدقك وهو كذوب يعلم من تخاطب منه ثلث ليال قلت لاقال ذاك شيطان (بخاری شریف)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اس نے سچ کہا اگر چہ وہ جھوٹا ہے۔اس کے بعد آپ نے فرمایا تم کو معلوم ہے۔تین راتوں سے تم کس سے مخاطب تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھ کو معلوم نہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شیطان تھا۔

اس حدیث سے پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی رات کا جو واقعہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا اس کا علم تھا دوسری یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آئندہ رات میں بھی اس کے آنے کا علم تھا اور پھر اس کے تیسری رات آنے کا بھی آپ کو علم تھا۔سوم یہ کہ تیسری رات جو وہ کلمات بتا کر گیا تھا اس کا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا۔چہارم تینوں رات آنے والا شیطان تھا جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا۔

اس سے ہمیں ایک سبق حاصل ہوا، وہ یہ کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو توحید کا درس اللہ لا **اله الا هو الحى القيوم** کا بہترین سبق دینے والا شیطان ہی تھا انہ صدقک وہو کذوب بات تو شیطان نے بڑی اچھی کہی، درس تو بہترین دیا لیکن سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ ہے تو جھوٹا۔جیسا کہ حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نجدیوں کے متعلق بھی ایک بات فرمائی ہے:

سيخرج قوم فى اخر الزمان حداث الاسنان سفهاء الاحلام يقولون من خير قول البريه

عنقریب آخری زمانہ میں ایک قوم پیدا ہوگی جو نو عمر اور کم عقل ہونے کے باوجود بہترین لوگوں کی سی باتیں کریں گی لا یجاوز ایمانہم حناجرہم ان کا ایمان ان کے حلق سے نیچے نہ جائے گا۔

حاصل یہ ہوا کہ کبھی کبھی بعض اوقات شیطان بھی بہترین توحید اور قرآن کا درس اور وعظ کی تلقین کر دیتا ہے لیکن ہوتا وہ شیطان اور کاذب۔

اولئك حزب الشيطان ۔ الا ان حزب الشيطان هم الخاسرون ۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اور سونے کی اینٹ

سید المفسرین حضرت علامہ علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی علیہ الرحمتہ تفسیر خازن جز ثالث میں آیت یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّمَنْ فِیْۤ اَیْدِیْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰی کے تحت فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے جو حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں۔ یہ کفار قریش کے ان دس سرداروں میں سے تھے جنہوں نے جنگ بدر میں لشکر کفار کے کھانے کی ذمہ داری لی تھی اور یہ اس خرچ کے لئے بیس اوقیہ سونا ساتھ لے کر چلے تھے۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے لیکن ان کے ذمے جس دن کھلانا تجویز ہوا تھا خاص اسی روز جنگ کا واقعہ پیش آیا اور قتال میں کھانے کھلانے کی فرصت و مہلت نہ ملی تو یہ بیس اوقیہ سونا ان کے پاس بچ رہا۔ جب یہ گرفتار ہوئے تو یہ سونا ان سے لے لیا گیا۔ انہوں نے درخواست کی کہ یہ سونا ان کے فدیہ میں محسوب کر لیا جائے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرمایا اور ارشاد فرمایا جو چیز ہماری مخالفت میں صرف کرنے کے لئے لائے تھے وہ نہ چھوڑی جائے گی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر ان کے دونوں بھتیجوں عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث کے فدیہ کا بھی بھار ڈالا گیا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

يا محمد تركتنى اتكفف قريشا ما بقيت فقال رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فاين الذهب الذى دفعته الى ام الفضل وقب خروجك من مكة و قلت لها انى لا ادرى ما يصيبنى فى

وجهي هذا فان حدث بي حدث فهذالك والعبد الله والبعيد الله و للفضل وقشم يعني نبيه فقال العباس وما يدريك يا ابن اخي قال اخبرني به ربي قال العباس اشهد انك لصادق و اشهد ان لا اله الا الله وانك عبده و رسوله ولم يطلع عليه احد الا الله و امربني اخيه عقيل و نوفل بن الحارث فاسلما

(تفسیر خازن جز الثالث ص ۵۳ مطبوعہ مصر وھٰکذا فی تفسیر معالم التنزیل)

یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ مجھے اس حال میں چھوڑو گے کہ میں باقی عمر قریش سے مانگ مانگ کر بسر کیا کروں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر وہ سونا کہاں ہے جو مکہ مکرمہ سے چلتے وقت تم نے اپنی بی بی ام الفضل کو دیا تھا اور تم ان سے کہہ کر آئے ہو کہ خبر نہیں مجھے کیا حادثہ پیش آئے۔ اگر میں جنگ میں کام آجاؤں تو یہ تیرا ہے اور عبداللہ اور عبید اللہ کا اور فضل کا قشم کا (یہ سب ان کے بیٹے تھے) حضرت عباس نے عرض کیا آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا آپ نے فرمایا مجھے میرے رب نے خبردار کیا ہے اس پر حضرت عباس نے عرض کیا کہ میں گواہی دیتا ہوں بیشک آپ سچے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک آپ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میرے اس راز پر اللہ کے سوا کوئی مطلع نہ تھا اور حضرت عباس نے اپنے بھتیجوں عقیل، نوفل کو حکم دیا کہ وہ بھی اسلام لائیں۔

مذکورہ قرآن کی آیت وتفسیر سے معلوم ہوا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بحالت کفر جو اپنی بی بی ام الفضل کو سونے کی اینٹ بالکل خفیہ طور پر دے کر گئے تھے اور جو وصیت بھی اس کے خرچ کرنے کی کر گئے تھے حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم تھا۔ چنانچہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اس سونے کی اینٹ کے متعلق

خبر دی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ اسی وقت آپ کا کلمہ پڑھ کر آپ کی نبوت و رسالت پر ایمان لے آئے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ یہ جان چکے تھے کہ ایسی غیب مخفی باتوں کی خبر صرف اللہ تعالیٰ کا سچا نبی ہی دے سکتا ہے۔

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تمام ستاروں و نیکیوں کا علم

اُم المومنین حضرت سیدہ طاہرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حدیث مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے:

قَالَتْ بَيْنَا رَأْسُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ حَجْرِىْ فِىْ لَيْلَةٍ ضَاحِيَةٍ اِذْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهِ هَلْ يَكُوْنُ لِاَحَدٍ مِّنَ الْحَسَنَاتِ عَدَدَ نَجُوْمِ السَّمَآءِ قَالَ نَعَمْ عُمَرُ قُلْتُ وَ اَيْنَ حَسَنَاتُ اَبِىْ بَكْرٍ قَالَ اِنَّمَا جَمِيْعُ حَسَنَاتِ عُمَرَ كَحَسَنَةٍ وَّاحِدَةٍ مِنْ حَسَنَاتِ اَبِىْ بَكْرٍ (مشکوٰۃ باب المساجد)

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک چاندنی رات میں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک میری گود میں تھا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا کسی کی اتنی نیکیاں بھی ہیں جتنے آسمان پر ستارے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں۔ حضرت عمر کی نیکیاں اتنی ہیں۔ پھر میں نے پوچھا اور ابوبکر کی نیکیوں کا کیا حال ہے۔ آپ نے فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں ساری عمر کی ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔

اس حدیث شریفہ سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام ستاروں کی تعداد کا بھی علم ہے اور حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تمام نیکیوں کا بھی علم ہے۔ جبھی

آپ نے دونوں چیزوں کو ملاحظہ فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں تاروں کے برابر ہیں۔ وہ چیزوں کی برابری و کمی بیشی وہی بتا سکتا ہے جسے دونوں چیزوں کا علم بھی ہو اور مقدار بھی معلوم ہو۔ تو ثابت یہ ہوا کہ حضور آقا و عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیامت تک کے لوگوں کے تمام ظاہری اور پوشیدہ اعمال کا علم ہے اور آسمانوں کے بھی تمام ظاہر و پوشیدہ تاروں کا بھی تفصیلی علم ہے۔ جیسا کہ حدیث مشکوٰۃ شریف میں ہے:

عُرِضَتْ عَلَیَّ اَعْمَالُ اُمَّتِیْ حَسَنُهَا وَ سَیِّئُهَا فَوَجَدْتُّ فِیْ مَحَاسِنِ اَعمَالِهَا الاذی یُمَاطُ عَنِ الطَّرِیْقِ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہم پر ہماری اُمت کے اعمال پیش کئے گئے اچھے بھی اور برے بھی۔ ہم نے ان کے اعمال میں وہ تکلیف دہ چیز بھی پائی جو راستے سے ہٹا دی جائے۔

یہ حدیث بھی اس بات پر ظاہر روشن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری دنیا کے نیک و بد اعمال کو جانتے ہیں۔ آپ سے کسی کا عمل خواہ اچھا ہو یا برا، وہ مخفی نہیں ہے اور نہ ہی آسمانوں کے تمام تارے آپ سے مخفی ہیں۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم

اور مسلمانوں کی قوم نعال الشعر و ترکوں سے جنگ اور فتح اسلام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف و مسلم شریف میں روایت ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تُقَاتِلُوْا قَوْمًا نِعَالُهُمُ الشَّعْرَ وَحَتّٰی تُقَاتِلُوا التُّرْكَ صِغَارَ الْاَعْیُنِ حُمْرَاءُ الْوُجُوْهُ ذُلْفَ الْاَنُوْفِ كَاَنَّ وُجُوْهُهُمُ الْمِجَانَّ الْمُطْرَقَةُ

(بخاری و مسلم شریف)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت اس وقت تک نہ آئے گی

جب تک تم اس قوم سے جنگ نہ کرو گے جن کی جوتیاں بالدار چمڑے کی ہوں گی اور جب تک تم ان ترکوں سے نہ لڑو گے جن کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی، سرخ چہرے اور ناک بیٹھی ہوئی ہوگی گویا ان کے منہ تہ بہ تہ ڈھالیں ہوں گے۔

اس حدیث شریفہ میں غور فرمائیے کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی جنگ جس قوم سے ہونی تھی آپ نے اس قوم کی نشانیاں تک بھی بیان فرما دی ہیں۔ اس قوم کی جوتیاں بالدار چمڑے کی ہوں گی اور وہ ترکی لوگ ہوں گے جن کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی اور سرخ چہرے اور ناک بیٹھی ہوئی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسی جنگ کے اور بھی تمام حالات کا علم ہے۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم اور مسلمانوں کی یہودیوں سے جنگ اور فتح اسلام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مسلم شریف کی حدیث میں روایت ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُقَاتِلُ الْمُسْلِمُوْنَ الْيَهُوْدَ فَيَقْتُلُهُمُ الْمُسْلِمُوْنَ حَتّٰى يَخْتَبِئَ الْيَهُوْدِیُ مِنْ وَّرَاءِ الْحَجَرِ وَالشَّجَرِ فَيَقُوْلُ الْحَجَرُ وَالشَّجَرُ يَا مُسْلِمُ يَا عَبْدَ اللهِ هٰذَا يَهُوْدِیْ خَلْفِیْ فَتَعَالَ فَاقْتُلْهُ اِلَّا الْغَرْقَدُ فَاِنَّهٗ مِنْ شَجَرِ الْيَهُوْدِ (مسلم شریف)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک مسلمان یہودیوں سے نہ لڑیں گے پس ماریں گے مسلمان یہودیوں کو، یہاں تک کہ یہودی پتھر کے پیچھے چھپتا پھرے گا یا درخت کے پیچھے اور پتھر یا درخت یہ کہے گا اے مسلمان! اے خدا کے بندے! ادھر آ میرے پیچھے

یہودی چھپا بیٹھا ہے۔ اس کو مار ڈال۔ مگر غرقد کا درخت ایسا نہ کہے گا اس

لئے کہ وہ یہودیوں کا درخت ہے۔

اس حدیث شریفہ سے یہ معلوم ہوا کہ مسلمانوں اور یہودیوں یعنی اسرائیلیوں سے جنگ ہونے کے متعلق بھی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہے اور اس جنگ میں ایک ایسا منظر ہوگا کہ یہودی (یعنی اسرائیلی) جس درخت یا پتھر کے پیچھے چھپا ہوگا وہ درخت یا پتھر پکار کر کہے گا: اے مسلمان اے خدا کے بندے! ادھر آ میرے پیچھے یہودی چھپا بیٹھا ہے۔ اسے قتل کر دے مگر غرقد کا درخت ایسا نہ کہے گا اس لئے کہ یہ یہودیوں کا درخت ہے۔ آخر یہودی (اسرائیلی) لوگ بڑی ذلت کے ساتھ تباہ و برباد ہوں گے اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اور مسلمانوں کی جزیرۂ عرب فارس وروم سے جنگ اور فتح اسلام

حضرت نافع بن عتبہ رضی اللہ عنہ سے مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

تَغْزُوْنَ جَزِیْرَۃَ الْعَرَبِ فَیَفْتَحُھَا اللّٰہُ ثُمَّ فَارِسَ فَیَفْتَحُھَا اللّٰہُ ثُمَّ تَغْزُوْنَ الرُّوْمَ فَیَفْتَحُھَا اللّٰہُ ثُمَّ تَغْزُوْنَ الدَّجَّالَ فَیَفْتَحُہٗ

(مشکوٰۃ شریف)

میرے بعد تم جزیرہ عرب سے لڑو گے۔ اللہ تمہیں اس پر فتح دے گا۔ پھر تم فارس سے لڑو گے اللہ تعالیٰ اس پر بھی فتح دے گا۔ پھر تم دجال سے بھی لڑو گے اللہ تعالیٰ اس پر بھی تمہیں فتح دے گا۔

غور فرمائیے کہ جو جنگیں آئندہ ہونے والی تھیں اور مسلمانوں کو ان کا سامنا کرنا تھا۔ حضور سیّد عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے ہی خبریں فرمادی ہیں کہ مسلمان جزیرۂ عرب

والوں سے لڑیں گے۔ اس لڑائی میں بھی مسلمانوں کو فتح ہو گی اور پھر مسلمان ملک فارس والوں سے لڑیں گے اس پر بھی اسلام کو فتح ہو گی اور پھر مسلمان رومیوں سے لڑیں گے۔ اس پر بھی مسلمانوں کو فتح حاصل ہو گی۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اور حالات بصرہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ابوداؤد شریف میں مروی ہے:

قَالَ یَا اَنَسُ اِنَّ النَّاسَ یُنَقِّرُوْنَ اَمْصَارًا وَاِنَّ مِصْرًا مِنْهَا یُقَالُ لَهُ الْبَصْرَةَ فَاِنْ اَنْتَ مَرَرْتَ بِهَا اَوْ خَلَقْهَا فَاِیَّاكَ وَ سَبَاحَهَا وَکَلاءَهَا وَ نَخِیْهَهَا وَ سُوْقَهَا وَبَابَ اُمَرَائِهَا وَ عَلَیْكَ بِضَوَاحِیْهَا فَاِنَّهُ یَکُوْنُ بِهَا خَسْفٌ وَ قَذْفٌ وَّ رَجْفٌ وَ قَوْمٌ یُبَیِّتُوْنَ وَیُصْبِحُوْنَ قِرَدَةً وَ خَنَازِیْرَ (ابوداؤد شریف)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انس! لوگ شہروں کو آباد کریں گے اس میں ایک شہر ہو گا جس کو بصرہ کہا جائے گا۔ اگر تو اس شہر سے گزرے یا داخل ہووے تو ان مقامات پر نہ جا جہاں کی زمین شور ہے اور نہ مقام کلاء میں جا اور نہ وہاں کی کھجوروں کو استعمال کر اس کے بازار سے۔ اپنے آپ کو دور رکھ۔ وہاں کے بادشاہ و امیروں کے دروازوں پر نہ جا۔ شہر کے کنارے پر پڑا رہ یا مقام ضواحی جو بصرہ کے قریب ہے۔ وہاں قیام کر۔ اس لئے کہ جن مقامات پر جانے سے تجھے منع کیا گیا ہے ان کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ ان پر پتھر برسیں گے اور سخت زلزلے آئیں گے اور ایک قوم ہو گی جو شام کو اچھی ہو گی اور صبح کو بندر اور سور بن جائے گی۔

دیکھا آپ نے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بصرہ میں جو آبادی کلاء خطرناک بھی

اس کے متعلق بھی تمام حالات بتا دیئے یہ مقامات زمین میں دھنس جائیں گے اوران پر پتھر برسیں گے اور سخت زلزلے آئیں گے اور ایک قوم ایسی ہوگی جو شام کو اچھی ہوگی اور صبح کو بندر اور سور بن جائے گی۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں جانے کی ممانعت فرمادی۔ یہ حدیث بھی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی بہت بڑی دلیل ہے۔

اس طرح دوسری حدیث میں آپ نے بصرہ کی آبادی ابلہ کے متعلق وہاں سے اچھے لوگوں کے نکلنے کی خبر دی ہے:

اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یَبْعَثُ مَسْجِدِ الْعَشَّارِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ شُھَدَآءَ لَا یَقُوْمُ مَعَ شُھَدَآءَ بَدْرٍ غَیْرُھُمْ (ابوداؤد شریف)

کہ اللہ تعالیٰ مسجد عشار سے قیامت کے دن شہداء کو اٹھائے گا اور بدر کے شہداء کے ساتھ ان شہیدوں کے سوا کوئی نہ ہوگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابلہ کی مسجد عشار سے شہداء بدر کے قیامت کے دن اٹھنے کا علم ہے۔ یاد رہے کہ یہ وہی مسجد عشار ہے جس میں حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے چند حاجیوں کو جو اسی جگہ کے رہنے والے تھے ان کو فرمایا کہ میری طرف سے ابلہ کی مسجد عشار میں دو رکعت یا چار رکعت نماز پڑھے اور اس کا ثواب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کرے۔ الفاظ حدیث یہ ہیں:

قَالَ مَنْ یَّضْمِنَ فِیْ مِنْکُمْ اَنْ یُّصَلِّیَ لِیْ فِی الْمَسْجِدِ الْعَشَّارِ رَکْعَتَیْنِ اَوْ اَرْبَعًا وَّ یَقُوْلُ ھٰذِہٖ لِاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ (ابوداؤد)

فرمایا کہ میری مسجد سے ابلہ کی مسجد عشار میں دو رکعت یا چار رکعت نماز پڑھے اور اس کا ثواب حضرت ابو ہریرہ کو کرے۔

اس حدیث سے ایصالِ ثواب کے متعلق بھی روشنی پڑتی ہے۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اور خزانہ کعبہ ونہر فرات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث، مسلم شریف میں مروی ہے:

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَحْسُرَ الْفُرَاتَ عَنْ جَبَلٍ مِنْ ذَهَبٍ یَقْتَتِلُ النَّاسُ عَلَیْهِ فَیُقْتَلَ مِنْ کُلِّ مِائَةٍ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ وَ یَقُوْلُ کُلُّ رَجُلٍ مِنْهُمْ لَعَلِّیْ اَکُوْنَ الَّذِیْ اَنْجُوْا (مسلم شریف)

(حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک نہر فرات نہ کھل جائے (یعنی خشک ہو جائے) اور اس کے اندر سے سونے کا پہاڑ نکلے گا۔ لوگ اس خزانہ کو حاصل کرنے کے لئے لڑیں گے اور ان لڑنے والوں میں ننانوے فیصد مارے جائیں گے اور ان میں ہر شخص کہے گا شاید زندہ بچ جاؤں اور اس خزانہ پر قبضہ کرلوں۔

حدیث بالا سے یہ معلوم ہوا کہ جو خزانہ یعنی سونے کا پہاڑ نہر فرات میں ہے اس کی کسی کو خبر تک نہیں ہے لیکن حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مخفی شے کا علم ہے۔ جس کے نکلنے کی آپ نے خبر دی اور یہ بھی معلوم تھا کہ اس خزانہ پر لوگوں کی آپس میں لڑائی ہوگی کہ شاید مجھے یہ خزانہ حاصل ہو جائے۔

دوسری حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

قَالَ اتْرُکُوا الْحَبْشَةَ مَا تَرَکُوْکُمْ فَاِنَّهٗ لَا یَسْتَخْرِجُ کَنْزَ الْکَعْبَةِ اِلَّا ذُو السُّوَیْقَتَیْنِ مِنَ الْحَبْشَةِ (ابوداؤد)

آپ نے فرمایا حبشیوں کو چھوڑ اور ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کرو جب تک کہ

وہ تم سے کچھ نہ کہیں اس لئے کہ آئندہ زمانہ میں کعبہ کا خزانہ ایک حبشی ہی نکالے گا جس کی پنڈلیاں چھوٹی ہوں گی۔

دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ شریف میں خزانہ ہونے کے متعلق بھی علم ہے اور آپ کو اس حبشی کا بھی علم ہے جو اس خزانہ کو نکالے گا۔ معلوم ہوا کہ حضور رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عالمین کی کوئی شے مخفی نہیں ہے اور آپ ہر ایک کے حلیہ تک کو بھی جانتے ہیں۔

علم غیب مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم

اور حجاز سے آگ کا ظہور

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَخْرُجُ نَارٌ مِّنْ اَرْضِ الْحِجَازِ تُضِیْءُ اَعْنَاقَ الْاِبِلِ بِبَصْرٰی (مشکوٰۃ شریف)

قیامت اس وقت تک نہ آئے گی یہاں تک کہ زمین حجاز سے ایک آگ نکلے گی جو بصرہ کے اونٹوں کی گردنوں کو روشن کر دے گی۔ (بصرہ شام میں ایک شہر ہے)

حدیث بالا اس امر پر شاہد ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حجاز سے آگ کے نکلنے کا علم تھا جس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی خبر فرما دی ہے۔

علم غیب مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اور زمانہ آخر میں لوگوں کی حالت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مسلم شریف میں مروی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا تَذْھَبُ الدُّنْیَا حَتّٰی یَمُرَّ الرَّجُلُ عَلَی الْقَبْرِ فَیَتَمَرَّغُ عَلَیْہِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ مَکَانَ صَاحِبِ ھٰذَا الْقَبْرِ وَلَیْسَ بِہِ الدِّیْنُ اِلَّا الْبَلَاءُ (مسلم شریف)

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ دنیا کے ختم ہونے سے پہلے ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ آدمی قبر کے پاس سے گزرے گا اور قبر پر لوٹ کر حسرت سے کہے گا کہ کاش میں اس شخص کی جگہ ہوتا جو قبر میں ہے اور اس کا دین نہ ہوگا بلکہ بلاء ہوگی۔

دیکھا جو لوگوں کی حالت زمانہ آخر میں ہونی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اٹھا کر بیان فرمادی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زمانہ آخر کے لوگوں کی اس حسرت پر تمنا کا علم ہے جس کی آپ نے پہلے ہی خبر دے دی ہے اور جیسا آپ نے فرمایا ہے ویسی ہی لوگوں کی حالت ہوگی۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اور زمانہ آخر میں اشیاء کا کلام کرنا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ترمذی شریف میں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی تُکَلِّمَ السِّبَاعُ الْاِنْسَ وَحَتّٰی تُکَلِّمَ الرَّجُلَ عَذَبَۃُ سَوْطِہٖ وَشِرَاکُ نَعْلِہٖ وَتُخْبِرَہٗ فَخِذُہٗ بِمَا اَحْدَثَ اَھْلُہٗ (ترمذی شریف)

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے قیامت نہ آئے گی جب تک درندے آدمیوں سے باتیں نہ کرلیں گے اور جب تک کہ آدمی کے چابک کی رسی کا پھندنا اور جوتی کا تسمہ اس سے کلام نہ کرے گا یہاں

تک کہ آدمی کی ران اس کو یہ بتلائے گی کہ اس کے اہل وعیال نے اس کی عدم موجودگی میں کیا کیا۔

اس حدیث مبارکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ آخر کی تین باتیں پہلے فرما دی ہیں:

اول یہ کہ آخر زمانہ میں درندے بھی آدمیوں سے باتیں کریں گے۔

دوم آدمی کے چابک کی رسی کا پھندنا اور جوتی کا تسمہ بھی اس سے کلام کرے گا۔

سوم آدمی کی ران اس کو یہ بتلائے گی کہ اس کے اہل وعیال نے اس کی عدم موجودگی میں کیا کیا ہے۔

منکرین علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہوش سے اس حدیث پر غور کریں بڑے افسوس کی بات ہے کہ آدمی کی ران کو تو یہ علم ہو جائے کہ اس کی عدم موجودگی میں اس کے اہل وعیال نے کیا کچھ کیا۔ اپنی حالت آپ خود ہی سمجھ لیجئے۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علاماتِ قیامت وفتح قسطنطنیہ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث ابوداؤد میں مروی ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُرُوْجُ الْمُلْحَمَةِ فَتْحِ قُسْطُنْطُنِيَّةِ وَ فَتْحُ قُسْطُنْطُنِيَّةِ خُرُوْجِ الدَّجَّالِ (ابوداؤد شریف)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ عظیم کا وقوع قسطنطنیہ کی فتح کا سبب ہوگا اور قسطنطنیہ کی فتح دجال کے خروج کا سبب ہوگا۔

حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عالمی جنگ کا بھی علم ہے اور یہ بھی علم ہے کہ مسلمان قسطنطنیہ کو فتح کرلیں گے اور اس کے بعد فتنہ دجال کا ظہور ہونا شروع ہو جائے گا۔ اس لئے ایسے واقعات کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل از وقت

اطلاع فرمادی ہے۔

یاد رہے کہ حضور نبی غیب دان عالم ماکان و مایکون علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیامت کی بہت سی علامتیں بیان فرمائی ہیں جس کا اس کتاب میں ذکر کرنا خوفِ طوالت کی وجہ سے بہت دشوار ہے اس لئے مختصر طور پر یاد رکھئے کہ علاماتِ قیامت دو قسم پر منقسم ہیں:

اول علاماتِ صغریٰ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف سے حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور تک وجود میں آئیں گی جن کا کچھ ذکر اسی کتاب کے پچھلے مضمون زمانۂ حاضرہ میں بیان ہو چکا ہے۔ اس میں سے کچھ یہ بھی ہیں اغلام بازی کا عام ہو جانا، گالی گلوچ بکنا، جھوٹ کر ہنر سمجھنا، کم تولنا، کم ماپنا، دھوکہ و بددیانتی کا عام ہونا، بے غیرتی و بے حیائی کا عام ہو جانا، بے پردگی و فاحشہ چیزوں کا عام ہونا، زبان درازی کا عام ہونا، بے ادبی و گستاخی کا عام ہو جانا۔ آپس میں ہمدردی و سلوک کا اٹھ جانا، آپس میں السلام علیکم کا سلسلہ ختم ہو جانا، لڑائی جھگڑا فساد و فتنے کا زور ہو جانا، اچھی بات کی کوئی قدر و منزلت نہ رہنا، علماء حق کی عزت کا احساس لوگوں کے دلوں سے اٹھ جانا، دین اسلام سے بہت دور ہو جانا، احکام شرعیہ کا خاتمہ ہو جانا، عورت کا خاوند کی ناشکری کرنا، عورتوں کی بدزبانی، زبان درازی کا فتنہ عام ہو جانا، باطل فرقوں کا عام ہو جانا، کفار ممالک اسلامیہ پر قابض ہونے کے لئے اس طرح کوشش کریں گے جیسے دسترخوان پر کھانے کے لئے۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ و بخاری وترمذی ومسلم وابن ماجہ وبیہقی وغیرہا) یہ سب چیزیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غیب دان ہونے کی دلیل قاہرہ ہیں اور آپ لوگوں کے سامنے ہیں۔

جب یہ تمام علامات و آثار اس کے علاوہ نشانیاں نمایاں ہو جائیں تو عیسائی بہت سے ملکوں پر غلبہ پا کر قبضہ کر لیں گے۔ پھر ایک مدت کے بعد عرب اور شام کے ملک میں ابوسفیان کی اولاد سے ایک شخص پیدا ہوگا جو سادات کو قتل کرے گا۔ اس کا حکم ملک شام و مصر کے اطراف میں جاری ہو جائے گا۔ اس اثناء میں بادشاہِ روم کی عیسائیوں کے ایک فرقہ کے ساتھ جنگ اور دوسرے فرقہ سے صلح ہوگی۔ ٹرینوالا فرقہ قسطنطنیہ پر قبضہ کرے

گا۔ بادشاہِ روم دارالخلافہ کو چھوڑ کر ملک شام میں آجائے گا اور عیسائیوں کے مذکورہ فرقہ دوم کی اعانت سے اسلامی فوج ایک خونریز جنگ کے بعد فرقہ مخالف پر فتح مند ہوگی۔ دشمن کی شکست کے بعد فرقہ موافق میں سے ایک شخص بول اٹھے گا کہ صلیب غالب ہوئی اور اسی کی برکت سے فتح کی شکل دکھائی دی۔ یہ سن کر اسلامی لشکر میں سے ایک شخص اس سے مار پیٹ کرے گا اور کہے گا کہ نہیں دین اسلام غالب ہوا اور اسی کی برکت سے فتح ہوئی۔ یہ دونوں اپنی اپنی قوم کو مدد کے لئے پکاریں گے جس کی وجہ سے فوج میں خانہ جنگی شروع ہوجائے گی۔ بادشاہِ اسلام شہید ہوجائے گا۔ عیسائی ملک شام پر قبضہ کرلیں گے اور آپس میں دونوں عیسائی قوموں کی صلح ہوجائے گی۔ بقیۃ السیف مسلمان مدینہ منورہ چلے جائیں گے۔ عیسائیوں کی حکومت خیبر تک پھیل جائے گی۔ اس وقت مسلمان اس تجسس میں ہوں گے کہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کو تلاش کرنا چاہئے تاکہ ان کے مصائب کے دفعیہ کے موجب ہوں اور دشمن کے پنجہ سے نجات دلائیں۔

(احادیث ترمذی وابوداؤد)

اب علامات کبریٰ کے متعلق مختصر طور پر ملاحظہ فرمائیے۔

علم غیب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اور حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کا ظہور

دوم علاماتِ کبریٰ جو حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور سے نفخ صور تک وجود میں آتی رہیں گی اور آغازِ قیامت یہیں سے ہوگا۔ یہی بات سمجھنے کے لئے کافی ہوگی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا کہ میرا بیٹا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے سردار ہے اور فرمایا:

سَیَخْرُجُ مِنْ صُلْبِہٖ رَجُلٌ یسمّٰی بِاِسْمِ نَبِیِّکُمْ (ابوداؤد)

عنقریب اس کی پشت سے ایک شخص پیدا ہوگا (یعنی امام مہدی رضی اللہ

عنہ) جس کا نام تمہارے نبی کے نام پر ہوگا۔

دوسری حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ابوداؤد شریف میں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

حَتّٰی یَبۡعَثَ فِیۡہِ رَجُلًا مِّنِّیۡ اَوۡ مِنۡ اَھۡلِ بَیۡتِیۡ یُوَاطِئُ اسۡمُہٗ اِسۡمِیۡ وَاسۡمُ اَبِیۡہِ اسۡمُ اَبِیۡ یَمۡلَاءُ الۡاَرۡضَ قِسۡطًا وَّ عَدۡلًا کَمَا مُلِئَتۡ ظُلۡمًا (ابوداؤد)

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میرے خاندان میں سے ایک شخص (امام مہدی رضی اللہ عنہ) کو بھیجے گا جس کا نام میرے نام پر ہوگا اور جس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر ہوگا اور وہ زمین کو عدل وانصاف سے معمور کردے گا جس طرح کہ وہ اس وقت سے پہلے ظلم وستم سے معمور تھی۔

تیسری حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے:

قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ الۡمَھۡدِیُّ مِنِّیۡ اجلی الۡجَبۡھَۃِ اَقۡنَی الۡاَنۡفِ (ابوداؤد شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مہدی رضی اللہ عنہ میری اولاد میں سے ہیں ان کی پیشانی روشن کشادہ اور بلند ناک ہوگی۔

مذکورہ تین احادیث شریفہ میں غور کیجئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے پیدا ہونے کی خبر دی اور آپ کے ماں باپ کے نام کی بھی خبر دی اور آپ کے حلیہ کی بھی خبر فرمادی۔

معلوم یہ ہوا کہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے خاندان اور ان کے اسماء والدین اور ان کے حلیہ تک کا آپ کو علم ہے۔

حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ رکن ومقام ابراہیم (علیہ السلام) کے درمیان خانہ

کعبہ کا طواف کرتے ہوں گے کہ آدمیوں کی ایک جماعت آپ کو پہچان کر آپ کے ہاتھ پر بیعت کرے گی۔ اس واقعہ کی علامت یہ ہے کہ اس سے قبل گزشتہ ماہ رمضان میں چاند وسورج کو گرہن لگ چکے گا اور بیعت کے وقت آسمان سے یہ نداء آئے گی:

هٰذَا خَلِيْفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِيُّ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَطِيْعُوْا

بیعت کے وقت آپ کی عمر چالیس سال ہوگی۔ خلافت کے مشہور ہونے پر مدینہ کی پاک فوجیں آپ کے پاس مکہ معظمہ چلی آئیں گی۔ شام و عراق و یمن کے اولیائے کرام و ابدال عظام اور ملک عرب کے لوگ آپ کی افواج میں داخل ہو جائیں گے اور کعبہ شریف میں جو خزانہ مدفون ہے جس کو تاج الکعبۃ کہتے ہیں۔ آپ اس کو نکال کر مسلمانوں پر تقسیم فرمائیں گے۔ اسی اثناء میں خراسان سے مسلمان منصور نامی ایک بہت بڑی مسلمان فوج لے کر آپ کی مدد کے لئے آئے گا جو راستہ میں بہت سے عیسائی بے دینوں کا صفایا کر دے گا اور ادھر سفیانی شخص مسلمانوں کا دشمن بہت بڑی فوج حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے مقابلے کے لئے بھیجے گا۔ یہ فوج جب مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے درمیان ایک میدان میں آکر پہاڑ کے دامن میں مقیم ہوگی تو اسی جگہ قدرت خداوندی سے سب فوج زمین میں ہی دھنس جائے گی۔ مگر صرف دو آدمی بچ جائیں گے۔ ایک حضرت امام مہدی کو اور سفیانی دشمن کو مطلع کرنے کے لئے افواج مسلمانوں کی خبر سن کر عیسائی چاروں طرف سے اور روم کے ممالک سے فوج کثیر لے کر حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے مقابلے کے لئے شام میں مجتمع ہو جائیں گے ان کی فوج کے اس وقت ستر جھنڈے ہوں گے ہر جھنڈے کے نیچے بارہ بارہ ہزار آدمی (۸۴۰۰۰۰) (مسلم)

حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ مکہ شریف سے کوچ فرما کر مدینہ منورہ پہنچیں گے اور رسول خدا احمد مجتبیٰ جناب سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہٖ وبارک وسلم کے گنبد خضریٰ روضہ انور پر حاضری و زیارت سے مشرف ہو کر شام کی جانب روانہ ہو جائیں گے اور دمشق کے قرب و جوار عیسائیوں کی فوج کا آمنا سامنا ہو جائے گا تو

حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کی فوج کے تین گروہ ہو جائیں گے:

ایک تو نصاریٰ کے ڈر سے بھاگ جائے گا جن کی توبہ کبھی قبول نہ ہوگی۔

دوم وہ گروہ جو شہید ہو کر بدر و اُحد کے شہداء کے مراتب کو پہنچیں گے۔

سوم: وہ جو فتح یابی حاصل کرنے یا انجام بد سے بچنے کے لئے چھٹکارا پالیں گے۔ آپ کے ساتھ زندہ ہی ہوں گے۔

دوسرے روز بھی جنگ ہوگی جس میں آپ کے ساتھیوں نے موت یا فتح کا عہد کر لیا ہوا تھا وہ سب شہید ہو جائیں گے۔ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ باقی ماندہ قلیل کے ساتھ تیسرے روز لڑیں گے وہ بھی شہادت کا جام نوش کرلیں گے۔ پھر چوتھے روز حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ محافظ جماعت کو لے کر جو بہت کم ہوں گے دشمن سے لڑیں گے۔ اسی دن خدا تعالیٰ ان کو فتح مبین عطا فرمائے گا۔ عیسائی تباہ و برباد ہو جائیں گے جو تھوڑے بہت رہ جائیں گے۔ وہ ذلت و رسوائی کے ساتھ بھاگیں گے۔ مسلمان ان کا تعاقب کر کے بہتوں کو جہنم رسید کر دیں گے۔ اس کے بعد حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ بے انتہا اس فوج کو انعام و اکرام تقسیم فرمائیں گے اور حضرت امام مہدی بلاد اسلام کے نظم ونسق اور فرائض اور حقوق العباد کی انجام دہی میں مصروف ہوں گے۔ چاروں طرف اپنی فوجیں پھیلا دیں گے۔ ان مہمات سے فارغ ہو کر فتح قسطنطنیہ کے لئے کوچ فرمائیں گے۔ بحیرۂ روم کے ساحل پر پہنچ کر قبیلہ بنو اسحاق کے ستر ہزار بہادروں کو کشتیوں پر سوار کر کے اس شہر کی خلاصی کے لئے جس کو استنبول بھی کہتے ہیں معین فرمائیں گے۔ جب یہ فصیل شہر کے قریب پہنچ کر نعرہ اللہ اکبر بلند کریں گے تو ان کی فصیل نام خدا کی برکت سے منہدم ہو جائے گی مسلمان ہلہ کر کے شہر میں داخل ہو جائیں گے۔ سرکشوں کو قتل کر کے ملک کا ناظم نہایت عدل و انصاف کے ساتھ کریں گے۔ ابتدائی بیعت سے اس وقت تک چھ سات سال کا عرصہ گزرے گا آپ ملک شام کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔

(از احادیث)

یہ جو کچھ بیان ہوا بہت قلیل۔ اب فتنہ دجال کا ظہور ملاحظہ فرمائیے:

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اور دجال کا ظہور

دجال قوم یہود میں سے ہوگا۔ عوام میں اس وقت اس کا لقب مسیح ہوگا۔ ترمذی شریف میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

قَالَ الدَّجَّالُ یَخْرُجُ مِنْ اَرْضٍ بِالْمَشْرِقِ یُقَالُ لَهَا خُرَاسَانُ (ترمذی)

فرمایا کہ دجال مشرق کی ایک زمین سے نکلے گا جس کا نام خراسان ہوگا۔

دوسری حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیہقی میں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

یَخْرُجُ الدَّجَّالُ عَلٰی حِمَارٍ اَقْمَرَ مَا بَیْنَ اُذُنَیْهِ سَبْعُوْنَ بَاعًا (بیہقی)

دجال ایک سفید گدھے پر سوار ہو کر نکلے گا جس کے دونوں کانوں کے درمیان کا حصہ ستر باع چوڑا ہوگا۔

تیسری حدیث حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسلم شریف میں مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

اَلدَّجَّالُ اَعْوَذُ الْعِیْنِ الْیُسْرٰی جُفَالُ الشِّعْرِ مَعَهٗ جَنَّتُهٗ فَصَادُهٗ جَنَّتَهٗ وَ جَنَّتُهٗ نَارٌ (مسلم)

دجال کی بائیں آنکھ کانی ہوگی۔ بہت کثرت سے بال ہوں گے اس کے ساتھ جنت ودوزخ ہوگی۔ اس کی آگ حقیقت میں جنت ہوگی اور اس کی جنت حقیقت میں آگ ہوگی۔

آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِنَّ الدَّجَّالَ مَمْسُوْحُ الْعَيْنِ عَلَيْهَا ظُفْرَةٌ غَلِيْظَةٌ مَكْتُوْبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ كَافِرٌ (ك، ف، ر) يَقْرَءُ كُلُّ مُؤْمِنٍ كَاتِبٍ وَّ غَيْرَ كَاتِبٌ

(مسلم)

بے شک دجال کی آنکھ بیٹھی ہوئی ہوگی اور دوسری آنکھ پر موٹا سا ناخونہ ہوگا اس کی آنکھوں کے درمیان کافر (ک۔ف۔ر) لکھا ہوا ہوگا جس کو ہر مومن خواہ وہ پڑھا لکھا ہو یا نہ پڑھ لے گا۔

مذکورہ احادیث شریفہ سے یہ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی معلوم ہے کہ دجال کون ہے اور کہاں سے خروج کرے گا اور یہ بھی علم ہے کہ گدھے پر سوار ہو کر نکلے گا اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اس کے ساتھ جنت و دوزخ ہوگی (لیکن حقیقت میں نہیں) اور یہ بھی معلوم ہے کہ دجال کانا ہوگا۔ اس کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا جسے ہر مومن خواہ ان پڑھ ہو پڑھ لے گا۔ ثابت ہوا کہ آپ کو تمام حالات کا علم ہے جس کی آپ نے پہلے ہی خبر فرمادی ہے۔

دجال خدائی اور نبوت کا جھوٹا دعویٰ بھی کرے گا اور ستر ہزار یہودی لوگ اس پر ایمان لے آئیں گے اور اس کے پاس خزانہ بہت بڑا ذخیرہ ہوگا۔ جو لوگ اس کی الوہیت کا اقرار کرلیں گے۔ ان کے لئے اس کے حکم سے بارش ہوگی اناج پیدا ہوگا، درخت پھل دار اور مویشی موٹے تازے ہوں گے جو اس کی مخالفت کریں گے۔ ان کے لئے اپنے حکم سے اشیاء خوردہ بند کر دے گا مگر خداداد بندوں کی غذا تسبیح و تہلیل ہو جائے گی۔ زمین کے خزانوں کو حکم دے گا وہ اس کے ساتھ ہو جائیں گے۔ بعض آدمیوں سے کہے گا میں تمہارے مردوں ماں باپ کو زندہ کرتا ہوں تاکہ تم اس قدرت کو دیکھ کر میری خدائی کا یقین کرلو۔ پھر یہ یمن میں جائے گا۔ بددین لوگ اس کے ساتھ ہو جائیں گے۔ پھر لوٹ کر مکہ معظّمہ کے قریب سن ہو جائے گا اور پھر یہ مدینہ منورہ کی طرف قصد کرے گا تو خدا کے ملائکہ اس کو اس میں داخل نہ ہونے دیں گے اور دجال کی فوج بھی مدینہ اقدس میں

داخل نہ ہوسکے گی۔ پھر ایک بزرگ آ کر دجال سے کہیں گے خدا کی قسم تو وہی دجال ہے جس کے متعلق رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ دجال غصہ میں آ کر کہے گا اس کو آرا سے چیر دو۔ پس وہ ٹکڑے کر کے دائیں بائیں جانب پھینک دے گا اور لوگوں سے کہے گا کہ اگر میں دونوں ٹکڑوں کو جوڑ کر پھر اس شخص کو زندہ کر دوں تو میری الوہیت کا اقرار کریں گے۔ اس کے ساتھی کہیں گے ہم پہلے ہی سے مان رہے ہیں۔ ہاں اگر ایسا ہو جائے تو مزید یقین ہو گا۔ پس دجال دونوں ٹکڑوں کو حکم دے گا کہ جمع ہو کر زندہ ہو جائے۔ وہ شخص زندہ ہو جائے گا دجال کہے گا بتاؤ اب بھی میری خدائی میں شک کرتے ہو تو وہی شخص پھر کہے گا واقعی خدا کی قسم تو ہی مردود دجال ہے پھر دجال غصہ میں آ کر کہے گا اس کی گردن پر چھری چلا دو۔ تو بحکم رب تعالیٰ اس کی گردن پر چھری نہ چلے گی تو دجال شرمندہ ہو کر کہے گا: اس کو آگ میں پھینک دو۔ تو اس شخص پر آگ نہیں بلکہ بہار ہو جائے گی۔ اس کے بعد دجال کی طاقت زندہ مردہ ختم ہو جائے گی۔ (ابوداؤد) اور ملک شام کی طرف روانہ ہو جائے گا اور قبل اس کے حضرت امام مہدی رحمۃ اللہ علیہ دمشق آ چکے ہوں گے اور جنگ کی پوری تیاری و ترتیب فوج کر چکے ہوں گے اسبابِ حرب تقسیم کرتے ہوں گے۔ ھکذا مختصراز احادیث اب آگے ملاحظہ فرمائیے۔

علم غیب مصطفوی صلوٰۃ اللہ وسلامہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مشکوٰۃ شریف باب الملاحم میں مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب دجال خروج کرے گا تو اس وقت جو مجاہدین دجال کا مقابلہ کرنے کے لئے تیاری کریں گے میں ان کے نام اور ان کے باپ دادوں کے نام اور ان کے گھوڑوں کے رنگ کو پہچانتا ہوں وہ روئے زمین پر بہترین سوار ہیں۔

حدیث شریف ملاحظہ ہو:

انی لا عرف اسمائهم و اسماء ابائهم و الوان خیرلهم خیر فوادس او من خیر فوادس علی اظهر الارض (مشکوۃ شریف)

غور فرمائیے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان مجاہدین اسلام کے اسماء اور ان کے آباء کے اسماء اور ان کے گھوڑوں کے رنگ تک کو جانتے ہیں۔ جب آپ قربِ قیامت کے لوگوں کو جانتے ہیں تو جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تو کیا ہم کو نہیں جانتے۔ ضرور جانتے اور پہچانتے ہیں۔

علم غیب مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نزول حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں (مؤذن عصر کی نماز کی اذان دے گا لوگ نماز کی تیاری میں ہوں گے)

اِذَا بَعَثَ اللهُ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِیْ دِمَشْقَ بَيْنَ بَيْنَ مَهْدُوْدَتَيْنِ وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلٰى اَجْنَحَتَيْنِ مَلَكَيْنِ اِذَا طَاطَا رَأْسَهٗ وَاِذْ دَفَعَهٗ تَحَدَّرَ مِنْهُ مِنْهُ مِثْلُ جُمَّانٍ كَاللُّؤْلُؤِ فَلَا يَحِلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ مِنْ رِيْحِ نَفْسِهٖ اِلَّا مَاتَ (ترمذی)

اچانک اللہ تعالیٰ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کو بھیجے گا جو دمشق کے مشرقی سفید منارہ پر نازل ہوں گے۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوں گے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے آسمان سے نازل ہوں گے وہ اپنا سر جھکائیں گے تو پسینہ ٹپکے گا اور سر اٹھائیں گے تو ان کے سر سے چاندی کے دانوں کی مانند جو موتیوں جیسے ہوں گے قطرے گریں گے جو کافر آپ کے سانس کی ہوا پائے گا مر جائے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نازل ہونے کے تمام حالات کا بھی علم ہے جبھی آپ نے ان کے نزول کے متعلق پہلے ہی سے خبر فرما دی ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عالمین میں جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے سب کا آپ کو علم ہے۔

حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی منارہ پر جلوہ افروز ہو کر آواز دیں گے۔ سُلّم، یعنی سیڑھی لے آؤ۔ پس سیڑھی حاضر کر دی جائے گی۔ آپ اس کے ذریعہ سے فروکش ہو کر حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ سے ملاقات فرمائیں گے۔ پھر آپ نماز میں شامل ہوں گے۔ آپ رات امن و امان کے ساتھ بسر کریں گے۔ دوسرے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے میرے لئے ایک گھوڑا و نیزہ لاؤ تاکہ اس دجال ملعون کے شر سے زمین کو پاک کر دوں۔ پس دجال پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اسلامی فوج اس کے لشکر پر حملہ آور ہو گی جہاں تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سانس کی ہوا جائے گی وہ وہیں نیست و نابود ہو جائیں گے۔ (مسلم شریف)

دجال آپ کے مقابلے میں بھاگے گا اور مقام لد (ملک شام میں ایک پہاڑ ہے پر جا کر چھپے گا) تو آپ اس کا تعاقب کر کے وہاں پہنچیں گے اور دجال کو قتل کر دیں گے۔ اگر آپ جلدی نہ کریں گے تو دجال آپ کے سانس سے ہی پگھل جائے (جیسے پانی میں نمک) اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو لوگ دجال کے فتنہ سے تکالیف اٹھاتے رہے اور اس کی پیروی نہ کی ان کو جنت و اجر عظیم کی بشارت دیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل خنزیر اور شکست صلیب اور کفار سے جزیہ نہ قبول کرنے کے احکام صادر فرما کر تمام کفار کو اسلام کی طرف مدعو فرمائیں گے۔ خدا کے فضل سے کوئی کافر بلا د اسلام میں نہ رہے گا۔ بعد ازاں حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو جائے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی آپ کی نماز جنازہ پڑھا کر دفن فرمائیں گے۔ (مشکوٰۃ شریف)

ہذا بیان قلیل اب؟؟؟ یاجوج وماجوج کے متعلق ملاحظہ فرمائیے۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اور فتنہ قوم یاجوج وماجوج

حدیث ترمذی شریف میں مروی ہے کہ حضور نبی غیب دان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

اِذْ اُوْحیَ اللّٰہُ اِلٰی عِیْسٰی اَنِّیْ قَدْ اَخْرَجْتُ عِبَادًا لِّیْ لَا یَدَانِ لِاَحَدٍ بِقَاتِلِھِمْ فَحَرِّزْ عِبَادِیْ اِلَی الطُّوْرِ وَیَبْعَثُ اللّٰہُ یَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ وَھُمْ مِّنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ فَیَمُدُّ اَوَائِلُھُمْ عَلَی الْحیرَۃِ مُبْرِیَّۃِ فَیَشْرَبُوْنَ مَا فِیْھَا (ترمذی)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف وحی بھیجے گا کہ میں نے اپنے بہت سے بندے پیدا کئے ہیں جن میں لڑنے کی طاقت نہیں تم میرے بندوں کو کوہِ طور کی طرف لے جاؤ (جہاں مضبوط قلعہ ہے) پھر خدا تعالیٰ یاجوج اور ماجوج کو بھیجے گا جو ہر بلند زمین سے اتریں گے اور دوڑیں گے اور ان کی جماعت طبریہ (یعنی واقع شام) کے تالاب پر پہنچے گی اور اس کا سارا پانی پی جائے گی۔

غور فرمایئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم یاجوج اور ماجوج کے بھی تمام حالات بیان فرما دیئے ہیں۔ بتایئے پھر اس آقا سیّد دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی شے مخفی ہوسکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ جنہوں نے ہر آئندہ چیز کے متعلق کئی سو سال پہلے خبر فرما دی ہے۔

یاجوج وماجوج ایسی خطرناک قوم ہوگی کہ لوگوں کے قتل کرنے میں ذرا دریغ نہ کرے گی۔ وہی لوگ محفوظ رہیں گے جو کوہ طور کے ایک قلعہ میں ہوں گے یہ قلعہ آج کل بھی موجود ہے یہ یاجوج وماجوج بحیرۂ طبریہ میں پہنچے گی جو اس کا تمام پانی پی کر خشک کر

دے گی۔ بحیرۂ طبریہ طبرستان میں ایک مربع چشمہ ہے۔ یہ قوم چلتی چلتی جبل خم پر پہنچے گی جو بیت المقدس کا ایک پہاڑ ہے تو یہاں آ کر یہ قوم کہے گی کہ زمین کے تمام لوگ تو ہم نے مار ڈالے اب آسمان والوں کو قتل کریں وہ آسمان پر تیر پھینکیں گے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے ان تیروں کو ویسے ہی خون آلودہ کر کے لوٹا دے گا۔ قوم یاجوج و ماجوج بڑی خوش ہوگی کہ ہم نے تو آسمان والوں کو بھی مار دیا ہے۔ اس فتنہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہمراہیوں پر غلہ کی زبردست تنگی ہوگی۔ (ابوداؤد و مشکوٰۃ)

آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے یہ دعا فرمائیں گے اور ہمراہی آمین کہیں گے تو اللہ تعالیٰ قوم یاجوج و ماجوج پر ایک بیماری (مثل طاعون کے) نازل فرمائے گا جس سے تمام قوم یاجوج و ماجوج رات ہی میں تباہ ہو جائے گی پھر ایک جانور پرندوں کی ٹولی اللہ تعالیٰ بھیجے گا جو ان لاشوں کو جزیروں اور دریاؤں میں پھینک دے گی اور بارش بھی ہوگی پھر لوگ بڑی اچھی زندگی بسر کریں گے۔ یہ سب واقعات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد میں ہوں گے دنیا میں آپ کا قیام چالیس برس رہے گا۔ (ترمذی، ابوداؤد)

ھذا بیان قلیل۔

یاد رہے کہ قصہ یاجوج و ماجوج کے متعلق قرآن کریم نے بھی سورۂ کہف میں بیان فرمایا ہے جس کے ساتھ حضرت ذوالقرنین کی دیوار بنانے کا ذکر ہے اور اس دیوار سے ہی اپنے وقت کے مطابق یہ قوم خروج کرے گی۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

اور حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام وابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اِلَى الْاَرْضِ فَيَتَزَوَّجُ وَيُوْلَدُ لَهٗ وَيَمْكُثُ خَمْسًا وَّاَرْبَعِيْنَ سَنَةً ثُمَّ

يَمُوْتُ فَيُدْفَنُ مَعِى فِى قَبْرِىْ فَاَقُوْمُ اَنَا وَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ فِى قَبْرٍ وَاحِدٍ بَيْنَ اَبِى بَكْرٍ وَّ عُمَرًا ۔ (مشکوٰۃ شریف)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام زمین پر نازل ہوں گے نکاح کریں گے اوران کے اولاد ہوگی وہ پینتالیس برس تک دنیا میں رہیں گے۔ پھر وہ وصال فرمائیں گے اور میری قبر میں دفن کئے جائیں گے (قیامت کے دن) میں اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ایک قبر سے ابی بکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کے درمیان اٹھیں گے۔

حدیث بالا سے چار باتیں روشن ہوئیں:

اول یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد نکاح کرنا اوران کے ہاں اولاد بھی پیدا ہونے کا علم ہے۔

دوم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی علم ہے کہ قیامت کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام میرے روضہ اطہر میں میرے ساتھ مدفون ہوں گے۔

سوم یہ کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ بھی علم تھا کہ میرے ساتھ روضہ اطہر میں حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وحضرت سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مدفون ہوں گے۔ جیسا کہ آج بھی یہ بات روشن ہے۔

چہارم آپ کو یہ بھی علم ہے کہ قیامت کے دن ہم چاروں اکٹھے ہی اٹھیں گے۔

اب اس کے بعد ایک شخص کے پیدا ہونے کے اور دیگر حالات کے متعلق ملاحظہ فرمائیے۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلیفہ جہجاہ دھواں و طلوع الشّمس من مغربہا ودابۃ الارض اور سر دہوا کا ظہور

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال شریف کے بعد ازاں ایک شخص خلیفہ ہوں گے جن کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَخْرُجُ رَجُلٌ مِّنْ قَحْطَانِ الخ یُقَالُ لَهٗ الْجَهْجَا۔ (مسلم شریف)

قیامت نہ آئے گی یہاں تک کہ ایک شخص قحطان سے نکلے گا جس کو جہجا کہا جائے گا۔

معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے شخص کے خاندان اور اس کے نام تک کا علم ہے جو قیامت کے بالکل قریب پیدا ہونے والا ہے۔ یہ شخص مسمی جہجا خلیفہ ہوں گے اور نہایت ہی عدل وانصاف کے ساتھ امور خلافت کو سرانجام دیں گے۔ اسی اثناء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک مقام مشرق میں دھنس جائے گا اور دوسرا مغرب میں جس سے منکرین لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔ (ابوداؤد)

اس کے بعد ایک دھواں نمودار ہو کر زمین پر چھا جائے گا جس سے لوگ تنگ ہوں گے تو مسلمان صرف ضعف دماغ و کدورت وحواس و زکام میں مبتلا ہو جائیں گے مگر منافقین و کفار بے ہوش ہو جائیں گے۔ یہ دھواں چالیس دن تک رہے گا۔

بعدہٗ تین چار راتیں بہت لمبی گزریں گی اس کے بعد سورج مغرب سے ایک قلیل روشنی کے ساتھ طلوع ہو گا تو لوگ توبہ واستغفار کریں گے مگر توبہ کا دروازہ اس وقت بند ہو جائے گا۔

اس کے بعد اپنی معمولی روشنی کے ساتھ مشرق سے طلوع ہوتا رہے گا۔ دوسرے روز کوہِ صفا جو کعبہ کے مشرقی جانب واقع ہے زلزلہ سے پھٹ جائے گا۔ (مسلم شریف)

دابۃ الارض۔ یہ ایک نادر شکل کا جانور سات جانوروں سے مشابہت رکھتا ہو گا۔ چہرہ میں آدمی سے، پاؤں میں اونٹ سے، گردن میں گھوڑے سے، دم میں بیل سے، سر میں ہرن سے، سینگوں میں بارہ سنگوں میں سے، ہاتھوں میں بندر سے اور نہایت فصیح اللسان ہو گا اس کے ہاتھ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور دوسرے میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری یہ جانور بہت تیزی سے شہروں میں دورہ کرے گا۔

جو آدمی صاحب ایمان ہوگا اس کی پیشانی پر ایک نورانی خط کھینچے گا جس سے اس کا چہرہ چمکے گا اور انگشتری سے جو صاحب ایمان نہ ہوگا اس کی پیشانی پر مہر کالے رنگ کی لگا دے گا جس سے اس کا چہرہ سیاہ ہو جائے گا۔ اس کے بعد ٹھنڈی ہوا جنوب سے چلے گی جس سے مومن خوش ہوں گے اور کافر مرنے شروع ہو جائیں گے۔ اس کے بعد حبش کا غلبہ ہوگا اور وہ خانہ کعبہ کو ڈھا دیں گے۔ حج موقوف ہو جائے گا۔ قرآن شریف دلوں، زبانوں اور کاغذوں پر سے اٹھا لیا جائے گا۔ خدا ترسی، حق شناسی، خوفِ آخرت لوگوں کے دلوں سے معدوم ہو جائے گا۔ تمام برائیوں کا دورہ ہو جائے گا۔ پھر ایک آگ نمودار ہوگی لا تقوم الساعة الا فی یوم الجمعه پھر روز جمعہ دسویں محرم شریف کو نفخ صور ہوگا۔ اسی روز قیامت برپا ہو جائے گی۔ (ہکذا مشکوٰۃ ابوداؤد و ترمذی)

گزشتہ مضمون میں یہ جو گزر چکا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ علم تھا کہ میرے روضہ اطہر میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق و حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما مدفون ہوں گے اور قیامت کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی مدفون ہوں گے۔ اب مناسب سمجھتا ہوں کہ یہ بھی بیان کئے دوں کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے وصال شریف اور مقام کا بھی علم تھا تا کہ اس شبہ کا ازالہ بھی ہوتا جائے۔

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو
اپنے وصال اور مقام کا علم

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے:

عَنْ مَعَاذِ ابْنِ جَبَلَ قَالَ بَعَثَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَی الْيَمَنِ خَرَجَ مَعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوَمِّيهِ وَ مَعَاذُ رَاكِبٌ وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِيْ تَحْتَ رَاحِلَةً فَلَمَّا فَوْغَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعَاذُ اِنَّكَ عَسٰی اَنْ

لَا تَلْقَانِیْ بَعْدَ عَامِیْ هٰذَا وَ لَعَلَّكَ اَنْ تَمُرَّ بِمَسْجِدِیْ هٰذَا وَقَبْرِیْ فَبَکٰی مُعَاذٌ جَشْعًا لِفِرَاقِ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ۔(مشکوۃ شریف)

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کی طرف بھیجتے وقت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کے ساتھ وصیت فرماتے ہوئے تشریف لائے اور جب وصیت فرما چکے تو فرمایا اے معاذ قریب ہے کہ اس سال کے بعد ہماری تمہاری ملاقات نہ ہو اور شاید کہ تم میری اس مسجد اور قبر پر سے گزرو۔ یہ کلمہ جانگزیں سن کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فراقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال سے بے قرار ہو کر رونے لگے۔

اس حدیث شریفہ سے یہ معلوم ہوا کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے وصال فرمانے اور اپنی آخری آرام گاہ کا بھی علم تھا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یہ فرمایا کہ قریب ہے اس سال کے بعد ہماری تمہاری ملاقات نہ ہو اور ان تمر بمسجدی هٰذا وقبری (ہوسکتا ہے تم میری مسجد و قبر پر سے گزرو) یہ کلمہ جانگزیں سن کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بے قرار ہو کر فراق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں رونے لگے۔ آپ یقین کیجئے کہ آج بھی اس حدیث مبارکہ کو پڑھتے اور لکھتے دیکھتے بے اختیار آنسو بھر آتے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ بھی علوم خمسہ میں سے ہے کہ کوئی کب مرے گا اور کہاں مرے گا۔

ایک اور حدیث حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلَی الْحَوْضِ مِنْ مَّقَامِیْ هٰذَا ثُمَّ قَالَ اِنَّ عَبْدًا عُرِضَتْ عَلَیْهِ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتُهَا فَاخْتَارَ الْاٰخِرَۃَ ۔

(مشکوۃ شریف)

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں اس مقام سے حوض کوثر کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا خدا کا ایک بندہ جس کے سامنے دنیا کی زینت پیش کی گئی لیکن اس بندہ نے آخرت کو پسند کیا۔

اس حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے وصال کے وقت کا علم تھا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ فرش پر کھڑے ہو کر حوض کوثر کو ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ بتائیے جو حوض کوثر کو زمین پر رہ کر ملاحظہ فرما رہے ہیں ان سے دنیا کی کوئی شے مخفی رہ سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

اس حدیث کے آگے آتا ہے کہ جب آپ نے یہ الفاظ دہرائے کہ بندہ کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ دنیا کو پسند کرے یا آخرت کو۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ الفاظ سن کر رونے لگے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی اللہ کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ جب چاہیں اپنا وصال ہونا پسند فرمالیں۔ یہ صرف آپ ہی کے لئے نہیں بلکہ کل انبیاء علیہم السلام کو اختیار ہوتا ہے۔

جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے:

اَنَّہٗ لَنْ یَّقْبِضَ نَبِیٌّ حَتّٰی یَرٰی مَقْعَدَہٗ مِنَ الْجَنَّۃِ ثُمَّ یُخَیِّرُہٗ

(بخاری ومسلم شریف)

تحقیق کسی نبی کی رُوح اس وقت تک قبض نہیں کی جاتی جب تک وہ اپنا ٹھکانا جنت دنیا ہی میں نہ دیکھ لیں اور پھر انہیں اختیار دیا جاتا ہے چاہے دنیا میں رہنا پسند کرلیں یا آخرت کا۔

اس حدیث مبارکہ سے دو باتیں واضح ہوگئیں:

ایک یہ کہ نبی اللہ کو اپنے مقام جنت کا بھی علم ہوتا ہے۔

دوسری یہ کہ خدا کے انبیاء کرام علیہم السلام کو یہ اختیار ہوتا ہے جب ان کی مرضی ہو وہ

وصال فرمائیں۔ یہ ہر نبی کا خاصہ ہے۔

اس حدیث مبارکہ سے انبیاء علیہم السلام کو اپنے جیسا بشر قیاس کرنے والوں کے لئے اور یہ کہنے والوں کہ نبی کو (معاذ اللہ) اپنے خاتمہ کا بھی پتہ نہیں۔ ایک زبردست دلیل ہے۔ اس کے علاوہ اور بے شمار احادیث ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمانے کے متعلق پہلے ہی خبریں دے دیں۔ یاد رہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنے انتقال کے بعد اسی طرح زندہ رہتے ہیں جس طرح وہ اپنی ظاہری حیات میں ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی وفات کے متعلق پہلے ہی خبریں دی ہیں اور بہت سے اولیاء کرام علیہم الرحمۃ کو بھی اس جناب کے واسطہ سے اپنے انتقال کا علم ہوتا ہے۔ جیسا کہ صاحب تفسیر عرائس البیان آیہ وماتدری نفس بای ارض تموت کے ماتحت فرماتے ہیں:

وربما قالوا انی امرت بموضع کذاومنهم ابو غریب الاصفهانی قدس الله روحه مرض فی شیراز فی زمان الشیخ ابی عبدالله بن حنیف قدس روحه و قال ازامت فی شیراز فلا دفنونی الا فی مقابر الیهود فانی سالت الله ان اموت فی طرطوس فبراؤ مضی الی طرطوس ومات بهارحمة الله علیه

(تفسیر عرائس البیان)

حاصل یہ ہے کہ اولیاء اللہ نے اکثر کہا ہے کہ میں فلاں جگہ مروں گا اور انہی میں سے ابو غریب اصفہانی رحمہ اللہ بھی ہیں کہ وہ بھی شیراز میں ابو عبداللہ بن حنیف رحمہ اللہ کے زمانہ میں مریض ہو کر کہنے لگے کہ اگر میں شیراز میں مروں تو مجھ کو مقابر یہود میں دفن کرنا میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا ہے کہ میں طرطوس میں مروں۔ پس وہ اچھے سو گئے اور طرطوس میں جا کر وفات پائی۔

اس آیت کی تفسیر سے یہ معلوم ہو گیا کہ حضرت ابو غریب اصفہانی رحمۃ اللہ کو یہ یقین تھا کہ ہمیں طرطوس جا کر موت آئے گی جبھی تو دعوے سے فرما دیا کہ اگر شیراز میں وفات ہو تو مجھے یہودیوں کے گورستان میں دفن کرنا یعنی مجھے شیراز میں ہرگز موت نہ آئے گی۔ کیا اب بھی کسی کو شبہ کی گنجائش رہ سکتی ہے کہ جس آیت شریفہ کو مخالفین جگہ جگہ اپنے باطل عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے پھرتے ہیں کہ کسی کو معلوم نہیں کہ کوئی کب اور کہاں مرے گا۔ ہم نے اسی آیت کے ماتحت تفسیر کا حوالہ دے کر ثابت کر دیا کہ اس حضرت جناب کی بدولت اس کا علم اولیاء کرام علیہم الرحمۃ کو بھی ہوتا ہے چہ جائیکہ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔ جیسا کہ یہ بھی لکھا جا چکا کہ آیت بای ارض تموت سے ذاتی علم مراد ہے نہ یہ کہ کسی کو یہ علم عطا نہیں ہوتا۔

اس کے علاوہ شیخ ولی الدین ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی فی اسماء الرجال میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا حال لکھتے ہیں:

قال المزنی دخلت علی الشافعی فی علته التی مات فیها فقلت کیف اصبحت قال اصبحت من الدنیا راحلا والاخوانی مفارقاً والکاس المنیة شارباً وبسوء اعمالی ملا قیا وعلی اللہ وار دا (اسماء الرجال)

یعنی مزنی نے کہا کہ جس مرض میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پائی اس میں ان کے پاس گیا اور میں نے کہا کہ آپ نے کس حال میں صبح کی۔ فرمایا اس حال میں کہ میں دنیا سے سفر کرنے والا ہوں۔ اپنے بھائیوں سے جدا ہونے والا ہوں۔ موت کا جام پینے والا ہوں اپنے کئے ہوئے اعمال سے ملنے والا ہوں۔ اللہ پر وارد ہونے والا ہوں۔

لیجئے جناب! یہاں تو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وفات کی پہلے ہی خبر دی اور مخالفین کو ابھی جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں بھی شبہ ہے۔

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے وصال کا علم

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بخاری شریف میں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر حضرت سیہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بحالت علالت بلایا اور ان کے کان میں کوئی بات کہی (یعنی میں اس مرض میں وصال کر جانے والا ہوں) تو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا رونے لگیں۔ پھر آپ نے ان کے کان میں کچھ فرمایا تو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہنسنے لگیں۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے رونے اور ہنسنے کی وجہ دریافت کی تو حضرت زہرا خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ پہلی بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ میرا اس مرض میں وصال ہوگا۔ جس کی وجہ سے میں رونے لگی۔ پھر دوبارہ آپ نے یہ فرمایا:

ثُمَّ سَارَنِی فَاَخْبَرَنِی اَنِّی اَوَّلُ اَھْلُ بَیْتِہٖ اَتْبَعُہٗ فَضَحِکْتُ

(بخاری شریف)

پھر میری اہل بیت میں سب سے پہلے تم ہی مجھ سے ملوگی تو میں ہنسنے لگی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بیٹی سیدہ النساء العالمین حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کا علم تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ کے وصال کے چھ ماہ بعد حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوگیا۔

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے انتقال کا علم

ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات نے عرض کی: یا حبیب اللہ!

(صلی اللہ علیہ وسلم) بتایئے آپ کے وصال کے بعد ہم میں سب سے پہلے کون وصال کرے گی؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اطولکن یدًا (بیہقی شریف)

جو تم میں سب سے زیادہ خیرات کرنے والی ہے۔ (یعنی حضرت زینب رضی اللہ عنہا)

ازواج مطہرات فرماتی ہیں کہ آپ کے وصال کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو ہم نے سمجھ لیا کہ آپ نے انہیں کے متعلق فرمایا تھا اس لئے کہ حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بہت سخی اور خیرات کرنے والی تھیں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زوجہ کے وصال کا علم تھا۔ کہیں ایسا نہ سمجھ لیجئے کہ اسی زوجہ کے وصال کا ہی علم تھا بلکہ ساری دنیا کے لوگوں کے زندہ رہنے اور مرنے کا آپ کو علم ہے۔

مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے وصال کا علم

حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ میں بیمار ہوگئیں۔ ان کے عزیز واقارب گھبرائے تو آپ نے فرمایا:

اَخْرِجُوْنِیْ مِنْ مَّکَّۃَ فَاِنِّیْ لَامَوْتُ بِھَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَنِیْ اِنِّیْ لَاموت بِمَکَّۃَ (بیہقی)

مجھے مکہ شریف سے لے چلو کیونکہ میں مکہ میں وفات نہیں پاؤں گی اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا ہے۔

چنانچہ ان کے عزیز واقارب ان کو مکہ سے لے کر مدینہ منورہ آگئے تو مدینہ پاک

میں ہی ان کا انتقال[1] ہوا۔

ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے انتقال[1] اور مقام کا بھی علم تھا اور سبحان اللہ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان اور صحابیات اور ازواجِ مطہرات اور اہل بیت رضوان اللہ کا سرورِ کون ومکاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب پر کتنا پختہ ایمان تھا۔

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا علم

اسد اللہ الغالب حیدر کرار سیّدنا حضرت علی المرتضیٰ مشکل کشا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

"تمہیں ایک ضرب یہاں اور ایک یہاں لگے گی۔"

اور آپ نے کنپٹی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

فَيَسِيْلُ وَمَا حَتّٰى يَخْضِبَ لِحَيّتك

پس تمہارے خون نکلے گا اور تمہاری داڑھی خون میں تر ہو جائے گی۔

اس حدیث مبارکہ میں حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام المشارق والمغارب حضرت سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت کا نقشہ قبل از وقت کھینچ کر رکھ دیا ہے اور اس کی کیفیت بھی بیان فرمادی ہے اس سے ثابت ہوا کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا علم تھا۔

حاکم کی روایت میں ہے کہ ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے۔ لوگوں نے آپ کی حالت دیکھ کر کہا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اسی مرض میں انتقال فرما جائیں گے جس پر حضور نبی غیب دان صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] وصال

لن یموت الا مقتولا (خصائص کبریٰ)

ہرگز نہیں۔علی تو شہید ہوں گے۔(یعنی اس مرض میں ان کا انتقال[1] نہیں ہو گا)

تو حاصل یہ ہوا کہ حضرت امام المشارق والمغارب سیّدنا علی المرتضیٰ مشکل کشا رضی اللہ عنہ کی شہادت کا حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا جس کی آپ نے قبل از وقت خبر فرما دی۔

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو
حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا علم

بیہقی وحجتہ اللہ علی العالمین میں ہے کہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ بن مسعود ثقفی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کی کہ مجھے اجازت دیجئے تا کہ میں اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دوں۔اس پر حضور عالم ما کان وما یکون صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انهم قاتلوك (بیہقی وحجتہ اللہ علی العالمین)

(اے عروہ!) تمہاری قوم تمہیں قتل کر دے گی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ اپنی قوم کی طرف لوٹے اور ان کو تبلیغ کی مگر قوم اسلام نہ لائی۔آپ فجر کی نماز ادا فرما رہے تھے کہ ایک ثقفی نے آپ کو نیزہ مار کر شہید کر دیا۔

ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا علم تھا اور یہ بھی معلوم تھا کہ انہی کی قوم کا ایک آدمی ان پر قاتلانہ حملہ کرے گا۔

---

[1] وصال

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زید بن ارقم کی بینائی چلے جانے کے متعلق علم

حضرت اُنیسہ رضی اللہ عنہا بنت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے حدیث مشکوٰۃ شریف وبیہقی میں مروی ہے کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیمار تھے کہ:

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلٰی زَیۡدٍ یَعُوۡدُہٗ مِنۡ مَرَضٍ کَانَ بِہٖ قَالَ لَیۡسَ عَلَیۡکَ مِنۡ مَرَضِیۡکَ بَاۡسٌ وَلٰکِنَّ کَیۡفَ لَکَ اِذَا عُمِرۡتُ بَعۡدِیۡ فَعَمِیۡتَ قَالَ اَحۡتَسِبُ وَاَصۡبِرُ قَالَ اِذًا قَدَخَلَ الۡجَنَّۃَ بِغَیۡرِ حِسَابٍ قَالَ فَعَمِّیَ بَعۡدَ مَاتَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَدَّا اللّٰہُ عَلَیۡہِ بَعۡدَہٗ ثُمَّ مَاتَ (مشکوٰۃ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کو تشریف لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے زید! تیری بیماری خوفناک نہیں ہے لیکن اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جبکہ میرے بعد تیری عمر دراز ہوگی اور تیری آنکھوں کی بینائی جاتی رہے گی۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے عرض کی میں ثواب کا طالب ہوں گا اور صبر کروں گا۔ آپ نے فرمایا تب تو تو بے حساب جنت میں جائے گا۔ راوی کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد زید بن ارقم کی بینائی جاتی رہی۔ کچھ عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے پھر بینائی عطا فرمادی اور اس کے بعد وہ وصال کر گئے۔

اس حدیث شریفہ سے یہ معلوم ہوا کہ حضور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی بینائی چلے جانے کا علم تھا اور یہ علم تھا کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی عمر دراز ہوگی اور ان کا اس مرض میں وصال نہیں ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی بینائی جاتی رہی۔

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وسلم کو
حضرت عبداللہ بن بسر کی عمر کا علم

بیہقی اور حجۃ اللہ علی العالمین میں یہ حدیث مروی ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وسلم نے ایک صحابی حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

یَعِیْشُ ھٰذَا الْغُلَامُ قَرْنًا فَعَاشَ مِائَةَ سَنَةٍ (حجۃ اللہ علی العالمین)

اس لڑکے کی عمر ایک سو سال ہوگی۔

حدیث شریف سے یہ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم تھا کہ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کی عمر ایک سو سال ہوگی۔ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ واقعی حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کی عمر ایک سو سال ہی ہوئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تو ہر ایک فرد کی عمر کا علم ہے۔

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو
مَا فِی الْاَرْحَامِ کا علم

امام ابونعیم حضرت ابن عباس سے راوی ہیں کہ مجھے حضرت اُمّ فضل رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب سے گزری تو آپ نے مجھ سے فرمایا:

اِنَّکَ حَامِلٌ بِغُلَامٍ فَاِذَا وَلَدْتِہٖ فَائْتِنِیْ (حجۃ اللہ علی العالمین)

تو ایک فرزند کے ساتھ حاملہ ہے جب وہ پیدا ہو جائے تو اس کو میری خدمت میں لانا۔

حضرت اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خبر کے

مطابق لڑکا پیدا ہوا میں اس کو لے کر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کے سیدھے کان میں اذان دی اور بائیں میں اقامت اور اپنا لعابِ دہن شریف لڑکے کے منہ میں ڈال دیا اور فرمایا:

اِذْهَبِىْ بِاَبِى الْخُلَفَاءِ وَ سَمَّاهُ عَبْدُ اللهِ (حجۃ اللہ علی العالمین)

اس خلیفوں کے باپ کو لے جا اور آپ نے بچہ کا نام عبداللہ تجویز فرمایا۔

حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے کا نام عبداللہ رکھا ہے اور اس کو خلیفوں کا باپ فرمایا ہے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو کچھ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے حق ہے۔ چنانچہ اس پیش گوئی کے مطابق حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ خلیفوں کے باپ ہوئے اور کئی خلیفے آپ ہی کی اولاد سے ہوئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو مافی الارحام کا بھی علم ہے۔

دوم آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ اس لڑکے کی اولاد میں بادشاہ ہوں گے۔

ثابت ہوا کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مافی الارحام کا علم ہے اور اسی جناب سرور کون و مکان کی بدولت یہ علم اولیائے عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کو بھی حاصل ہے۔ دیکھئے حضرت سلطان العارفین خواجہ خواجگان بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے خاقان میں حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش کی اطلاع ان کے پیدا ہونے سے کئی سال پہلے ہی اپنے مریدوں کو دے دی اور ان کی صورت و سیرت، تاریخ ولادت اور نام وغیرہ کے متعلق پوری خبر فرما دی کہ اس مقام سے عارف باللہ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوں گے۔ چنانچہ ایسے ہی ہو بہو ہوا۔ (از تذکرۃ الاولیاء) ایسے ہزارہا واقعات معتبر کتب صحیحہ سے ثابت ہیں۔ میرے خود مرشدی و سندی حضرت صوفی حسن محمد صاحب دامت فیوضہم العالیہ آستانہ عالیہ نقشبندیہ گوجرانوالہ کے کئی ایسے واقعات چشم دید ہیں اور

عینی شاہد بھی ہیں کہ آپ نے کئی احباب کو ان کے ہاں لڑکا یا لڑکی کے پیدا ہونے کی خبریں دی ہیں۔ یہ محض اس ذات رب العزت کے فضل وکرم اور اس کے محبوب سرکار سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وسلم کی رحمت وعنایت سے غلاموں کو بھی یہ علوم حاصل ہیں جن کے غلاموں کے علوم کا یہ عالم ہے۔ ان کے آقا کے علوم کی کیا شان و رفعت ہوگی۔

اب ذرا مخالفین کا بھی ایک حوالہ ملاحظہ کیجئے۔

دیوبندیوں کے دادا پیر کو استقرارِ حمل سے پہلے مولوی اشرف علی تھانوی کے پیدا ہونے کا علم ہو گیا

دیوبندیوں وہابیوں کے مولوی عزیز الحسن دیوبندی اشرف السوانح صفحہ ۳۵ میں مولوی اشرف علی تھانوی کی پیدائش کے متعلق لکھتے ہیں کہ اشرف علی تھانوی کی والدہ کے ہاں اولاد زندہ نہ رہتی تھی تو ایک مرتبہ مولوی اشرف علی تھانوی کی نانی و نانا صاحب نے حافظ پیر غلام مرتضٰی صاحب مجذوب پانی پتی سے شکایت کی کہ حضرت ہماری لڑکی کی اولاد زندہ نہیں رہتی۔ پیر صاحب نے کچھ ارشاد فرمایا اور کہا اب کے جو بچے پیدا ہوں وہ حضرت سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد کر دینا۔ اس کے بعد حافظ پیر غلام مرتضٰی مجذوب صاحب نے کہا:

(بلفظہٖ) پھر فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس کے دو لڑکے ہوں گے اور زندہ رہیں گے۔ ایک کا نام اشرف علی خاں، دوسرے کا نام اکبر علی خان رکھنا۔"

پھر یہ بھی فرمایا:

ایک میرا ہوگا وہ مولوی و حافظ ہوگا اور دوسرا یعنی اکبر علی دنیادار ہوگا۔"

چنانچہ یہ سب پیش گوئیاں حرف بحرف راست نکلیں حضرت والا یعنی اشرف علی تھانوی فرمایا کرتے ہیں کہ مجھ پر مجذوب صاحب کا روحانی اثر ہے جن

کی دعا سے میں پیدا ہوا ہوں اس لئے میری زبان بولتے وقت اکھڑتی ہے۔ (اشرف السوانح ص ۳۵و۳۶)

دیکھا آپ نے مولوی اشرف علی تھانوی اور ان کے برادر اکبر علی کے پیدا ہونے کے متعلق ان کے دادا پیر غلام مرتضیٰ صاحب استقرار حمل سے قبل ہی پیش گوئی دے رہے ہیں اور ساتھ ہی دادا پیر مجذوب صاحب یہ بھی پیشگوئی دے رہے ہیں کہ اشرف علی خاں مولوی و حافظ ہوگا اور دوسرا بھائی اکبر علی خاں دنیا دار ہوگا۔ یعنی یہ کہ دونوں کی زندگی کے تمام حالات کی خبر دے رہے ہیں اور لطف یہ کہ گو مولوی اشرف علی تھانوی اولیاء عظام سے استمداد کے منکر ہی ہیں لیکن اس کے باوجود اس بات کا اقرار کر رہے ہیں کہ مجھ پر مجذوب صاحب کا روحانی اثر ہے جن کی دعا سے میں پیدا ہوا ہوں اور اس سے بڑھ کر کمال یہ کہ دادا پیر غلام مرتضیٰ صاحب مجذوب فرماتے ہیں کہ اب کے جو بچے پیدا ہوں وہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیں کیونکہ پہلے بچے ہو کر مر جایا کرتے تھے، اب جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیں تو زندہ رہیں گے اسی لئے تھانوی صاحب کے نام میں نسبت علی کا لفظ ہے یعنی اشرف علی، یعنی کہ غیر اللہ کی نسبت رکھ کر تھانوی صاحب زندہ رہے ورنہ حمل ساقط ہی ہو جاتا۔

لیکن افسوس تو یہ ہے کہ جس پیر دادا غلام مرتضیٰ کی دعا اور پیش گوئی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی مشکل کشائی کی طفیل مولوی اشرف علی تھانوی پیدا ہوئے اور مولوی و حافظ بنے۔ یہ سب کچھ جانتے ہوئے مولوی اشرف علی تھانوی اور معتقدین علم غیب نبوی و علوم ولایت و حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مشکل کشائی و اولیاء اللہ کی برکتوں و دعاؤں اور استمداد کے ہی منکر ہو بیٹھے۔ عجب دیانت داری کا مظاہرہ ہے کہ کھانا کسی کا اور گانا کسی کا۔ یہ کون سی ایمان داری ہے۔ من لا یشکر الناس ولا یشکر اللہ و قولہ تعالیٰ ان الانسان لکفور۔

صاحبو! غور کرو یہ ہے ان لوگوں کی حالت کہ اپنے پیر کے لئے تو ما فی الرحم کا علم ہونا

مان بھی لیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وآپ کے غلاموں کے لئے یہ علم مافی الرحم باعلام خداوندی بھی شرک اور کفر جانیں۔ معلوم نہیں کہ اپنے پیر دادا کا علم مافی الرحم مان کر اس کفر وشرک میں ان کا بھی کچھ حصہ ہے سوچتے تو سہی۔

نجدیوں میں شرم کا کچھ بھی اثر نہیں
ہے اعتراض غیروں پہ اپنی خبر نہیں

علم غیب حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام

اللہ رب العزت جل شانہ نے اپنے برگزیدہ نبی خلیل حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی بے شمار علوم غیبیہ سے مطلع فرمایا ہے جس کے متعلق آیت شریفہ ملاحظہ فرمائیے:

وَ كَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ۝ (پ ۷، ع ۱۴، س الانعام)

اور اسی طرح ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دکھاتے ہیں۔ ساری بادشاہی آسمانوں اور زمینوں کی اس لئے کہ وہ عین الیقین والوں میں ہو جائے۔

اسی آیت شریفہ کے ماتحت صاحب تفسیر خازن فرماتے ہیں:

اُقِیْمُ عَلٰی صَخْرَةٍ وَ كَشَفَ لَهٗ عَنِ السَّمٰوٰتِ حَتّٰی رَاَی الْعَرْشِ وَ الْكُرْسِیَّ وَ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ كَشَفَ لَهٗ عَنِ الْاَرْضِ حَتّٰی نَظَرَ اِلٰی اَسْفَلِ الْاَرْضِیْنَ وَرَاٰی مَا فِیْهَا مِنَ الْعَجَائِبِ (خازن جلد ثانی)

حضرت ابراہیم کو صخرہ پر کھڑا کیا گیا اور ان کے لئے آسمان کھول دیئے گئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے عرش کرسی اور جو کچھ آسمانوں میں ہے دیکھ لیا اور آپ کے لئے زمین کھولی گئی یہاں تک کہ انہوں نے زمینوں کی نیچی زمین اور ان عجائبات کو دیکھ لیا جو زمینوں میں ہیں۔

اس آیت شریفہ وتفسیر سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کو جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمینوں میں ہے سب کچھ آپ کو دکھا دیا گیا۔ کیا پھر آسمانوں اور زمینوں کی کوئی شے آپ سے مخفی ہوئی؟ ہرگز نہیں۔

صاحب تفسیر مدارک التنزیل اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں:

قَالَ مُجَاهِدٌ فُرِجَتْ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ فَنَظَرَ اِلٰى مَا فِيْهِنَّ حَتّٰى انْتَهٰى نَظَرُهٗ اِلَى الْعَرْشِ وَ فُرِجَتْ لَهُ الْاَرْضُوْنَ السَّبْعُ حَتّٰى نَظَرَ اِلٰى مَا فِيْهِنَّ (مدارک التنزیل)

مجاہد نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے ساتوں آسمان کھول دیئے گئے پس انہوں نے دیکھ لیا جو کچھ آسمانوں میں ہے یہاں تک کہ ان کی نظر عرش تک پہنچ گئی اور ان کے لئے سات زمینیں کھولی گئیں انہوں نے وہ چیزیں دیکھ لیں جو زمینوں میں ہیں۔

اسی تفسیر سے یہ معلوم ہو گیا کہ ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں میں جو کچھ ہے ان سب کو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھ لیا۔

صاحب تفسیر ابن جریر اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں:

اَنَّهٗ جَلَّ لَهُ الْاَمْرُ سِرُّهٗ وَ عَلَانِيَةُ فَلَمْ يَخْفَ عَلَيْهِ شَيْءٌ مِّنْ اَعْمَالِ الْخَلَائِقِ (تفسیر کبیر)

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر پوشیدہ وظاہرہ تمام چیزیں کھل گئیں۔ پس ان سے مخلوق کے اعمال میں سے کچھ نہ چھپا رہا۔

صاحب تفسیر ابن جریر کے کلام سے واضح ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تمام پوشیدہ وظاہرہ چیزیں ظاہر ہو گئیں۔ یہاں تک کہ مخلوق کے اعمال بھی۔

علامہ فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ اسی آیت کے تحت تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ شَقَّ لَهُ السَّمٰوٰتِ حَتّٰى رَاَى الْعَرْشَ وَالْكُرْسِيَّ وَاِلٰى

حَیْثُ مُنْتَھِیَ اِلَیْہِ فَوْقِیَّۃُ الْعَالِمِ الْجِسْمَانِیْ وَمَا فِی السَّمٰوٰتِ مِنَ الْعَجَائِبِ وَالْبَدَائِعُ وَرَایَ مَا فِیْ بَطْنِ الْاَرْضِ مِنَ الْعَجَائِبِ وَالْغَرَائِبِ (تفسیر کبیر)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آسمانوں کو چیر دیا یہاں تک کہ انہوں نے عرش وکرسی اور جہاں تک جسمانی عالم کی فوقیت ختم ہو جاتی ہے دیکھ لیا اور وہ عجیب وغریب چیزیں بھی دیکھ لیں جو آسمانوں میں ہیں اور عجیب وغریب چیزیں بھی دیکھ لیں جو زمین کے پیٹ میں ہیں۔

صاحب تفسیر کبیر کے کلام اور مذکورہ مفسرین کے اقوال سے یہ بات آفتاب کی طرح روشن ہوگئی کہ حضرت سیّدنا ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام کو از عرش تا تحت الثریٰ میں مافیہا آپ کو دکھا دیا گیا اور مخلوق کے اعمال کی بھی خبر دی گئی۔ یاد رہے کہ عرش کے علم میں لوحِ محفوظ بھی آ گئی ہے۔ اب جس خلیل الرحمان علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عالمین اور عرش وکرسی اور لوحِ محفوظ اور تحت الثریٰ کی کوئی شے مخفی نہ رہی تو ذرا باانصاف ہو کر غور کیجئے کہ حبیب الرحمٰن حضور آقا دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کوئی شے مخفی رہ سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

حالاں کہ علوم حضرت آدم علیہ السلام وعلوم حضرت نوح علیہ السلام وعلوم حضرت ابراہیم علیہ السلام سب جمع ہو جائیں تو بھی اس جناب رسالت مآب صلوٰۃ اللہ وسلامہ کے علم شریف کے دریا کا قطرہ ہیں۔

اب رہا یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ رؤیت کیسی تھی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آیت شریفہ وکذلک نری سے یہ صاف ظاہر ہے کہ نُرِیَ باب افعال سے ہے اور مفعول دو مذکور ہیں اس لئے یہاں پر رویت بصری مراد ہے۔ اور صاحب معالم التنزیل نے تو رؤیت علمیہ ثابت کی ہے اور رؤیت بصری خواص کے لئے ایک نرالی شان ہے نہ کہ عاموں کے لئے۔ اسی لئے امام رازی علیہ الرحمتہ نے لکھا ہے کہ رویت بالعین تھی

جیسا کہ حدیث شریف میں بھی وارد ہے کہ میں آگے اور پیچھے یکساں دیکھتا ہوں۔

تو بہر کیف ثابت ہوا کہ یہ رؤیت ابراہیمی علیہ السلام ایک خاص رؤیت تھی جن سے کوئی شے مخفی نہ رہی۔ اب جو لوگ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے علم غیب شریف کے انکاری ہیں وہ آنکھیں کھول کر غور کریں کہ جب خدا کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم کی یہ شان ہے تو خدا کے حبیب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کی شان کا کیا عالم ہوگا۔ یاد رہے کہ مخالفین جو اعتراض حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم یا دیگر انبیاء علیہم السلام کے علم غیب پر کرتے ہیں ان سب کے جوابات انشاء اللہ آگے ایک علیحدہ مضمون میں پیش کئے جائیں گے۔

علم غیب حضرت سیّدنا یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام

اللہ تعالیٰ عز اسمہ نے اپنے جلیل القدر نبی حضرت سیّدنا یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی بے انتہا علوم غیبیہ سے مطلع فرمایا ہے۔ قرآن حکیم اس پر شاہد ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادے حضرت سیّدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ اپنے والد ماجد حضرت سیّدنا یعقوب علیہ السلام سے عرض کیا کہ اے میرے ابا جان! میں نے گیارہ تارے اور سورج و چاند دیکھے انہیں اپنے لئے سجدہ کرتے دیکھا تو حضرت سیّدنا یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ سن کر اپنے بیٹے کو فرمایا:

قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاكَ عَلٰۤى اِخْوَتِكَ فَیَكِیْدُوْا لَكَ كَیْدًا ؕ

(پ ۱۲، ع ۱۱، س یوسف)

فرمایا اے میرے پیارے بیٹے! اپنا خواب اپنے بھائیوں سے نہ کہنا وہ تیرے ساتھ کوئی چال چلیں گے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت سیّدنا یوسف علیہ السلام کے ساتھ جو چال آپ کے بھائیوں نے چلنی تھی اس کے متعلق حضرت سیّدنا یعقوب علیہ السلام کو علم تھا کہ ایسا واقعہ پیش آکر رہے گا۔

چنانچہ آپ دیکھ لیجئے قرآنی آیات شاہد ہیں کہ کیا واقعی ان بھائیوں نے ایسی ہی چال چلائی۔ ثابت ہوا کہ جو واقعہ بالا آئندہ ہونے والا تھا حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس کا علم تھا۔ یہ پیش گوئی فرمانے کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ (پ۱۲، ع۱۱، س یوسف)

اور اسی طرح تجھے تیرا رب چن لے گا اور تجھے باتوں کا انجام نکالنا سکھائے گا اور تجھ پر اپنی نعمت پوری کرے گا۔ اور یعقوب (علیہ السلام) کے گھر والوں پر جس طرح تیرے پہلے دونوں باپ دادا ابراہیم (علیہ السلام) اور اسحاق (علیہ السلام) پر پوری کی بے شک تیرا رب علم و حکمت والا ہے۔

آیت شریفہ سے تین باتیں ظاہر ہوئیں:

اول حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ علم تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے اس بیٹے کو مخصوص کمالات و شانیں عطا فرمائے گا۔

دوم آپ کو معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے اس فرزند کو علم و حکمت اور خوابوں کی تعبیروں کا بھی علم عطا فرمائے گا۔

سوم آپ کو اس کا علم تھا کہ میرے اس بیٹے کو اللہ تعالیٰ نبوت کا عالی شان مرتبہ اور سلطنتیں اور تمام نعائم عطا فرمائے گا۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو توکل کی خبر نہیں وہ ذرا ہوش کریں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے توکل کیا بلکہ کئی سال پہلے آئندہ کے پیش آنے والے حالات سے خبر فرمادی تھی تو کیا حضور سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو کل کا بھی علم نہیں ہوسکتا۔ آگے بھی ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام سے حضرت یوسف علیہ السلام کے دیگر برادران نے آکر عرض کیا:

اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَ يَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ

(پ۱۲، ع۱۱، س یوسف)

(ابا جان) کل اسے یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ میوے کھائے اور کھیلے اور بے شک ہم اس کے نگہبان ہیں۔

معلوم ہوا کہ برادران یوسف علیہ السلام نے تو اپنے باپ سے حضرت یوسف علیہ السلام کی خیر خواہی وحفاظت کرنے کا اعتبار دلانے کی کوشش کی کہ ہم اس کو اپنے ساتھ سیر کرنے کے لئے لے جائیں گے تو اس کا مکمل خیال رکھیں گے۔ یہ بات سن کر حضرت سیّدنا یعقوب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْۤ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ۝ (پ۱۲، ع۱۱، س یوسف)

فرمایا بے شک مجھے رنج دے گا کہ اسے لے جاؤ اور ڈرتا ہوں کہ اسے بھیڑیا کھالے اور تم اس سے بے خبر رہو۔

مقامِ غور ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر نبی حضرت یعقوب علیہ السلام نے دو باتوں کا اظہار فرمادیا تھا:

اول یہ کہ انی لیحزننی کہ مجھے غم یا رنج دے گا ان تذ ہوا کہ اسے لے جاؤ۔

دوم اخاف میں ڈرتا ہوں ان یا کلہ الذئب کہ اسے بھیڑیا کھالے۔

چنانچہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو برادران لے گئے اور جو سلوک آپ کے ساتھ وہاں پر انہوں نے کیا۔ اس کے بعد جب یہ واپس آئے تو کہنے لگے:

یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَ تَرَكْنَا یُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُۚ وَمَاۤ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِیْنَ۝ وَجَآءُوْا عَلٰى قَمِیْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍؕ (پ۱۲، ع۱۱، س یوسف)

اے ہمارے باپ! ہم دوڑ کرتے نکل گئے اور یوسف (علیہ السلام) کو اپنے

اسباب کے پاس چھوڑا تو اسے بھیڑیا کھا گیا اور آپ کسی طرح ہمارا یقین نہ کریں گے اگر چہ ہم سچے ہوں اور اس کرتے پر ایک جھوٹا خون لگا لائے۔

اپنے بیٹوں کی یہ بات سن کر حضرت سیّدنا یعقوب علیہ السلام نے یہ جواب فرمایا:

بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ط فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ط وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ○ (پ۱۲، ع۱۱، س یوسف)

بلکہ تمہارے دلوں نے ایک بات تمہارے واسطے بنا لی ہے تو صبر اچھا اور اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں ان باتوں پر جو تم بنا رہے ہو۔

اس آیت شریفہ سے آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس بات کا علم تھا جو انہوں نے کہی تھی کہ اسے بھیڑیا کھا گیا ہے۔ انہوں نے فرمایا یہ ایک بنائی ہوئی بات ہے یعنی میرے بیٹے یوسف کو ہرگز بھیڑیئے نے نہیں کھایا لیکن اس جدائی پر صبر کرتا ہوں دونوں باتوں کا اظہار ہو گیا ہے۔

چنانچہ جب کافی وقت گزرنے کے بعد حضرت بنیامین بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ چلے گئے تو وہ پونجی ان کی بوری سے نکلی تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی کو وہاں ہی رکھ لیا تو جب بھائی واپس آئے تو کہنے لگے کہ ابا جان! بنیامین کو اس بناء پر وہاں کے بادشاہ نے اپنے پاس رکھ لیا ہے۔ (برادرانِ یوسف کو یہ علم نہیں تھا کہ یہ بادشاہ وہی ہے جس کو ہم نے کنوئیں میں گرا دیا تھا) تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِىْ بِهِمْ جَمِيْعًا ط اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ○ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ○ (۱۳، ع۳، س یوسف)

قریب ہے کہ اللہ ان سب کو مجھ سے لا ملائے بیشک وہی علم و حکمت والا ہے اور ان سے منہ پھیرا اور فرمایا ہائے افسوس یوسف کی جدائی پر اور ان کی آنکھیں غم سے سفید ہو گئیں تو وہ اسی سخت حالت میں رہے۔

اس آیت شریفہ سے بھی واضح ہو گیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کے زندہ ہونے کا علم تھا اور یہ بھی علم تھا کہ بنیامین بھی اسی کے پاس ہے جبھی آپ نے فرمایا:

قریب ہے کہ اللہ ان سب کو مجھ سے ملا دے۔

اور دوسرا یہ معلوم ہوا کہ آپ کی چشمہائے مبارک حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی سے سفید ہوئیں نہ کہ لاعلمی سے۔

جب برادرانِ یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ کی یہ باتیں سنیں تو کہنے لگے:

تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ۝ (۱۳، ع۴، س یوسف)

خدا کی قسم آپ ہمیشہ یوسف کو یاد کرتے رہیں گے یہاں تک کہ گور کنارے جا لگیں یا جان سے گزر جائیں۔

یعنی بیٹوں نے کہا کہ (معاذ اللہ) اگر یوسف علیہ السلام جان سے گزر جائیں یا کسی گور کنارے لگ جائیں تب بھی آپ یوسف ہی کو یاد کرتے رہیں گے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا:

اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَ حُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَ لَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ (پ۱۳، ع۴، س یوسف)

میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد اللہ تعالیٰ سے ہی کرتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ اے بیٹو! یوسف اور اس کے بھائی کا سراغ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

مذکورہ آیت شریفہ سے ثابت ہوا کہ حضرت سیّدنا یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے فرزند حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام حالات کا علم تھا۔ اسی لئے آپ

نے اپنے بیٹوں کو صاف الفاظ میں فرمادیا کہ:

اِنِّی اَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

جو کچھ اللہ کی طرف سے میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔

اور پھر آپ نے اپنے بیٹوں سے یہ بھی فرمایا کہ جاؤ یوسف اور اس کے بھائی کا سراغ لگاؤ۔ اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام ان کے تمام حالات کو جانتے تھے۔

غور فرمائیے کہ جب حضرت سیّدنا یعقوب علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو آئندہ حالات حضرت سیّدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ پیش آنے والے تھے ان سب کا تو آپ کو علم ہو جائے تو کیا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو آئندہ قیامت تک کے حالات پیش آنے والے ہیں ان کا علم نہیں ہو سکتا۔

کس قدر افسوس کی بات ہے کہ حضرت سیّدنا یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو اللہ تعالیٰ نے اتنے وسیع علوم عطا فرمائے ہیں لیکن مخالفین کی رسول دشمنی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ وہ حضور سیّد عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے دیوار کے پیچھے تک کا علم ماننے کو بھی تیار نہیں۔ اس کے معنی یہی ہیں کہ انہوں نے اپنے عقیدہ کے مطابق خدا تعالیٰ کو بھی (معاذ اللہ) آپ کے لئے مجبور و معذور سمجھ رکھا ہے۔

علم غیب حضرت سیّدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام

اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی بے شمار علوم غیبیہ عطا فرمائے ہیں جس کے متعلق بہت سی آیاتِ قرآنی شاہد ہیں۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں واضح ہے:

قَالَ لَا یَاْتِیْکُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِہٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُکُمَا بِتَاْوِیْلِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّاْتِیَکُمَا ؕ ذٰلِکُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ ؕ (پ ۱۲، ع ۱۴، س یوسف)

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کھانا تمہیں ملا کرتا ہے پاس نہ آنے پائے گا۔ میں اس کی تعبیر اس کے آنے سے پہلے تمہیں بتادوں گا۔ یہ ان علموں میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھایا ہے (یعنی یہ تو میرے علوم کا ایک حصہ ہے)

علامہ علاء الدین رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر خازن میں اسی آیت شریفہ کے ماتحت فرماتے ہیں:

ان علیہ السلام ارادان یبین لھما درجة فی العلم اعلیٰ واعظم مما اعتقدا فیہ وذلك انھما طلبا منہ علم التعبیر ولا شك ان ھذا العلم معنی علی الشن و التخمین فارادان یعلمھا انہ یمکنہ الاخبار عن المغیبات علی سبیل القطع و الیقین و ذلك مما یعجز الخلق عنہ و اذا قدر علی الاخبار عن المغیبات کان اقدر علی تعبیر الرؤیا بطریق الاولی انما عدل ان تعبیر رؤیا ھما اے اظھار المعجزہ لانہ علم ان احدھما سیصلب فارادان یدخلہ فی الاسلام و یخلصہ من الکفر ودخول النار (الخازن جزء الثالث ص ۲۸۳ مطبوعہ مصر)

حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ ظاہر فرمادیا کہ علم میں میرا درجہ اس سے زیادہ ہے جتنا کہ وہ لوگ آپ کی نسبت اعتقاد رکھتے تھے کیونکہ علم تعبیر ظن پر مبنی ہے۔ اس لئے آپ نے چاہا کہ انہیں ظاہر فرمادیں کہ آپ غیب کی یقینی خبریں دیئے پر قدرت رکھتے ہیں اور اس سے مخلوق عاجز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے غیبی علوم عطا فرمائے ہوں۔ اس کے نزدیک خواب کی تعبیر کیا بڑی بات ہے اس وقت آپ نے معجزے کا اظہار اس لئے فرمایا کہ آپ جانتے تھے کہ دونوں میں عنقریب ایک سولی دیا جائے گا۔ تو آپ نے چاہا اس کو کفر سے نکال کر اسلام میں داخل کریں اور جہنم سے بچالیں۔

اس کے آگے علامہ خازن فرماتے ہیں:

الانباتکم بتاویله یعنی اخبرتکما بقدره ولونه والوقت الذی یصل الیکما فیه (قبل ان یاتیکما) یعنی قبل ان یصل الیکما و ای طعام اکلتم و کم اکلتم و متی اکلتم (الخازن)

خبر دوں تمہیں اس کی تعبیر سے یعنی اس کی مقدار اور اس کا رنگ اور اس کے آنے کا وقت پہلے یہ کہ آئے تمہارے پاس یعنی یہ کہ تم نے کیا کھایا یا کتنا کھایا یا کب کھایا۔

مذکورہ آیت شریفہ و تفسیر سے یہ واضح ہوگیا کہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ میں تمہیں اس کھانے سے قبل ہی خبر دے دوں گا۔ اس کے آنے کا وقت اور اس کی رنگت اور اس کی مقدار اور یہ کہ کیا کھایا اور کتنا کھایا اور کب کھایا۔ تو ثابت ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ان تمام باتوں کا علم تھا۔

علامہ خازن کے کلام سے یہ بات ظاہر ہوگئی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان باتوں کا اظہار اس لئے فرمایا تا کہ ان لوگوں کو یقین ہو جائے کہ ایسی مخفی باتوں کی قبل از وقت خبر دے دینا کسی عام مخلوق کا کام نہیں بلکہ یہ بات خواص انبیاء میں ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ غیبی علوم عطا فرماتا ہے اور دوسرے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیب کی خبر دینا انبیاء کرام علیہم السلام کا ایک خاص معجزہ ہے۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ جو لوگ انبیاء کرام علیہم السلام کے علوم غیبیہ کا انکار کرتے ہیں۔ درحقیقت وہ معجزہ کے انکاری ہیں اور جو معجزہ نبوت کے منکر ٹھہرے پھر ان کا کیا ٹھکانہ۔ تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے علوم غیبیہ کا اس بنا پر بھی اظہار فرمایا کہ جو میرے علم کے متعلق معمولی علم ہونا خیال کرتے ہیں ان کو معلوم ہو جائے کہ میرے علوم کا وہ درجہ نہیں جو تم نے سمجھ رکھا ہے بلکہ اس سے بہت زیادہ ہے۔ جیسا کہ آج کل کے نام نہاد فتنہ پرور اشخاص نے مقام نبوت کے علوم غیبیہ کو بالکل قلیل سمجھ لیا ہے۔

اب ذرا غور فرمائیے کہ علوم حضرت سیّدنا یوسف علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تو یہ شان تو حبیب خدا سیّد المرسلین حضور مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے علوم غیبیہ کا کیا عالم ہوگا۔ اس لئے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس خدائے بزرگ و برتر سبحانہ تعالیٰ نے اپنے محبوب جناب سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کائنات کے ذرّہ ذرّہ کا علم عطا فرمایا ہے۔اس سرکار سے عالمین کا کوئی ذرّہ پوشیدہ نہیں ہے۔

علم غیب حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

ربّ کریم جل وعلا نے اپنے برگزیدہ نبی حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی بے شمار علوم غیبیہ سے مطلع فرمایا ہے۔قرآن حکیم میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے کہ حضرت سیدہ مریم رضی اللہ عنہا کے ہاں جب قدرتِ خداوندی سے بغیر شوہر کے بچہ پیدا ہوا تو قوم نے حضرت سیدہ مریم پر جھوٹے الزامات لگانے شروع کردیئے۔آپ نے بحکم خداوندی خاموشی اختیار فرمائی اور قوم کو کوئی جواب نہ فرمایا۔

ارشاد باری تعالیٰ ملاحظہ فرمائیے:

فَاَشَارَتْ اِلَیْہِ ؕ قَالُوْا کَیْفَ نُکَلِّمُ مَنْ کَانَ فِی الْمَھْدِ صَبِیًّا ○

(پ ۱۶، ع ۴، س مریم)

پس حضرت مریم نے اس پر اپنے بچے کی طرف اشارہ فرمایا اور قوم والے بولے ہم کیسے بات کریں اس سے جو پالنے میں بچہ ہے۔

یعنی حضرت مریم رضی اللہ عنہا نے اپنے بچے کی طرف اشارہ فرما کر یہ بتایا کہ اس بچے ہی سے پوچھ لو۔تو قوم نے غصہ سے کہا کہ جو ابھی چندروز کا بچہ ہے اس سے ہم کیسے بات کرسکتے ہیں اور یہ ہماری بات کا کیا جواب دے سکتا ہے۔یہ گفتگو سن کر حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دودھ پینا چھوڑ دیا اور اپنے بائیں ہاتھ پر ٹیک لگا کر قوم کی

طرف متوجہ ہوئے اور اپنے دست مبارک سے اشارہ کر کے کلام شروع کیا۔

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا (ایضاً)

بچہ نے فرمایا میں ہوں اللہ کا بندہ۔ اس نے مجھے کتاب دی اور غیب کی خبریں بتانے والا نبی کیا۔

اللہ اکبر! آیت شریفہ میں غور فرمائیے کہ حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جو ابھی بالکل چند روز کے بچے ہیں۔ وہ قوم سے کلام فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ میں خدا کا بندہ ہوں تا کہ کوئی انہیں خدا اور خدا کا بیٹا نہ کہے کیونکہ آپ کی نسبت یہ تہمت لگائی جانے والی تھی اور یہ تہمت اللہ تعالیٰ پر لگتی تھی۔ اس لئے منصب رسالت کا اقتضاء یہی تھا کہ والدہ کی برأت بیان کرنے سے پہلے اس تہمت کو رفع فرمادیں جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لگائی جانے والی تھی۔ اس سے وہ تہمت بھی رفع ہو گئی جو والدہ پر لگائی گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ اس مرتبہ عظیمہ کے ساتھ جس بندے کو نوازتا ہے بالیقین اس کی ولادت اور اس کی شریعت پاک وطاہر ہے۔

اب یہی بات یہ ثابت ہوئی کہ جو بات قوم نے آئندہ کہنی تھی کہ (معاذ اللہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا یا خدا کے بیٹے ہیں۔ اس کا حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کو علم تھا جبھی آپ نے پہلے ہی اپنی عبدیت کا اقرار فرمادیا۔

دوم جو تہمت حضرت مریم رضی اللہ عنہا پر قوم نے لگائی تھی۔ اس کا بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو علم تھا۔ جبھی آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کی برأت کا بھی اعلان فرمادیا کہ میری والدہ پاک وصاف ہیں۔

ہمیں اس بات کا بھی پتہ چل گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام والدہ کے بطن میں ہی تھے۔ تو کتاب انجیل کے عالم ہو گئے اور ابھی بچے ہی ہیں تو نبوت کا اعلان فرمارہے ہیں کہ میں نبی بن کر آیا ہوں اور نبی کے معنی ہیں غیب کی خبریں دینے والا۔ یعنی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے غیب کی خبروں کا علم ہونا بچپن میں ہی ظاہر فرمادیا۔

پہلی بات تو یہ ثابت ہوئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو بچپن ہی سے نبی بن گئے اور صاحب نبوت ہو گئے۔ اب جو گستاخِ رسول یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو (معاذ اللہ) پیدائش سے چالیس سال تک گمراہ رہے پھر نبوت ملی۔ استغفر اللہ! اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو بچپن سے ہی صاحب نبوت بنا دے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) چالیس سال گمراہ رکھے۔ کچھ ہوش کیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اللہ تعالیٰ نے ہر شے کے پیدا کرنے سے قبل ہی نبوت عطا فرما دی تھی۔

اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مخفی چیزوں کے متعلق خبر دینا ملاحظہ فرمائیے۔

وَ اُنَبِّئُكُمۡ بِمَا تَاۡكُلُوۡنَ وَمَا تَدَّخِرُوۡنَ فِىۡ بُيُوۡتِكُمۡ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ۝ (پ ۳، ع ۱۲، س آل عمران)

اور تمہیں خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو بے شک ان باتوں میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو کچھ تم کھاتے ہو اور جمع رکھتے ہو اس کی تمہیں خبر دیتا ہوں آپ آدمی کو یہ بتا دیتے تھے کہ وہ کل جو کھا چکا ہے اور جو آج کھائے گا اور جو اگلے وقت کے لئے تیار کر رکھا ہے۔ اسی طرح آپ کے پاس بہت سے بچے جمع ہو جاتے آپ انہیں بتاتے تھے کہ تمہارے گھر والوں نے فلاں فلاں چیز کھائی ہے فلاں چیز تمہارے لئے اٹھا رکھی ہے۔ بچے گھر جاتے اور اپنے گھر والوں سے وہ چیز مانگتے۔ گھر والے وہ چیز دیتے اور کہتے کہ تمہیں کس نے بتایا؟ بچے کہتے ہمیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بتایا ہے تو لوگوں نے اپنے بچوں کو ان کے پاس جانے سے روکا کہ یہ جادوگر ہے اس کے پاس نہ جاؤ۔ اور ایک مکان میں زندہ بچوں کو بند کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بچوں کو تلاش کرتے کرتے تشریف لائے۔ لوگوں نے کہا بچے یہاں نہیں ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: اس مکان میں کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا سور ہیں۔ فرمایا: ایسا ہی ہو گا جب دروازہ کھولا تو سب سور ہی تھے۔ (ھکذا

خازن ومعالم التنزیل وغیرہا تفاسیر)

الحاصل یہ ہوا کہ جو نبی حضرت سیّدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام ورسولا الی بنی اسرائیل تھے اور جن کی شان میں وارد ہے:

لِلْعَالَمِيْنَ نَذِيْرًا وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ ۔

اور انبیاء ومرسلین کے سردار ہیں ان کے علوم غیب کی کیا شان ہوگی۔

علاوہ ازیں یہ بھی معلوم ہوا کہ غیب کی خبریں دینا انبیاء علیہم السلام کا معجزہ ہے اور بے وساطت انبیاء عظام کوئی بشر امور غیب پر مطلع نہیں ہوسکتا۔ اسی لئے آیہ شریفہ انبئکم کے آخر میں حضرت عیسٰی علیہ السلام فرماتے ہیں:

لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۔

یہ امورِ غیب کی خبریں دینا میرا معجزہ اور بہت بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان لاؤ۔

اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا یہی خاصہ ہے کہ وہ ان باتوں کی خبریں دیتے ہیں جو عاموں کو نہیں ہوسکتیں۔ اس لئے انبیاء مرسلین کی نبوت پر ایمان لانا درحقیقت ان کے علم غیب پر ایمان لانا ہے اور انبیاء عظام خصوصاً حضور سیّد الانس والجن صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرنا درحقیقت ان کے اور آپ کے علم غیب کا انکار کرنا ہے اور جو معجزاتِ نبوت کا منکر ہوگیا یعنی کہ ان کے علوم غیبیہ کے عالم ہونے کا انکار کر بیٹھا وہ خود ہی سمجھ لے کہ اس کا آخری ٹھکانا کیا ہوگا۔

اگر مخالفین حضرات اسی بات کو اچھی طرح سمجھ لیں تو میں پورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ انہیں ساری زندگی مقام نبوت کے علم غیب پر طعن وتشنیع کا موقع نہ مل سکے گا۔ اور نہ ہی وہ علم غیب نبوی کا انکار کرسکیں گے۔ بس یہ اصل وجہ ہے جو محض ان کی جہالت کی بنا پر ہے، خداوند کریم مقامِ نبوت اور جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صحیح طور پر پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

علم غیب لدنی حضرت سیّدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام

اللہ تعالیٰ سبحانہ نے اپنے خاص مقرب بندے حضرت سیّدنا خضر علیہ الصلوٰۃ و السلام کو ایک خاص علم لدنی عطا فرمایا ہے۔ علم لدنی وہ ہے جو بندہ کو بطریق الہام حاصل ہو۔ یہ علم باطن و مکافہ کا ہے۔ اہل کمال کے لئے یہ باعث فضل ہے اللہ تعالیٰ خود اس کی وضاحت فرماتا ہے کہ ہم نے حضرت خضر علیہ السلام کو کیسا علم عظیم عطا فرمایا ہے۔ آیت شریفہ ملاحظہ فرمائیے:

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا o (پ۱۵، ع۲۱، س الکہف)

تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا (یعنی حضرت خضر علیہ السلام) جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا۔

اسی آیت شریفہ کے ماتحت علامہ بیضاوی فرماتے ہیں:

اَیْ مِمَّا یَخْتَصُّ نَبَاءَهٗ لَا یَعْلَمُ اِلَّا بِتَوْفِیْقِنَا وَهُوَ عِلْمُ الْغَیْبِ

(بیضاوی)

حضرت خضر علیہ السلام کو وہ علم سکھائے جو ہمارے ساتھ خاص ہیں بغیر ہمارے بتائے کوئی نہیں جانتا اور وہ علم غیب ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام نے جو حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرمایا تھا کہ:

اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ۔

آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے صبر سے۔

اس کے ماتحت علامہ ابن جریر فرماتے ہیں حضرت سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

وَكَانَ رَجُلاً يَعْلَمُ عِلْمَ الْغَيْبِ قَدْ عَلِمَ ذٰلِكَ (تفسیر ابن جریر)

حضرت خضر (علیہ السلام) علم غیب جانتے تھے انہیں علم دیا گیا۔

ان لوگوں کے لئے مقامِ غور ہے جو اللہ کے سوا کسی کے لئے علم غیب جاننے کا لفظ بولنا کفر جانتے ہیں۔ ذرا سوچیں کہ ان کے فتویٰ کے مطابق عبد اللہ بن عباس اور علامہ ابن جریر کون ہوئے؟ اگر آپ ان پر کفر یہ فتویٰ نہیں لگاتے تو ہمیں کیوں کافر کہتے ہیں۔ مذکورہ دونوں بزرگ بھی وہی بات فرمارہے ہیں جو آج ہم ان کے عقیدت مند کہتے ہیں کہ انبیاء اللہ تعالیٰ کی عطا سے علم غیب جانتے ہیں۔

صاحب تفسیر مدارک التنزیل اسی آیت کے ماتحت فرماتے ہیں:

یعنی الاخبار بالغیوب و قیل العلم اللدنی ما حصل للعبد بطریق الالهام (مدارک)

یعنی حضرت خضر علیہ السلام کو غیب کی خبریں دیں اور کہا گیا ہے کہ علم لدنی وہ ہوتا ہے جو بندے کو ان کے متعلق جن کی نبوت بھی یقینی نہیں بطریقہ الہام پر حاصل ہو۔

صاحب تفسیر ابن جریر آیہ مالم تحط بہ خبرا کے ماتحت فرماتے ہیں:

لم تحط من علم الغيب بما اعلم (تفسیر ابن جریر)

(خضر علیہ السلام نے فرمایا) جو علم غیب میں جانتا ہوں آپ کا علم اسے محیط نہیں۔

مذکورہ آیت شریفہ و مفسرین کی تفاسیر سے آفتاب کی طرح یہ روشن ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علوم غیبیہ سے مطلع فرمایا ہے۔ آپ نے جو کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بیان فرمایا یہ اسی لئے تھا کہ آپ کو علم غیب حاصل تھا۔ اب خود ہی غور فرمائیے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو علم غیب عطا فرمایا ہے تو کیا جو اس کے محبوب ہیں ان کو نہیں عطا کر سکتا! کس قدر بے انصافی اور محبوب خدا

صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت، کا مظاہرہ ہے نیز حضرت سیّدنا خضر علیہ السلام کی نبوت میں اختلاف ہے لیکن اس پر تو مکمل اتفاق ہے کہ آپ خدا تعالیٰ کے جلیل القدر بندے وولی کامل ہیں۔ مرتبہ ولایت اور مرتبہ علوم میں آپ ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے اپنی خاص رحمت حضرت خضر علیہ السلام کو عطا فرمائی ہے۔ بہر کیف آپ خواہ نبی یا ولی ہی سمجھئے ہر صورت میں ہمارا مدعا ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول اولیاء اللہ کو بھی بطفیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم علم غیب ہوتا ہے۔

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اعمال کا علم

شبہ:

منکرین یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ درود وسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بواسطہ فرشتوں کے پیش ہوتا ہے۔ اگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم غیب دان ہوتے تو بواسطہ فرشتوں کے پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

جواب:

منکرین جیسی سمجھ خدا کسی کو نہ دے۔ کیا یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عدم علم کی دلیل ہے یا رفعت شان کی! یہی اعتراض اللہ تعالیٰ پر بھی کر ڈالئے کہ فرشتے ذکر الٰہی و اعمال حق بھی خدا تعالیٰ کے حضور میں پیش کرتے ہیں جیسا کہ حدیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

اگر یہی ذہانت ہے تو یہ بھی کہہ بیٹھے گا کہ اللہ تعالیٰ اگر عالم ہوتا تو فرشتے کیوں اعمال وغیرہ لے جاتے ہیں۔ ایسے واہی شبہات سے توبہ کیجئے اللہ تعالیٰ بے شک عالم ہے مگر یہ امور انتظام و حکمت پر مبنی ہیں۔

گزشتہ صفحات میں متعدد قرآنی آیات و تفاسیر و احادیث و اقوال محدثین و حوالہ جات سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کے اعمال قلوب،

اخلاق، نفاق، درجات، ایمان ویقین، قصد وعزائم ونیات وغیرہا بنورنبوت جانتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ملاحظہ فرمائیے:

وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ (پ ۱۱، ع ۱۱ التوبہ)

اور دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں کو اور اس کا رسول۔ پھر اس کی طرف پلٹ کر جاؤ گے جو عالم الغیب والشہادۃ ہے بتادے گا تم کو جو تم عمل کرتے رہے ہو۔

اس آیہ شریفہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ تمام اعمال خواہ اچھے ہوں یا برے سب کو اپنی الوہیت سے دیکھتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی تمام اچھے برے اعمال کو اپنے نورِ نبوت سے دیکھ رہے ہیں۔

اب جبکہ آیت شریفہ سے بھی یہ صاف واضح ہوگیا ہے کہ آپ سب کے اعمال کو دیکھتے ہیں تو پھر کسی مسلمان کو کیسے شبہ ہوسکتا ہے کہ (معاذ اللہ) آپ کو ہمارے اعمال کا علم نہیں۔ الحمد للہ مخالفین کے اس اعتراض کا بھی قلع قمع ہوگیا۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اور پاکستان کی جنگ ستمبر ۱۹۶۵ء

جیسا کہ آپ گزشتہ صفحات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ذرہ ذرہ کا علم ہونا ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اس طرح آپ اپنے پاکستان کی سترہ روزہ جنگ کے متعلق بھی غور کیجئے۔ ہماری اس اسلام اور کفر کی جنگ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا۔ سب سے قبل آیت شریفہ ملاحظہ فرمائیے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ (پ ۱۱، ع ۴، س التوبہ)

بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمہارے بھلائی کے چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان رحمت والے ہیں۔

اس آیہ شریفہ سے چار باتیں ثابت ہوئیں:

اول یہ کہ آیت میں جاء کم کا خطاب قیامت تک کے تمام مسلمانوں سے ہے کہ تم سب کے پاس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر مسلمان کے پاس ہیں اور مسلمان تو عالم میں ہر جگہ ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر جگہ موجود ہیں۔

دوم: یہ کہ آیت میں مِنْ اَنْفُسِکُمْ فرمایا گیا ہے کہ تمہارے نفسوں میں سے ہیں۔ یعنی ان کا آنا تم میں ایسا ہے جیسے جان کا قالب میں آنا کہ قالب کی رگ رگ اور رونگٹے رونگٹے میں موجود اور ہر ایک سے خبردار رہتی ہے۔ ایسے ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر مسلمان کے ہر فعل سے خبردار ہیں۔ اگر آیت کے صرف یہ معنے ہوتے کہ وہ تم میں سے ایک انسان ہیں تو منکم کافی تھا۔ مِنْ اَنْفُسِکُمْ کیوں ارشاد ہوا۔

سوم: آیت میں عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ فرمایا گیا ہے کہ یہ وہ رسول ہیں کہ ان پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے یعنی کہ ہماری راحت و تکلیف کی ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہے۔ تب بھی تو ہماری تکلیف سے قلب مبارک کو تکلیف ہوتی ہے ورنہ ہماری ہی خبر نہ ہو تو تکلیف کیسی۔ یہ کلمہ بھی حقیقت میں اَنْفُسِکُمْ کا بیان ہے کہ جس طرح جسم کے کسی عضو کو دکھ ہو تو رُوح کو تکلیف ہوتی ہے اسی طرح ہم کو دُکھ درد ہو تو آقا دو جہان کو گرائی۔

چہارم یہ کہ آیت میں بالمومنین رؤف رحیم فرمایا گیا ہے کہ یہ وہ رسول کریم ہیں جو مسلمانوں پر بہت ہی مہربان اور رحم فرمانے والے ہیں۔ یعنی کہ مومن خواہ کسی مکان یا کسی زمان میں ہو جب بھی مسلمانوں پر کوئی تکلیف و درد ہو تو حضور آقا دو عالم صلی اللہ

علیہ وسلم ہم پر نظر کرم فرماتے ہیں۔ جب مسلمانوں کی تکلیف آپ کو گوارا نہیں تو ہماری مشکل کشائی کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کی شفقت اور رحمت کو ہمارا دستگیر فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی امداد مسلمان کو ہر حال پہنچتی ہے۔

اب آپ مذکورہ آیت کو سمجھنے کے بعد غور کیجئے کہ ہماری تکلیف اور دُکھ کا حضور آقاو دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو علم بھی ہے اور آپ کی رحیمی اور کریمی کا فضل عظیم بھی ہے۔

روز نامہ اخبار مشرق ۱۱۰ اکتوبر ۱۹۶۵ء مطابق ۱۴ جمادی الثانی لاہور کی اشاعت میں مولانا محمد انعام کریم صدیقی جو پندرہ سال سے مدینہ منورہ میں مقیم ہیں۔ ان کا ایک خط ۲۴ ستمبر ۱۹۶۵ء ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ کا لکھا ہوا کراچی کے خداترس بزرگ جناب نور محمد صاحب بٹ کو ملا۔ وہ خط اخبار مشرق میں مع فوٹو کے شائع کیا گیا جس کا مضمون یہ ہے:

"محترم المقام جناب قبلہ الحاج حضرت المکرّم بٹ صاحب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ یہاں پر جس روز لاہور پر حملہ ہوا اسی شب میں ایک دو حضرات نے خواب میں دیکھا کہ حرم شریف میں مجمع کثیر ہے اور روضہ اقدس سے جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بہت عجلت سے تشریف فرما ہوئے اور ایک بہت خوب صورت تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر بابِ اسلام تشریف لے گئے۔ بعض حضرات نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس قدر جلدی اس گھوڑے پر کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ فرمایا پاکستان میں جہاد کے لئے اور ایک دم برق کی مانند بلکہ اس سے بھی تیز کہیں روانہ ہو گئے۔ پیچھے پیچھے مواجہہ شریف سے پانچ حضرات اور اس راستہ سے موٹر میں سوار ہو کر ہوائی جہاز کی طرح پرواز کر گئے۔ اور بھی بہت سے خواب اس اثناء میں اللہ کے نیک بندوں نے دیکھے ہیں۔ دعا فرمائیے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ثابت قدم رکھے اور بفضل جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ

علیہ وسلم فتح وعزت عطا فرمائے۔آمین۔“

اب میں ناظرین سے پوچھتا ہوں کہ ذرا انصاف سے غور فرمایئے کہ مذکورہ خط سے آفتاب کی طرح یہ واضح ہو گیا کہ ہماری سترہ روزہ جنگ کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہے اور آپ نے اور آپ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ہماری مدد فرمائی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی اس تکلیف کو گوارا نہ فرمایا تو ہم پر رحم و کرم فرماتے ہوئے ہماری مشکل کشائی فرمائی۔

الحمد للہ رب العٰلمین آیات قرآنی واحادیث شریفہ کے مطابق یہ بات آج بھی روشن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے احوال کا علم ہے اور ہماری تکلیف آپ کو گوارا نہیں۔آیئے ایک اور حوالہ ملاحظہ فرمایئے:

روزنامہ جنگ ۲۱ اکتوبر ۱۹۶۵ء مطابق ۱۶ جمادی الثانی کراچی کی اشاعت میں ہے:

”پاکستانی افواج نے ”یارسول اللہ“ اور ”یا علی مدد“ کے نعرے لگاتے ہوئے بھارتی ٹڈی دل فوج کو بری طرح سے شکست دی۔اس معرکہ میں نبی آخر الزماں (صلی اللہ علیہ وسلم) اور شیر خدا اپنے مجاہدین کے سروں پر موجود تھے۔۱۲۰ سو میل لمبے محاذ پر سبز کپڑوں والے مجاہد سفید لباس میں ایک بزرگ اور گھوڑے پر سوار ایک جری دیکھے گئے۔ چونڈہ کے قریب ایک نورانی خاندان کو مہاجرین کی امداد کرتے ہوئے مجاہدین کے ساتھ ”یارسول اللہ مدد“ کے نعرے لگاتے ہوئے دیکھا گیا۔سیالکوٹ شہر میں گولہ باری سے پیشتر ایک بزرگ شہر خالی کرنے کی ہدایت کرتے رہے اور باآواز بلند کلام پڑھتے رہے۔

اس حوالہ سے پہلی بات یہ ثابت ہوئی کہ مسلمانان پاکستان نے یارسول اللہ و یا علی مدد کے نعروں سے بھارتی ٹڈی دل فوج کو زبردست شکست دی۔

دوم یہ کہ نبی آخر الزماں حضور سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات اور حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بھی اس جنگ کا علم تھا اور آپ پاکستانی مجاہدین کے سروں پر موجود تھے یعنی حاضر اور ناظر بھی تھے اور اولیاء اللہ نے مسلمانان پاکستان کی امداد فرمائی۔ اور خصوصاً چونڈہ ضلع سیالکوٹ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء عظام کی خاص توجہ تھی۔ بہر حال آیات قرآنی واحادیث شریفہ کی تصدیق آج بھی دنیا کے سامنے روشن ہے۔ اگر ان واقعات کے پیش آنے کے باوجود بھی حق وصداقت کا انکار کیا جائے۔ تو اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہو سکتا ہے۔

ان معجزات اور محیر العقول واقعات کا اعتراف مسلمان جوانوں، مجاہدوں اور شہریوں کے علاوہ بھارت کے جنگی قیدیوں نے بھی کیا۔ علاوہ ازیں اور بہت سے واقعات لوگوں کے سامنے آئے ہیں۔

اس لئے حقیقت یہی ہے اور ہمارا ایمان بھی یہی ہے کہ یہ سب فضل خدا اور کرم مصطفٰی علیہ التحیۃ والثناء اور نظر اولیاء تھی کہ مسلمانانِ پاکستان نے دشمن کو بری طرح سے کچل کر رکھ دیا اور اس کی بری، بحری اور فضائی قوت کا کچومر نکال دیا اور ایسی ذلت آمیز شکست دی کہ بھارتی بھگوڑے آئندہ ہم مسلمانوں کے مقابلے میں آنے کی جرأت نہیں کر سکتے اور اگر ایسی جرأت کریں گے بھی تو انہیں ایسا سبق دیا جائے گا جو ان کی نسلیں صدیوں تک یاد رکھیں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ ورسولہ الکریم۔

پاکستان کے مسلمانوں نے دنیائے اسلام میں غزوۂ بدر حنین کی وہ یاد تازہ کر کے رکھ دی ہے جن کا نام تاریخ کے سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔ اور پھر لطف یہ کہ جن مسلمان فوجی بھائیوں نے اپنی عزیز ترین جانوں کو اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر قربان کیا ہے۔ انہوں نے جامِ شہادت نوش فرمایا ہے۔ جس کی لذت دنیا کی کسی شے میں نہیں مل سکتی اور ان مسلمان شہیدوں کے نام قیامت تک زندہ رہیں گے۔ وہ خود بھی زندہ ان کے نام بھی زندہ۔

پاکستان کی حالیہ جنگ میں مسلمانوں کے نقصان ہونے پر مخالفین کا اعتراض اور اس کا جواب

شبہ:

وہابی دیوبندی یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر اس جنگ میں انبیاء علیہم السلام اور اولیاء نے مدد کی تھی تو پھر جن شہروں میں بھارت کی گولہ باری سے مسلمانوں کا نقصان ہوا ہے۔ اس جانی و مالی نقصان سے تمہارے نبیوں اور ولیوں نے کیوں نہ مدد کی۔ اس لئے نبی و ولی مددگار نہیں ہو سکتے۔

جواب:

مخالفین کا یہ اعتراض نبیوں ولیوں کی ذات ہی پر نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہے اور قانونِ خداوندی کے بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ دوران جنگ اگر مسلمانوں کا کوئی جانی یا مالی نقصان ہو جائے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک آزمائش ہوتی ہے۔ اور ایسا پہلی جنگوں میں ہوتا آیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ملاحظہ فرمائیے:

اِنْ یَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ ۚ وَلِیَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَیَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ۝ (پ۴، ع۴، س آل عمران)

اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی تو وہ لوگ بھی ویسی ہی تکلیف پا چکے ہیں اور یہ دن ہیں جن میں ہم نے لوگوں کے لئے باریاں رکھی ہیں اور اس لئے کہ اللہ پہچان کرا دے ایمان والوں کی اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ دے اور اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو۔

اس آیت شریفہ سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مسلمانو! اگر تمہیں کوئی تکلیف دورانِ جنگ پہنچی ہے تو وہ لوگ بھی ایسی تکلیف پا چکے ہیں اس لئے کہ ایمان والوں کی پہچان کرادے اور مسلمانوں کو شہادت کا مرتبہ دے۔

ثابت ہوا کہ دورانِ جنگ جو مسلمانوں کا جانی و مالی نقصان ہوا ہے۔ یہ بھی ان کے ایمان کی آزمائش تھی اور خدا کے ہاں ثواب بھی۔ اور ان کو شہادت کا مرتبہ نصیب ہونا تھا اور پھر یہ بھی کمالِ رفعت ہے کہ مسلمانوں کو جو تکلیفیں پہنچتی ہیں وہ تو مسلمانوں کے لئے شہادت و تطہیر ہیں اور مسلمان جو کفار کو نقصان یا قتل کریں تو یہ کفار کی بربادی اور ان کا استیصال ہے۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

وَ نَبۡلُوۡکُمۡ بِالشَّرِّ وَ الۡخَیۡرِ فِتۡنَۃً ؕ وَ اِلَیۡنَا تُرۡجَعُوۡنَ ۝

(پ ۱۷، ع ۲۶، س الانبیاء)

اور ہم تمہاری آزمائش کرتے ہیں برائی اور بھلائی سے جانچنے کو اور ہماری ہی طرف تمہیں لوٹ کر آنا ہے۔

اس آیت شریفہ سے بھی معلوم ہوا کہ مسلمان پر کوئی بھلائی اور تکلیف اس کے امتحان کے لئے آتی ہے کہ وہ صبر و شکر میں کیا درجہ رکھ سکتے ہیں۔

تیسرے مقام پر خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

ہُنَالِکَ ابۡتُلِیَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَ زُلۡزِلُوۡا زِلۡزَالًا شَدِیۡدًا ۝

(پ ۲۱، ع ۱۷، س الاحزاب)

وہاں اس موقع پر (یعنی غزوۂ احزاب پر) مسلمان جانچے گئے اور زور زور سے جھنجھوڑائے گئے۔

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ جنگ احزاب کے موقع پر مسلمانوں پر کیسا عظیم وقت آیا تھا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش تھی۔ یہ تو قانونِ قدرت ٹھہرا۔ پھر جو

نقصان یا تکلیف پہنچے اس میں انبیاء کرام علیہم السلام واولیاء کرام پر اعتراض کیا۔

اب آیت طیبہ کو ملاحظہ فرمائیے کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم واولیاء کرام مددگار ہیں یا کہ نہیں؟ ضرور ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے:

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ (پ ۶، ع ۱۲، س المائدہ)

کوئی بات نہیں تمہارا مددگار اللہ تعالیٰ ہے اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور وہ ایماندار جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکتے ہیں اور جو اللہ و رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ایمان داروں کو مددگار بنالیتا ہے تو بے شک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔

دوسری آیت ملاحظہ فرمائیے:

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝ (پ ۲۸، ع ۱۹، س التحریم)

بے شک وہ اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہے اور جبرائیل علیہ السلام اور صالح مومنین اور فرشتے بھی اس کے بعد مدد کرنے والے ہیں۔

اس کے علاوہ بہت سی آیات ہیں لیکن اس وقت صرف دو آیتیں پیش کی ہیں جن سے صاف واضح ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مددگار ہیں اور حضرت جبرائیل امین علیہ السلام و دیگر ملائکہ مقربین اور اولیاء صالحین بھی مدد فرماتے ہیں۔ اس کے علاوہ حدیث مشکوٰۃ شریف باب یمن و الشام میں بھی حدیث آتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ چالیس ابدال ہیں جن کی برکت سے بارشیں ہوتی ہیں اور ان کی مدد سے دشمنوں سے بدلہ

لیا جاتا ہے۔

مخالفین حضرات جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ملائکہ مقربین اور اولیاء کاملین کی امداد کے انکاری ہیں وہ غور سے آیاتِ بالا کو دیکھیں اور خیال کرلیں کہ ان کا آخری ٹھکانا کیا ہو گا۔

بِاٰیٰتِنَا اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ۔

یا انکار کیا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ کی آگ کے ساتھی ہیں۔

اب مذکورہ آیات میں غور فرمائیے کہ پہلے آیت میں اللہ تعالیٰ کی مدد کا ذکر ہے اور اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم و ملائکہ کرام و اولیاء اللہ کی امداد فرمانے کا بیان ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ جو لوگ انبیاء علیہم السلام وخصوصاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام و ملائکہ مقربین و اولیاء صالحین کی امداد کے انکاری ہیں۔ دراصل وہ خدا تعالیٰ کی امداد کے منکر ہیں۔ اگر مخالفین نہ تسلیم کرلیں کہ واقعی اللہ تعالیٰ مددگار ہے تو وہ کبھی نبیوں و ولیوں کی امداد کا انکار نہ کرسکیں گے۔ کیونکہ ان کا یہ اعتراض انبیاء و اولیاء پر نہیں بلکہ حقیقت میں خدا تعالیٰ کی ذات پر ہے کہ (معاذ اللہ) اگر اللہ تعالیٰ مددگار رہتا تو جن لوگوں کا جانی و مالی نقصان ہوا ہے کیوں ہوتا۔ ان کی مدد کر کے بچالیتا۔

خداوند کریم ایسے گستاخ اللہ و رسول کے دشمنوں سے ہمیشہ بچائے رکھے جنہوں نے انبیاء و اولیاء کی عداوت کی بنا پر اس وحدہ لاشریک کو بھی کسی طرح سے خالی نہ چھوڑا۔

ہمارا ایمان ہے کہ ہماری مدد رب العالمین جل وعلا اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے ملائکہ مقربین اور اس کے اولیاء صالحین نے فرمائی ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی ان کی نصرت شامل حال رہے گی۔

عرب کی حالیہ جنگ میں عربوں کے نقصان ہونے پر مخالفین کا اعتراض اور اس کا جواب

شبہ:

مخالفین یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ اہل سنت بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ پاکستان کی گزشتہ سترہ روز کی جنگ جو ہندوستان کے ساتھ ہوئی اس جنگ میں مسلمانان پاکستان کی خدا کے نبیوں اور ولیوں نے بھی مدد فرمائی ہے۔ اگر یہی بات ہے تو گزشتہ دنوں جو عرب لوگوں کی اسرائیلیوں سے جنگ ہوئی تو اس میں عرب لوگوں کو مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ تو اس وقت بریلویوں کے نبی اور ولی کہاں چلے گئے۔ وہاں پر مدد تو نہ کی۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ مدد صرف اللہ تعالیٰ ہی کرسکتا ہے۔

جواب:

ناظرین حضرات کو یہ تو معلوم ہو ہی گیا ہوگا کہ مخالفین کی زندگی کا سرمایہ حیات و اولین عبادت یہی ہے کہ وہ ہر وقت خدا و اس کے مقبول انبیاء کرام علیہم السلام اور خصوصاً حضور سیّد عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام و اولیاء کاملین کی شانِ مقدسہ میں عیب و نقص ہی تلاش کرتے رہیں۔ کیا یہی ایمان داری کا مظاہرہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے محبوب انبیاء علیہم السلام کو بدنام کرتے رہیں۔ استغفر اللہ! ہمیں نہایت ہی افسوس آتا ہے کہ مخالفین نے جو یہ اعتراض نکالا ہے ایسا اعتراض تو اس وقت کے منافقین و یہود بھی کیا کرتے تھے۔ قرآن کریم خود اس کی وضاحت فرماتا ہے:

وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ۝ (پ۵۔ع۷، س النساء)

اور انہیں اگر کوئی بھلائی پہنچے تو کہیں اللہ کی طرف سے ہے اور انہیں کوئی

برائی پہنچے تو کہیں یہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے آئی ہے۔ اے
محبوب! آپ فرمادو سب اللہ کی طرف سے ہے تو ان لوگوں کو کیا ہوا۔ کوئی
بات سمجھتے معلوم نہیں ہوتے۔

اس آیت کریمہ سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے منافقین و یہود کے اس قول کا ردّ
مایا جو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبست کہا تھا۔ جب کسی جنگ میں
مسلمانوں کو فتح و نصرت ہوتی تو منافقین یہ کہنے لگ جاتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے
ہے اور اگر کسی وقت مسلمانوں کو کچھ مصیبت کا سامنا ہو جاتا تو کہتے کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم سے ہے۔ یہ تھا منافقین کے اصل نفاق کا اظہار جو وہ محض عداوت الرسول کی بنا پر
کیا کرتے تھے۔ اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ ایسے واہی اعتراضات کرنا گروہ منافقاں و
یہود یہ کا کام تھا کہ جب فتح ہو تو خدا کا نام اور جب کوئی مصیبت ہو تو خدا کے محبوب کا نام
بدنام۔

مسلمانوں کا یہ کام نہیں ہے آپ غزوۂ اُحد کے واقعہ کی طرف توجہ فرمائیے کہ جب
مسلمانوں کو تھوڑی سی تکلیف کا سامنا ہوا تو مسلمانوں نے نہ تو خداوند کریم اور نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ شکوہ کیا بلکہ انہوں نے صرف اس بات کا کچھ تعجب سا کیا تو اللہ
تعالیٰ نے خود اس کی وضاحت فرمادی:

قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ؕ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ
قَدِیْرٌ ○ وَمَآ اَصَابَكُمْ یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِیَعْلَمَ
الْمُؤْمِنِیْنَ ○ (پ ۴، ع ۷، س آل عمران)

کہنے لگے یہ مصیبت کہاں سے آئی۔ اے محبوب! فرمادو وہ تمہاری طرف
سے آئی ہے بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتا ہے اور وہ مصیبت جو تم پر آئی
جس دن دونوں فوجیں ملی تھیں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھی اس لئے کہ پہچان
کرادے ایمان والوں کی۔

آیت بالا میں غزوۂ اُحد کے مسلمانوں کو مصیبت پہنچنے کا اظہار کیا گیا ہے کہ اے مسلمانو! یہ مصیبت تم نے اپنی طرف سے لی ہے۔ اس لئے کہ تم نے حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف مدینہ طیبہ سے باہر نکل کر جنگ کرنے کا اصرار کیا۔ پھر وہاں پہنچنے کے بعد باوجود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید ممانعت کی غنیمت کے لئے اپنا ٹھکانا چھوڑا۔ یہی سبب تمہارے قتل و ہزیمت کا تھا۔ اس واسطے تمہیں ایسی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا تاکہ آئندہ کے لئے یہ جان جاؤ کہ پھر ایسی کوتاہی نہ ہونے پائے ورنہ اس کا خمیازہ تم کو بھگتنا پڑ جائے گا جو تم نے اس سے قبل پالیا ہے۔

غزوۂ اُحد سے پیارے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق حاصل ہو گیا کہ اگر کسی جنگ میں مسلمانوں کو شکست یا مصیبت کا سامنا ہو جائے تو وہ یہ اچھی طرح سمجھ لیں کہ یہ ان کی اپنی کوتاہیوں کا نتیجہ ہے۔ اور آئندہ کے لئے مسلمان گزشتہ کوتاہیوں سے باز رہیں تو پھر جب کبھی اسلام اور کفر کی جنگ ہو گی تو مسلمانوں کو ہی فتح حاصل ہو گی۔ تلک الایام نداولھا بین الناس۔

ثابت ہوا کہ مسلمان کی تکلیف یا مصیبت حقیقت میں اس کی اصلاح کے لئے ہوا کرتی ہے جو اس کے لئے آئندہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بہتری ہوتی ہے اور یہ بھی اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم و ملائکہ و اولیاء کی مدد ہے تاکہ وہ اپنے آپ کو اتنا سنوار لیں کہ آئندہ بھی ان کی مدد ہو سکے۔ اسی طرح جو عرب لوگوں کو مصیبت یا نقصان کا سامنا کرنا پڑا ہے میرے خیال میں تمام عرب بھی یہ اچھی طرح جان چکے ہوں گے کہ ہم کو ایسی تکلیف کا سامنا کیوں ہوا ہے اور پاکستان کے بھی تمام لوگ یہ سمجھ چکے ہوں گے کہ عربوں کو یہ تکلیف کس بنا پر پہنچی ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار ۔

دانشوروں کے لئے تو اتنا ہی کافی ہے۔

مثلاً دیکھئے اگر کسی باپ کا بیٹا کوئی ایسی ناشائستہ حرکت کر بیٹھے تو غیرت مند اچھا

باپ اس بیٹے کو مار پیٹ کر اس کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہے تاکہ یہ اپنی ایسی حرکت سے باز رہے اور اس کی آئندہ زندگی بہتر ہو جائے۔ اب یہ باپ تو اپنے بیٹے کی بہتری کے لئے ایسا کر رہا ہے اور دوسری طرف کوئی ایسا شخص آ کر یہ کہہ دے کہ دیکھو جی یہ باپ اپنے بیٹے کا بڑا ہی دشمن ہے کہ اس نے اپنے بیٹے کو اتنا پیٹا ہے تو کیا ایسے شخص کی بات کو مانا جا سکے گا کہ واقعی باپ بیٹے کا دشمن ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ اس باپ کی یہ بہت ہمدردی کہی جائے گی کیونکہ وہ اس کی اصلاح کر رہا ہے۔

اسی طرح ہم مسلمانوں کو خداوند ذوالجلال کا خوف پیدا کر کے اس کے حضور اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہئے اور اس کے محبوب کی تابعداری اور سچی غلامی کا پٹہ اپنے گلے میں ڈال لینا چاہئے۔ اس کا وعدہ بالکل سچا ہے۔

نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ فَتْحٌ قَرِیْبٌ

سب مسلمانوں کو اس بارگاہِ ذوالجلال اور پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی فرماں برداری کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری تمام کوتاہیوں کو معاف فرمائے۔ آمین

مسلمان کا تو یہ اصول ہے کہ نہ وہ ایسے مواقع پر خدا اور رسول و اولیاء کی شان اقدس میں تنقیدیں شروع کر دے کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام و حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسے کلمات کہنا کہ انہوں نے مدد نہ کی۔ یہ تو سراسر گمراہی اور بے دینی ہے کہ یہ اعتراض اللہ سبحانہٗ کی ذات پر آ جاتا ہے۔

آیئے ذرا آیت شریفہ ملاحظہ فرمایئے:

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ

(آل عمران ۱۳۹)

اور نہ سستی کرو اور نہ غم کھاؤ تم ہی غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔

آیت کریمہ میں اس امر کا اظہار ہے کہ اگر تم مسلمان ہو تو غم کرنے کی ضرورت نہیں تم ہی غالب آؤ گے۔

اب میں تمام غیر مقلدین اور در پردہ نجدیوں سے پوچھتا ہوں کہ عربوں نے جو جنگ اسرائیلیوں سے لڑی ہے ان عرب لوگوں کو مسلمان سمجھتے ہو یا کہ نہیں۔ اگر یہ کہو مسلمان تھے تو آیت مذکورہ کے مطابق رب کریم پر کیا فتویٰ جڑو گے۔ (معاذ اللہ)

دوم اگر یہ جانو کہ عرب لوگ مسلمان نہیں تھے تو پھر تمہارا اعتراض باطل۔ اب کہئے کہ کون سی بات پر متفق ہو یا تو اللہ تعالیٰ پر کچھ فتویٰ جڑیئے اور یا عربوں کے مسلمان ہونے کا انکار کیجئے۔ کچھ حیاء کیجئے۔ ایک طرف تو توحید اور حب خدا کے متعلق یہودیوں کی طرح ٹھیکیدار بنے پھرتے ہو اور پھر اسی خدا پر ایسی بدگمانیاں۔ اور دوسری طرف مسلمان لوگوں کے ہمدرد بنے پھرتے ہو اور پھر انہی مسلمانوں کو مشرک وکافر سمجھتے ہو۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ماجراء کیا ہے۔

ع الٰہی حیراں ہوں آسماں کیوں نہیں پھٹ پڑتا

ہاں جب تمہارا ایمان یہ ہو جائے گا کہ خداوند کریم کی امداد شامل حال ہے تو یہ سمجھ لو کہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وخصوصاً حضور سیّد العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملائکہ مقربین واولیاء صالحین کی مدد ساتھ ہی ہے اور اگر تمہارا ایمان یہی رہے گا کہ انبیاء علیہم السلام وسیّد الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام وملائکہ عظام واولیاء امداد نہیں فرماتے۔ تو تم خداوند کریم کی امداد کے منکر ٹھہرے پھر تو تم مالک حقیقی ہی کی استعانت کا انکار کر رہے ہو۔ تو بتایئے اس میں ہمارا کیا قصور!

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت کو اگر مان لیا

اس کے علاوہ اور بہت سے دلائل فرقانیہ وحدیثیہ موجود ہیں لیکن اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وانبیاء علیہم السلام واولیاء کے متعلق غوثِ صمدانی شیخ سیّدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

شبہ:

مخالفین یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ حضرت پیرانِ پیر غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جن کی رُوح کو بریلوی ختم گیارہویں کا ایصال ثواب کرتے ہیں۔ ان کا عقیدہ تھا کہ اللہ کے سوا کسی نبی ولی کو غیب کا علم نہیں ہوسکتا اور جو ایسا عقیدہ رکھے وہ کافرو مشرک ہے۔ لہٰذا بریلوی گیارہویں تو ان کے نام کی دیتے ہیں لیکن بات ان کی نہیں مانتے۔

جواب:

میں علانیہ طور پر کہتا ہوں کہ اگر مخالفین میں کچھ سچائی ہے تو حضرت پیرانِ پیر غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کسی ایک اصل کتاب کا یہ حوالہ دکھادیں کہ آپ نے یہ فرمایا ہو کہ اللہ کے سوا کسی نبی و ولی کو غیب کا علم نہیں ہوسکتا۔ اور جو ایسا عقیدہ رکھے وہ کافرو مشرک ہو گا۔ انشاء اللہ کبھی نہیں دکھا سکتے۔ یہ محض حضرت پیرانِ پیر غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کو بدنام کرنے کے لئے ان کی طرف یہ بات جھوٹ منسوب کی گئی ہے۔ اور یہ تو وہابیہ دیو بندیہ کی فطرت ہو چکی ہے کہ وہ بزرگانِ دین کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کر کے ان کو بدنام کرنا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ پیچھے ایسی مکاریوں کا ذکر ہو چکا ہے۔

اب آیئے اور آنکھیں کھول کر حضرت پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ملاحظہ فرمایئے:

يُكْشَفُ لَهُمْ عَنِ الْمَلَكُوْتِ وَ تَضِيءُ لَهُمْ اَنْوَاعُ الْعُلُوْمِ مِنَ

اَلْجَبْرُوْتِ وَ يُلَقَّنُوْنَ غَرَائِبَ الْحِكَمِ وَالْعُلُوْمِ وَ يَطَّلِعُوْنَ عَلٰى مَا غَابَ عَنْهُمْ مِنَ الْاَقَامِ وَالْحُظُوْظِ (غنیۃ الطالبین مطبوعہ مصر)

منکشف ہو جاتا ہے اولیاء اللہ کے واسطے عالم ملکوت اور روشن ہو جاتے ہیں ان کے لئے کئی قسم کے علوم عالم جبروت سے عجیب عجیب علوم اور حکمتیں ان کو القاء کئے جاتے ہیں اور کئی قسم کی غیبی خبروں پر مطلع ہوتے ہیں۔

لیجئے جناب! حضرت پیران پیر تو صاف لفظوں میں فرمار ہے ہیں کہ اولیاء اللہ کے لئے عالم ملکوت روشن ہو جاتے ہیں۔ اور کئی علوم عالم جبروت سے حاصل ہو جاتے ہیں اور انہیں عجیب عجیب علوم اور حکمتیں القاء ہوتی ہیں اور کئی قسم کے غیبی علوم پر مطلع ہوتے ہیں۔ اب بتایئے کیا ایسا عقیدہ رکھنے پر حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ پر کیا فتویٰ جڑو گے۔ یا بقول تمہارے کیا پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی ہی تکفیر کا حکم دے رہے ہیں۔

اس کے آگے غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں:

وَقِيْلَ اِذَا طَلَبْتَ اللّٰهَ بِالصِّدْقِ اَعْطَاكَ مِرْاٰةً تُبْصِرُ فِيْهَا كُلَّ شَيْءٍ مِّنْ عَجَائِبِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ (غنیۃ الطالبین مطبوعہ مصر)

اور بیان کیا گیا ہے کہ جس وقت تو اللہ کو صدقِ دل سے طلب کرے تو سمجھے اللہ ایک شیشہ عطا کرے گا جس میں تو دنیا و عقبیٰ کی کل اشیاء کو دیکھ لے گا۔

ابھی اور ذرا آگے دیکھئے پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کیا فرماتے ہیں:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَهُمْ عَزَّوَجَلَّ اِطَّلَعَهُمْ عَلٰى مَا اُضْمِرَتْ قُلُوْبُ الْعِبَادِ وَالطَوَتْ عَلَيْهِ النِّيَّاتُ اِذْ جَعَلَهُمْ رَبِّىْ جَوَانِيْسَ الْقُلُوْبِ وَالْاَصْنَاعِ عَلَى السَّرَائِرِ وَالْخَفِيَّاتِ۔

اللہ مومنوں کا مددگار ہے جو ایمان لائے ان کو اندھیروں سے نکالتا ہے۔ نور کی طرف اور وہ عز و جل بندوں کے دلوں کے بھیدوں پر اور نیتوں پر ان کو

مطلع کرتا ہے۔ اس وقت میرے رب نے ان کو تمام قلوب کے جاسوس مقرر فرمادیا ہے اور بھیدوں اور غیوبات کا امین و واقف بنایا ہے۔

مذکورہ دونوں عبارتوں سے صاف ظاہر ہو گیا کہ حضرت پیرانِ پیر غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ اولیاء اللہ کے واسطے دنیا و عقبیٰ کے علم کلی کا حکم صادر فرما رہے ہیں کہ اولیاء اللہ بندوں کی نیتوں اور دلوں کے بھیدوں اور غیوبوں کے امین و واقف ہوتے ہیں جن کے غلاموں کے علم غیب کے متعلق آپ کا یہ عقیدہ ہے تو ان کے آقا کے علوم غیبیہ کے متعلق آپ کا کیسا عمدہ عقیدہ ہونا ظاہر ہے۔ مخالفین کی عقلوں پر تعجب ہوتا ہے جو اتنا بھی نہیں سمجھ سکتے۔ حضرت پیران پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہی اس اعتقاد پر کفر و شرک کا فتویٰ دے سکتے ہیں۔ اب یا تو جو ہم پر فتوے جڑتے ہو وہ چھوڑ دو یا حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کی بات تسلیم کرلو۔ ان دلائل سے یہ ثابت ہو گیا کہ جب حضرت پیرانِ پیر غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ علم غیب اولیاء کے متعلق اتنا صاف ہے تو انبیاء علیہم السلام و حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیسا ہو گا اور مزے کی بات تو یہ ہے کہ حضرت پیرانِ پیر غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ خود قصیدہ غوثیہ میں فرماتے ہیں:

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰہِ جَمْعًا

کَخَرْدَلَۃٍ عَلٰی حُکْمِ اِتِّصَالٖ

(ہم نے اللہ کے تمام شہروں کو اس طرح دیکھ لیا جیسے چند رائی کے دانے ملے ہوئے ہیں)

حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ کا تو خود اتنا بلند مقام ہے کہ آپ تمام شہروں کو مثل رائی کے دانے کے ملاحظہ فرما رہے ہیں:

دوسرے مقام پر بہجۃ الاسرار میں آپ فرماتے ہیں:

وعزۃ ربی ان السعداء والاشقیا لیعرضون علی عینی فی اللوح المحفوظ (بہجۃ الاسرار)

عزتِ الٰہی کی قسم بے شک سب سعید وشقی میرے سامنے پیش کئے جاتے ہیں میری آنکھ لوح محفوظ میں ہے۔

اس کے علاوہ آپ کے متعلق بہت سے دلائل ہیں لیکن اسی پر بس کرتا ہوں۔ الحمد للہ مخالفین کے اس شبہ کا بھی ازالہ ہو گیا جو یہ جگہ جگہ چرچا کرتے پھرتے ہیں۔ اب خود ہی غور فرمالیں کہ جب غلامانِ مصطفیٰ کے علوم کا یہ عالم ہے تو حضور پرنور سیّد النشور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم کا کیا عالم ہوگا۔

مخالفین کی کمال فریب کاری

شبہ:

مخالفین یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار تھے کہ کسی شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ گھوڑے کی ٹانگیں کتنی ہیں۔ تو آپ نے نیچے اتر کر گھوڑے کی ٹانگیں گن کر بتایا کہ گھوڑے کی ٹانگیں چار ہوتی ہیں۔ لہٰذا اگر آپ کو علم غیب ہوتا تو نیچے اتر کر کیوں بتاتے۔

جواب:

استغفر اللہ، استغفر اللہ! اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ ناظرین! بانصاف غور فرمائیے کہ مخالفین حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم عظیم کے انکار میں کیا لچر بات کہتے ہیں جس کا آج تک نہ کسی حدیث میں اور نہ کسی کتاب میں ذکر اور پھر لطف یہ کہ یہ بات ویسے ہی مشہور نہیں کر رکھی بلکہ یہ کہتے ہیں کہ حدیث میں ہے۔ ہاں یہ ٹھیک ہے کہ واقعی یہ بات کسی حدیث میں تو نہیں البتہ گروہ خبیث کی زبانوں پر ہے۔ ظالمو! ہوش کرو کیوں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی کی بنا پر ایسی غلط باتیں آپ کی طرف منسوب کر رہے ہو۔ میں تو یہی کہوں گا کہ ایسے کاذب گروہ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی خبر فرمادی ہے:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَکُوْنُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ کَذَّابُوْنَ یَاْتُوْنَکُمْ مِّنَ الْاَحَادِیْثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَلَا اٰبَاؤُکُمْ فَاِیَّاکُمْ لَا یُضِلُّوْنَکُمْ وَلَا یَفْتِنُوْنَکُمْ

(مسلم شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آخری زمانہ میں ایسے فریب دینے والے اور جھوٹے لوگ ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی حدیثیں لائیں گے جن کو نہ تو تم نے کبھی سنا ہوگا اور نہ تمہارے باپوں نے۔ پس بچو ایسے لوگوں سے اور نہ اپنے قریب آنے دو تم ان کو تا کہ وہ نہ تو تم کو گمراہ کریں اور نہ فتنہ میں ڈالیں۔

حدیث بالا میں غور کیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ زمانہ آخر میں ایسے جھوٹے فریبی لوگ ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی حدیثیں لائیں گے جن کو نہ تو تم نے کبھی سنا ہوگا اور نہ تمہارے باپوں نے۔ ایسے لوگوں سے کنارہ کرو اور اپنے قریب نہ آنے دو تا کہ وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور فتنہ میں نہ ڈالیں۔

یہی حال اس وقت مخالفین کا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عدم علم ثابت کرنے کے لئے وہ وہ باتیں لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں جو لوگوں نے اور ان کے باپ دادوں نے کبھی نہیں سنی۔ جیسے آپ دیکھئے کہ گھوڑے کی ٹانگوں کی بات ایسی سنائی جو کبھی سننے میں نہیں آئی اور ان کے علاوہ بھی مخالفین جھوٹی باتیں سنانے کے عادی ہو چکے ہیں۔ محض اس لئے کہ لوگوں کو گمراہ کیا جائے۔

لہٰذا ناظرین کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ فرمانِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر عمل کر کے ان سے بچیں ورنہ ان لوگوں کا مدعا یہی ہے کہ وہ عوام کو ایسی جھوٹی حدیثیں سنا سنا کر گمراہ کرتے پھریں۔ اسی طرح آیاتِ قرآنی کے بھی غلط معانی کر کے

لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں لہٰذا ان کی تقریروں، تحریروں، کتابوں، رسالوں اور قرآن وحدیث کے تراجم سے احتراز کرنا چاہئے کیونکہ جو لوگ غلط حدیثیں گھڑ لیتے ہیں کیا وہ تراجم میں خیانت نہ کرتے ہوں گے۔

علم غیب حضرت سیّدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام

اور ہدہد کے کلام کی بحث

شبہ:

مخالفین کا قول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کے متعلق فرمایا کہ وہ کہاں ہے۔ لہٰذا اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو علم غیب ہوتا تو آپ اس کے بارے میں کیوں پوچھتے۔ نیز جب ہدہد آپ کے پاس آیا تو اس نے کہا کہ جو کچھ میں جانتا ہوں آپ کو اس کا علم نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو بلقیس کے احوال کا علم نہیں۔

جواب:

جواب دینے سے قبل یہ واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہم اہل سنت حضور فخر موجودات علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے ماکان وما یکون کے علوم ہونے پر سچا ایمان رکھتے ہیں۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور ساری کائنات حتیٰ کہ لوح وقلم کے علوم ایک طرف جمع ہو جائیں تو بھی حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کے آگے ایک قطرہ ہیں اور یہ علوم سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سب جمع ہو کر بھی خدا کے علوم کے آگے ایک ذرّہ بھی نہیں۔

حاصل یہ ہوا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے علوم جمع ہو کر بھی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم عظیمہ کے آگے مثل قطرہ ہیں۔

اس لئے مخالفین سب سے پہلے ہمارے عقیدہ کی پہچان پیدا کریں پھر وہ ہمارے سامنے بات کریں۔ جب ہم سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کے آگے انبیاء علیہم السلام کے علوم کو مثل ایک قطرہ جانتے ہیں تو پھر اس اعتقاد کے مطابق نجدیہ کو کیا گنجائش ہے کہ وہ

ایسے اعتراضات ہمارے عقائد پر چسپاں کریں۔

تمام دشمنان انبیاء کو دعوت عام ہے کہ قرآن کی کسی ایک آیت سے یہ ثابت کر دیں کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں چیز کا علم فلاں نبی کو عطا نہیں فرمایا۔ انشاء اللہ قیامت تک کوئی دلیل پیش نہ کر سکو گے۔ تو پھر تمہارا کیا حق ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے علوم غیبیہ میں تنقیص کرو۔ کیا تم نے یہ ٹھیکہ لے رکھا ہے یہ کہتے پھرو کہ فلاں نبی کو فلاں امر کا علم نہ تھا۔ (العیاذ باللہ)

اللہ تعالیٰ نے تو نبوت کا خاصہ اولین یہی رکھا ہے کہ ان کو علوم غیبیہ سے مطلع فرما دیتا ہے اس لئے جو لوگ نبوت کے علوم میں تنقیص کرتے ہیں وہ دراصل نبوت کے منکر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مخالفین کے بعض مولویوں نے قرآن کے ترجمہ میں جہاں لفظ نبی آیا ہے اس کا معنی ہی ہضم کر دیا ہے لیکن اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے اپنے ترجمہ میں لفظ نبی کا ترجمہ فرمایا ہے۔ یہ ہے ان لوگوں کی خدمت دین اور دیانت۔

اب اصل شبہ کے جواب کی طرف توجہ فرمائیے۔

بھلا قرآن کی کس آیت کا یہ ترجمہ ہے کہ آپ نے یہ پوچھا ہو کہ ہدہد کہاں گیا ہے۔ یہ کذب بیانی اور آیتوں کے ساتھ خیانت کی عادت معلوم نہیں کب تک ان کا ساتھ دے گی۔ قرآن کریم کے تو پیارے الفاظ یہ ہیں:

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ○

(پ ۱۹، ع ۱۷، س النمل)

اور پرندوں کا جائزہ لیا تو فرمایا کیا بات ہے میں ہدہد کو نہیں دیکھتا یا وہ واقعی حاضر نہیں۔

اس آیت کریمہ سے سیدنا حضرت سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے عدم علم کی دلیل اخذ کرنا سخت کج روی ہے۔ آپ کا ناواقف ہونا تو تب ثابت ہوتا کہ آپ حاضر کو غائب فرماتے۔ جو پرندہ مجلس میں غیر حاضر تھا اسی کے متعلق آپ نے یہ فرمایا ہے:

مَا لِیَ لَا اَرَی الْھُدْھُدَ ۔

کہ میں آج ہدہد کو مجلس میں نہیں دیکھتا ہوں کیا بات ہے کیونکہ اگر حاضر کو بلا اظہار سبب اپنے علم پر ہی موقوف رکھتے تو یہ شاہی عدالت کے خلاف تھا۔ اس واسطے آپ نے ہدہد کے متعلق سختی کے الفاظ استعمال فرمائے کہ اگر وہ میرے پاس کوئی بین دلیل نہ پیش کر سکا۔ تو میں اسے سخت عذاب کروں گا یا ذبح کر دوں گا۔ تو آپ کا یہ فرمانا حضرت سلیمان علیہ السلام کے عدم علم پر دلالت نہیں کرتا بلکہ یہ دوسروں کو عبرت دلانا تھا کہ کوئی دوسرا بلا وجہ بغیر اجازت غیر حاضری نہ کرے۔ اس لئے فرمایا: مالی لا اری الھدھد۔ یہ کس لفظ کا معنی ہے کہ آپ کو علم نہ تھا۔ معنی تو یہ ہے کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھتا۔ یہ تو آپ کے علم کی دلیل ہے کہ کئی لاکھوں انسانوں اور جنوں اور چوپایوں اور درندوں اور پرندوں میں سے خصوصاً ہدہد کو نامزد کر کے اس کی غیر حاضری کی اطلاع دے رہے ہیں۔ یہ تو آپ کے علم غیب کی دلیل ہے لہٰذا آئندہ آیت قرآنی سے غلط استدلال کر کے انبیاء صلواتہم وسلامہم کے علم کی تنقیص کرنے کی بے جا کوشش نہ کیجئے۔

اب رہا یہ کہ ہدہد نے کہا:

اَحَطتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِہٖ

میں وہ بات دیکھ کے آیا ہوں جو آپ نے نہیں دیکھی۔

مخالفین کا یہ استدلال کرنا کہ اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو علم غیب ہوتا تو ہدہد یہ کیوں کہتا پھر اس کے صاف معنی یہ ہوئے کہ منکرین لوگ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ و السلام کے علم سے ایک پرندے ہدہد کا علم زیادہ مانتے ہیں۔ یعنی کہ پرندے کا علم تو مانتے ہیں لیکن بعض انبیاء کی بناء پر نبی اللہ کا علم ماننے کو تیار نہیں (العیاذ باللہ) خدا عقل دے تو یہ سمجھ لینا کچھ مشکل نہیں کہ یہ کہنا ہدہد کا اپنا ہے یا حقیقت پر مبنی ہے۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ کسی مسلمان کا یہ عقیدہ ہو کہ اس ہدہد کا یہ کہنا حقیقتاً صحیح ہو۔ یہ محالات سے ہے کہ وہ حضرت سیّدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام جن سے ہوا کا ذرّہ ذرّہ بھی شرق و غرب میں اور

شمال وجنوب میں بغیر اجازت اور خبر کے حرکت نہ کرے اور ان سے ایک پرندے (ہدہد) کے علم کو زیادہ کہا جائے۔ تو یہ کہنا ایمان اجازت نہیں دیتا۔ اور آیاتِ قرآنیہ کے بالکل خلاف۔

ارشاد خداوندی ہوتا ہے:

وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ (پ ۱۷، ع ۵، س الانبیاء)

اور ہم نے سلیمان علیہ السلام کے تابع زور کی ہوا کردی جو اس کے حکم سے چلتی تھی۔

کیا بلقیس کے شہر ہوا چلتی تھی یا کہ نہیں؟ ضرور چلتی تھی۔ وہاں کے تمام مقامات کے ذرّہ ذرّہ کی ہوا سے حضرت سلیمان علیہ السلام باخبر ہوں لیکن بلقیس اور اس کے تخت سے بے خبر ہوں۔ اس لئے یہ اعتراض ہدہد کے کلام کو لے کر قرآن کے خلاف ہے۔ باقی رہا یہ کہ آپ نے اس کا ردّ کیوں نہ فرمایا۔ تو ہر ایک کا بیان سننا اور اس کا انتظام کرنا یہ اصولِ سلطنت سے ہے اور اگر بادشاہ اپنی عقل کے مطابق اپنی سلطنت کے کاروبار کو چلائے تو یہ بھی اصولِ سلطنت کے خلاف ہے۔ اس لئے ہدہد کے کہنے پر ہدہد کو خط دیا اور بلقیس کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ ہم دیکھیں گے کہ یہ سچا ہے یا جھوٹا ہے تو اس ترتیب سے اور مہلت سے بلقیس کو بلایا اور وہ آپ کے نامہ مبارک سے ہی مع اپنی جماعت کے مسلمان ہوگئی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی عزت اپنے مقام پر بالاتر رہی۔

اگر (معاذ اللہ) آپ کو علم نہ ہوتا اور آپ کی نظر بلقیس کے شہر اور تخت تک نہ پہنچ سکتی۔ تو آپ نے عفریت کو فیل کر کے آصف بن برخیا کے عرض کرنے کو کیوں مقدم سمجھا حالانکہ عفریت اتنا زبردست جن تھا جو دعویٰ کرتا تھا کہ میں ہزاروں میلوں سے بلقیس کا اتنا بھاری بھرکم تخت آپ کے کھڑے ہونے سے قبل پیش کرسکتا ہوں لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی طاقت کو کمزور قرار دیا تو آصف بن برخیا جو آپ کی غلامی میں حاضر رہتا تھا اس نے عرض کی حضور! میں آپ کے پلک جھپکنے سے قبل تختہ بلقیس پیش کردوں گا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے دیکھا تو تخت سامنے پڑا تھا۔ ھٰکَذَا

اور اگر ہدہد کے کلام پر ہی اعتماد ہے تو ہدہد جس کو عرشِ عظیم کہتا تھا تو حضرت سلیمان علیہ السلام کا غلام اس عرشِ عظیم کو آنکھ جھپکنے سے پہلے ہی اٹھا لایا۔ کیا وہ ہزاروں میلوں سے اتنے بڑے تخت کو بغیر علم کے ہی اٹھا لایا۔

ارے جس کے غلاموں کو اتنا علم ہے اور اتنی نظر اور اتنی طاقت ہو تو بھلا اس کے آقا کے علم و نظر اور طاقت کا کیا عالم ہوگا۔ جب تمہیں غلاموں کے علم کا پتا نہیں تو آقا کے علم کو کیا سمجھ سکتے ہو اور پھر جو آقاؤں کے آقا ہیں ان کے علوم کا اندازہ کون کر سکتا ہے اور اگر پھر یہ کہو کہ ہدہد ہی کے کلام پر اعتماد ہے تو ہدہد یہ بھی کہتا ہے:

وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ ۔

اس (بلقیس) کے پاس ایک عرش عظیم ہے۔

کیا اس پر بھی تمہارا ایمان یہی ہوگا کہ اس کا عرش اللہ کے عرش سے بڑا ہے یا مساوی! تو تمہیں یہی کہنا پڑے گا کہ اس کی اپنی عقل کا اندازہ ہے اور احطت بما لم تحط بہ میں اس کی عقل کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ تو پھر یہ تمہاری کون سی دیانت داری ہے۔ معلوم ہوا کہ جن کے غلام اتنی اتنی دور کی خبریں رکھتے ہیں ان کے آقا کے متعلق ان کے غیب کا ہم کیا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اس لئے یہ تسلیم کرنا پڑے گا حضرت سلیمان علیہ السلام کا علم ہوا کے ذرّے ذرّے وما فیہا کو محیط تھا۔ لہٰذا آپ سے بلقیس کا شہر یا اس کے تخت مخفی نہ تھا۔ الحمد للہ رب العالمین مخالفین کے ان دو اعتراضوں کا بھی قلع قمع ہوگیا۔

سیّدنا حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور غم کی وجہ

شبہ:

مخالفین کا اعتراض ہے کہ اگر حضرت یعقوب علیہ السلام کو غیب کا علم ہوتا تو آپ کو

چالیس سال رونے کی کیا ضرورت تھی۔ لہٰذا آپ کو اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کے متعلق کچھ علم نہ تھا۔

جواب:

دیکھا آپ نے مخالفین کا حال کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دشمنی ان میں کس طرح سرایت کر چکی ہے کہ اپنی ہی طرف سے یہ باتیں کہنا شروع کر دی ہیں کہ حضرت سیّدنا یعقوب علیہ السلام کو اپنے فرزند حضرت یوسف علیہ السلام کا علم نہ تھا جبھی چالیس سال روتے رہے۔ بھلا یہ کون سی آیت کا ترجمہ ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کا کچھ علم نہ تھا اور آپ چالیس سال تک روتے رہے۔ یہ دھوکا بازی نہیں تو اور کیا ہے۔ قرآن حکیم کے تو صاف صاف الفاظ ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ:

اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ (پ۱۲،ع۱۲)

میں غم کرتا ہوں کہ اسے تمہارے ساتھ بھیج دوں۔

اس سے واضح ہوا کہ آپ کو حضرت یوسف علیہ السلام کے چلے جانے یعنی آپ سے جدا ہونے کا غم تھا اور دوسرے مقام پر یہ بھی ہے کہ

وَابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ ۔ (پ۱۳،ع۴)

آپ کی آنکھیں غم کی وجہ سے سفید ہو گئیں۔

تو ظاہر ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو غم صرف حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی کی بنا پر تھا نہ کہ لاعلمی کی وجہ سے۔

اسی طرح اگر یہ کہو کہ آپ کو حضرت یوسف علیہ السلام کا علم نہیں تھا۔ یہ بھی غلط۔ قرآن نے اس کی بھی وضاحت فرما دی ہے کہ حضرت سیّدنا یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیٹوں سے فرمایا تھا:

بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۔

بلکہ یہ تمہاری اپنی بنائی ہوئی باتیں ہیں۔

یعنی کہ آپ کو علم تھا کہ میرا یوسف خیریت سے ہے اور انہوں نے میرے آگے بھیڑیئے کے کھا جانے کی چال چلی ہے۔

اور اسی طرح دوسرے مقام پر آتا ہے کہ آپ نے فرمایا تھا:

یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَ اَخِیْهِ (پ۱۳،ع۴)

اے بیٹو! جاؤ میرے یوسف اور اس کے بھائی کی تلاش کرو۔

اس کے علاوہ اور بہت سی آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت سیّدنا یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام حالات کا علم تھا اور غم آپ کو صرف حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی کی بنا پر تھا۔ نہ یہ کہ آپ کو معاذ اللہ علم نہیں تھا۔ لہٰذا مخالفین کا یہ اعتراض بھی بالکل باطل ہے۔ اس لئے ان کا یہ حق نہیں کہ نبی اللہ کے علم میں تنقیص کریں۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس فرشتوں کا آنا اور بیٹے کو ذبح کرنے کی تیاری کرنا اور اس کی تحقیق

شبہ:

منکرین کا کہنا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے آئے تو آپ نے ان کے آگے بھنا ہوا گوشت پیش کیا تو فرشتوں نے کہا ہم نہیں کھا سکتے۔ لہٰذا اگر آپ کو علم ہوتا کہ یہ فرشتے ہیں تو ان کے آگے کھانا کیوں پیش کرتے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے لے گئے۔ اگر آپ کو یہ علم ہوتا کہ بیٹے نے بچ ہی جانا تھا۔ تو لے جانے کی کیا ضرورت؟

جواب:

بڑے ہی افسوس کی بات ہے کہ منکرین نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے واقعاتِ

عظیمہ جواُمت کے لئے بہترین نمونہ ہیں اور باعث برکت وہدایت اور خدا تک پہنچنے کی رسی ہیں۔ ان سے بھی ان حضرات نے عدم علم کی دلیل اخذ کرنے کی کوشش کی ہے۔ قرآن حکیم کی کس آیت کا یہ معنی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان فرشتوں کا علم نہیں تھا (معاذ اللہ) (یہ کہاں ہے کہ فرشتوں نے کہا کہ ہم نہیں کھاتے) یہ تو بلکہ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ:

اَلَا تَاْكُلُوْنَ (کیا تم نہیں کھاتے)

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عزت وعظمت پر حملہ کرنے کے لئے کیا کیا ایجادیں کر ڈالیں۔ جہلا کیا جانیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عمل میں کیا کیا حکمتیں ہیں۔ قرآن کریم کی پیاری آیات تو یہ ہیں:

هَلْ اَتٰـكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ۝ۚ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ۝ۙ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝

(پ ۲۶، ع ۱۸، س الذریت)

قرآن کریم کی آیات سے معلوم ہوا کہ وہ ملائکہ جو بشکل آدمی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لڑکے اسحاق علیہ السلام کے پیدا ہونے اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو عذاب میں مبتلا کرنے کے لئے آئے تھے۔ یہ آپ کے خاص عزت والے مہمان تھے۔ بیشک فرشتوں نے نہیں کچھ کھانا اور نہ کھا سکتے ہیں لیکن آپ نے مہمانوں کی مہمان نوازی کا حق ادا کرنا تھا اور یہ حق ادا فرماتے ہوئے خود ہی فرشتوں سے فرمایا:

اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝ (کیا تم نہیں کھاتے)

یعنی واقعی کھا نہیں سکتے۔ خلیل الرحمان کا یہ تو خاصہ عظیم تھا کہ آپ نے ہر مقام پر اپنا حق ادا فرما دیا ہے۔ اس کے آگے ہی یہ بھی آتا ہے کہ فرشتوں نے آپ سے فرمایا:

لَا تَخَفْ وَ بَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ (پ ۲۶، ع ۱۹)

خوف نہ کیجئے اور آپ کو خوش خبری ہو ایک علم والے لڑکے کی۔ یعنی حضرت اسحاق علیہ السلام کی۔

غور طلب امر یہ بھی ہے کہ فرشتے لڑکے کے پیدا ہونے کی بھی خوشخبری دے رہے ہیں اور ساتھی ہی اس لڑکے کے علیم ہونے کی بھی بشارت دے رہے ہیں جو لڑکا پیدا بھی نہیں ہوا۔ وہ حضرت اسحاق علیہ السلام علیم ہوں اور جن کے ہاں یہ پیدا ہونے والا ہے وہ باپ حضرت خلیل علیہ السلام معاذ اللہ بے علم ہوں۔ مخالفین کی عقلوں پر ایسے غلاف چڑھ چکے ہیں کہ انہیں مقامِ نبوت کے احترام کی ذرا تمیز نہیں رہی۔ اگر یہ نبوت کے قدر دان ہوتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ مقامِ نبوت کے کئی عظیم خواص میں سے ایک یہ خاصہ بھی ہے کہ وہ تمام فرشتوں کو جانتے ہیں۔

النبوة عبارة عما يختص به النبى و يعرن به غيره وهو يختص بالواع من الخواص احدها يعرف حقائق الامور المتعلقة بالله تعالىٰ و صفاته و ملئكته والدار الاخرة علماء مخالفا لعلم غيره بكثرت المعلومات و زيادة الكشف والتحقيق وثانيها ان له فى نفسه صفته بهاتتم الافعال الخارقة للعادة كما ان لنا صفة تتم بها الحركات المقرونة بارادتنا وهى القدرة ثالثها ان له صفة بها يبصر الملئكة ويشاهدهم كما ان للبصير صفته بها يفارق لاعمى رابعها ان له صفته يدرك ما سيكون فى الغيب (زرقانی شرح مواہب اللدنیہ)

نبوت اس چیز سے عبارت ہے کہ جس کے ساتھ نبی مختص ہے اور غیروں سے ممتاز ہے۔ اول یہ کہ جو امور اللہ جل جلالہ اور اس کی صفات اور فرشتوں اور آخرت کے ساتھ متعلق ہیں نبی ان کے حقائق کا عارف ہوتا ہے اور دوسروں کو کثرت معلومات اور زیادتی کشف و تحقیق میں اس سے کچھ نسبت

نہیں۔ دوم یہ کہ ان کی ذات میں ایک ایسا وصف ہے جس سے افعال خارقہ عادت تمام ہوتے ہیں جس طرح کہ ہمیں ایک وصف قدرت کا حاصل ہے جس سے ہمارے حرکات ارادیہ پورے ہوتے ہیں۔ سوم یہ کہ نبی کو ایک ایسا وصف حاصل ہے جس سے ملائکہ کو دیکھتا ہے اور ان کا مشاہدہ کرتا ہے جس طرح کہ بینا کو ایک وصف حاصل ہے جس کے باعث نابینا سے ممتاز ہے۔ چہارم یہ کہ نبی کو ایک وصف ایسا حاصل ہے جس سے وہ غیب کی آئندہ باتوں کا ادراک کر لیتا ہے۔

حضرت علامہ بحر العلوم رہبر شریعت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے اس نفیس کلام سے آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حقائق امور کا علم عطا فرمایا ہے اور کثرت معلومات و زیادتی کشف و تحقیق میں اور سب سے زیادہ ممتاز فرمایا ہے۔ افعال خارقہ کی ایسی صفت عطا فرمائی جیسے ہمیں حرکات ارادیہ کی کہ ہم جب چاہیں حرکت کریں۔ ایسے وہ جب چاہیں افعال خارقہ ظاہر فرمائیں اور ایک صفت ایسی دی جس سے وہ ملائکہ کو اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح بینا، اور ایک صفت غیب کی ایسی عنایت فرمائی جس سے وہ غیب کی آئندہ خبریں جانتے ہیں۔

ثابت ہوا کہ نبوت میں یہ خاصہ ہے کہ وہ ملائکہ کو دیکھتے ہیں اور ان کا مشاہدہ کرتے ہیں تو کیا حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ان ملائکہ کو جو بشکل آدمی تشریف لائے نہ پہچان سکے۔ ضرور پہچانتے تھے مگر وہ کیا جانیں جو ابھی تک مقام نبوت کی عزت و عظمت سے ہی ناواقف ہیں۔ اب رہا مخالفین کا یہ کہنا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ لہٰذا اگر آپ کو علم ہوتا کہ اس نے ذبح سے بچ جانا ہے تو ذبح کرنے کی تیاری کیوں فرماتے۔ بھلا یہ تو بتلائیے کہ کون سی وہ آیت ہے جس کا یہ ترجمہ ہو کہ آپ کو علم نہیں۔ پھر تعجب ہے کہ منکرین نے اس واقعہ ذبیحہ سے آپ کے عدم علم کا ثبوت کیسے لے لیا۔ اس واقعہ کو تو عدم علم سے کچھ علاقہ ہی نہیں۔

قرآن کریم کے تو پیارے الفاظ یہ ہیں:

قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَا ذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ز سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ○

(پ ۲۳، ع ۷، س الصفت)

اس آیت شریفہ سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بیٹے کو ذبح کرنے کا خواب خواب نہیں تھا بلکہ یہ بھی حکم خدا تھا کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے خواب بھی الہام ہوا کرتے ہیں اسی لئے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا:

افعل ماتومر (آپ کو جو حکم ہوا ہے کیجئے)

بیٹے کو کیسے معلوم ہوا کہ یہ بھی خدا کا حکم ہے۔ معلوم ہوا کہ بیٹے کو بھی اس کا علم تھا کہ یہ خدا کا حکم ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کے حکم سے بیٹے کو ذبح کر دینے کا ارادہ فرمالیا تو اس میں آپ کے عدم علم کا ثبوت کیسے ہوسکتا ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ○ وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰٓاِبْرٰهِیْمُ ○ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ج اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ○ (پ ۲۳، ع ۷)

تو جب ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا (اس وقت کا حال نہ پوچھ) تو ہم نے اسے ندا فرمائی اے ابراہیم! بے شک تو نے خواب سچا کر دکھایا۔ بیشک ہم نیکوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ہمارے حکم سے گردن جھکا دی تو ہم ہی نے کہا اے ابراہیم! تو نے خواب کو سچا کر دکھایا۔

اور فرمایا:

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝

ہم اس کو پچھلوں میں یادگار رکھیں گے۔

اس واقعہ ذبیحہ سے تو اللہ تعالیٰ حضرت سیّدنا ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی شان و رفعت اور آپ کی تعریف بیان فرمارہا ہے اور آپ کے اس واقعہ عظیمہ کو قیامت تک کے مسلمانوں میں یادگار بنایا ہے لیکن دشمنان نبوت کو یہ سوجھ رہا ہے کہ (معاذ اللہ) آپ کو علم نہ تھا۔ خدا تعریف بیان فرمارہا ہے اور یہ اس مقام عالی میں عیب نکال رہے ہیں۔ درحقیقت یہ خدا تعالیٰ کو بے علم سمجھ رہے ہیں اور اس میں عیب نکال رہے ہیں (العیاذ ! باللہ) کیونکہ ہوسکتا ہے کہ مخالفین یہ بھی کہہ بیٹھیں کہ اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا:

لَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ؕ (پ۳،س بقرہ)

کیا تجھے یقین نہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس لئے کہ دل کو اطمینان ہو۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو بھی علم غیب نہیں (معاذ اللہ) اگر خدا کو علم ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کیوں دریافت کرتا کہ کیا تجھے یقین نہیں۔ اس لئے ایسے واقعات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں عدم علم کا ثبوت لینا انتہا درجہ کی جہالت ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات میں ہزارہا حکمتیں ہوا کرتی ہیں جو عام لوگوں سے بالاتر ہیں۔ اس واسطے کسی کا کیا حق ہے کہ وہ محبوبِ خدا کے علوم میں تنقیص کرتا پھرے۔ الحمد للہ

حضرت عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ کی تحقیق

شبہ:

منکرین علم غیب کا بیان ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام جس بیابان جگہ سے گزرتے ہوئے وہاں کچھ دیر آرام کرنے کے لئے سو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو وہاں پر سو سال تک رکھا۔ آپ جب سو سال کے بعد اٹھے تو پوچھا گیا کہ اے عزیر! کتنی دیر یہاں ٹھہرے ہو تو

کہنے لگے: آدھایا پورادن۔ اگران کو علم ہوتا تو یہ کیوں کہتے کہ آدھایا پورادن ٹھہراہوں۔

جواب:

نہایت افسوس کی بات ہے کہ مخالفین نے حضرت سیّدنا عزیر علیہ السلام کے واقعہ کو بھی آپ کے علم نہ ہونے کی سند بنالیا ہے۔ یہ توان کی پرانی فطرت ہے کہ قرآنی آیات طیبات کو جب چاہا اور جس طرح چاہا اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے توڑ موڑ لیا مگر اس سے کیا نتیجہ نکلا کہ اپنی آخرت بھی تباہ کررہے ہیں۔ اور یہ سب کوششیں بے سود ہیں۔ اسی طرح حضرت سیّدنا عزیر علیہ السلام کے واقعہ سے کوئی دانا عدم علم نہیں نکال سکے گا بھلا اگر حضرت عزیر علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ:

قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ (پ۳،ع۴)

تواس میں کیا حرج ہے اور تمہیں کیا حق ہے کہ یہ کہو کہ آپ کو علم نہیں۔ یہ کہنا کہ آپ کو علم نہیں، یہ کس لفظ کا ترجمہ کررہے ہو۔ اس کا مطلب پھر یہی ہوگا کہ تم اپنے مدعا کو ثابت کرنے سے قاصر ہوکر محض زبان درازی اور قرآنی آیات سے مکاری کرنی شروع کردیتے ہو تو ایسے فاسد قیاس کیا عقلاً کے نزدیک قابل التفات ہیں۔ آپ جیسے شیطان قیاس والوں کو حضرت عزیر علیہ السلام قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ فرمانے سے یہ عدم علم کا شبہ پیدا ہوا ہے تو لازم ہے کہ وہ یہ بھی کہتے پھریں کہ حضرت عزیر علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

کَمْ لَبِثْتَ (آپ یہاں کتنی دیر ٹھہرے) (پ۳ بقرہ)

لہٰذا اگر اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہوتا تو حضرت عزیر علیہ السلام سے کیوں دریافت کرتا۔ تو یہ وہی شیطانی شبہ ہے۔ تو کیا قابل التفات ہوسکتا ہے ایسے واقعات جوکئی حکمتوں پر مبنی ہوں اور اُمت کے لئے نصیحت آموز ہوں عدم علم کی ہرگز دلیل نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے۔ اس کا علم قدیم بالذات ہے مگر ایسے لفظوں سے یہ معنی سمجھ لینا اور انکار علم میں سند لانا کور باطنی اور نابینائی ہے بلکہ سیّدنا حضرت عزیر علیہ السلام

کے علم غیب کا واضح ثبوت ہے کہ آپ نے فرمایا میں یہاں پر دن یا کچھ حصہ ٹھہرا ہوں۔ اس لئے کہ آپ بعد از وصال عالم برزخ میں چلے گئے اور برزخ کا عالم وہ ہے جہاں نہ دن ہے نہ رات۔ اب جب آپ اٹھے تو دریافت کیا پروردگار عالم نے کہ آپ کتنا عرصہ یہاں پر ٹھہرے ہیں تو آپ نے فرمایا: دن یا دن کا کچھ حصہ یعنی عالم دنیا کے سو سال عالم برزخ کے مقابلہ میں کچھ نہیں اور اگر بیان مقصود بجواب ہے تو بمثل ایک دن یا اس کا کچھ حصہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے عزیر علیہ السلام! آپ سو سال ٹھہرے ہیں۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے عالم دنیا کے سو سال اور حضرت عزیر علیہ السلام نے عالم برزخ کے سو سال کو بتمثیل دنیا ایک دن یا اس کا کچھ حصہ بیان فرمایا تاکہ دونوں جہاں کی حقیقت واضح ہو جاوے۔ اسی لئے حیات کے بعد موت اور موت کے بعد دوبارہ حیات کا مسئلہ بھی روشن فرما دیا۔ عالم دنیا اور عالم برزخ کا مسئلہ بھی سمجھا دیا۔ تیرا ظاہری طور پر بصورت دنیا فی الحقیقت فانی جب آپ نے آرام فرمایا تو اس وقت دن کا کچھ وقت گزر گیا تھا اور جب اٹھے تو کچھ دن باقی تھا۔ اس کے مطابق بھی جواب بصورت ظاہرہ درست تھا اور رہا باطن میں اس واقعہ کے راز تو وہ اہل علم ہی پہچانتے ہیں۔ وہ بے وقوف کیا جائے جس کو تنقیص کے سوا اور کچھ سوجھتا ہی نہیں ہے۔

مسلمان کا یہی حق ہے کہ وہ خدا کے محبوبوں کا ادب واحترام اور ان کی عزت وتوقیر بجالائے۔ خوب سوچئے اور خدا کا خوف پیدا کیجئے اور آئندہ گستاخیوں سے باز رہئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تو وہ ذاتِ عظیمہ ہے جن کی تعریف وشان خود خداوند کریم نے بیان فرمائی بلکہ سارا قرآن خلق رسول ہی ہے۔ کون ہے جو آپ کی شان کا اندازہ کرے۔

آیئے ذرا اب حضرت سیّدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ملاحظہ فرمایئے کہ وہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کتنی عظیم حقیقت کا اظہار کرتے ہیں۔

شانِ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق

حضرت سیّدنا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا عقیدہ

قصیدہ نعمان:

وَاللّٰہِ لَوْ اَنَّ الْبِحَارَ مِدَادُھُمْ
وَالشُّعْبُ اَقْلَام جعلن لِذَاکَا
لَمْ یَقْدِرِ الثَّقَلَانِ یَجْمَعُ نَذْرَہٗ
اَبَدًا وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَہٗ اِدْرَاکَا

(ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر تمام سمندر ان کی روشنائی ہو جائیں اور تمام روئے زمین کے درخت قلم بنا دیئے جائیں اور تمام گروہ جن وانسان (یا ساکنانِ ارض وسماء) مل کر ایڑی چوٹی کا زور لگائیں بایں ہمہ آپ کے مکارم واوصافِ جمیلہ سے ایک ذرّہ بھر بھی نہ لکھ سکیں۔ لکھنا تو درکنار اس کا ادراک بھی نہ کر سکیں)

اس میں شک نہیں کہ رئیس الفقہاء سراج الملت حضرت سیّدنا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ایسی حقیقت بیان فرمائی ہے جس پر ہر صحیح العقیدہ مسلمان کا یقین اور ایمان ہے۔ لیکن آج ہمیں ایسے لوگوں سے واسطہ پڑ رہا ہے جو اصلی حنفیت کے دعویدار ہیں اور اپنے تئیں حضرت امام موصوف رحمہ اللہ کے مقلدین ظاہر کرتے ہیں۔ نہ صرف ان کے عقائد سے بالکل منحرف ہیں بلکہ شاہِ دو جہاں رحمت عالمیاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مراتب عالیہ اور علومِ غیبیہ پر بھی تنقید کرتے ہیں۔

حضرت امام موصوف رحمہ اللہ کا عقیدہ دیکھئے آپ فرماتے ہیں ساکنانِ دو جہاں، جن وانس اور ملائکہ سب کو جمع کر لیا جائے تمام سمندروں کا پانی سیاہی بنا دی جائے اور روئے زمین پر جتنے درخت ہیں سب کے قلم بنا دیئے جائیں اور یہ سارے

سرکارابدقرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مدارج اوراوصافِ جمیلہ قلمبند کرتے رہیں باوجود سعی عظیم کے آپ کے کمالات سے ایک ذرّہ بھرنہ لکھ سکیں بلکہ علوومراتب کاادراک بھی نہ کرسکیں۔

جب اہل بصیرت حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور منصب عالی کو نہیں سمجھ سکتے تو اربابِ عقول کے اعتراضات بے معنی ہیں جولوگ محض اپنی ذاتی قیاس آرائی کی بنا پرلوگوں میں غلط بیانی کرتے رہتے ہیں امام موصوف علیہ الرحمتہ نے سچ فرمایا کہ آپ کے اوصافِ حمیدہ عقل وفہم سے باہر ہیں۔ ع

عقل قرباں کن بہ پیشِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں ایک مقام پر فرماتے ہیں:

اکثر عوام الناس خواهند که فراخی حوصله بادشاهاں رادریابند و معلوم کنند وبگفتگو هرگز نمی تواند فهمیده و ازیںخاست که گفته اند لا یعرف الولی الا الولی ولا یعرف النبی الا النبی

اکثرعوام الناس چاہتے ہیں کہ بادشاہوں کے حوصلے کی فراخی کوپہنچیں اوراس کو گفتگو یا بات چیت کے ذریعہ سے معلوم کرلیں لیکن وہ ہرگز دریافت نہیں کرسکتے اورنہ ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اس لئے یہ قول معروف ہے کہ ولی کوولی اورنبی کونبی پہچانتا ہے۔

برمقامے که رسیدی نرسد هیچ نبی

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جس مقام پر پہنچے ہیں وہاں کسی نبی یاولی کورسائی نہیں ہے۔ اس واسطے سوائے ذاتِ باری تعالیٰ کے آپ کے درجات عالیہ کوکما حقہ کوئی نہیں جانتا۔

مَاذَا یَقُوْلُ الْمَادِحُوْنَ وَمَا عَسٰی
اَنْ تَجْمَعَ الْکُتَّابُ مِنْ مَّعْنَاکَا

یا یہا الزمل، یا یہا المدثر، یٰسین وطٰہٰ ویا سیدی آپ کے مدح آپ کی تعریف میں کیا کہہ سکتے ہیں کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ لکھنے والے آپ کی سیرت وصورت معنوی اور اوصافِ حمیدہ سے کچھ تحریر میں لاسکیں۔

لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّہٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ہمارا مخالفین سے کوئی ذاتی عناد نہیں ہے بلکہ صرف یہ مقصد ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام وحضور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبیاں وگستاخیاں اور توہین آمیز کلمات چھوڑ دیں۔

تمام وہابیہ دیوبندیہ اچھی طرح سن لیں کہ مجھے ہر روز جتنی چاہو گالیاں دو، تو مجھے اس شرط پر منظور ہیں کہ تم حضور آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم، دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ و السلام اور اولیاء صالحین کی شان اقدس میں بے ادبی کا کوئی کلمہ نہ ہو۔

علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ اپنی کتاب شفا شریف میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمتہ سے منقول ہے:

قال ابو حنیفۃ و اصحابہ علی اصلھم من کذب باحد من الانباء او تنقص احدامنھم فھو مرتد (شفاء شریف جلد دوم ص ۲۶۲)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے اصحاب نے فرمایا جو کوئی کسی نبی کی تکذیب یا تنقیص کرے وہ مرتد ہے۔

اس کے آگے چل کر حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال محمد بن سخنون اجمع العلماء علی ان شاتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المستنقص لہ کافر و من شك فی کفرہ

و عذابه کفر (ایضاً ص ۳۹۳)

محمد بن سخنون فرماتے ہیں کہ تمام علماء امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں توہین و تنقیص کرنے والا کافر ہے اور جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

آپ نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمتہ کا عقیدہ اور مذہب دیکھ لیا ہے اب سوچئے کہ اصلی حنفی کون ہے اور نقلی کون۔ کیا نبی کے علوم میں کمی بیان کرنا توہین یا تنقیص نہیں؟ ضرور ہے۔ بعض دیوبندی حضرات یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ جن کتابوں میں دیوبندیوں نے توہین آمیز عبارات لکھی ہیں ان کی نیت توہین و تنقیص کی نہ تھی۔ مناسب سمجھتا ہوں کہ انہی کے مولوی کی زبانی یہ بات پیش کئے دوں کہ الفاظ توہین میں نیت معتبر نہیں ہوا کرتی۔

دیوبندیوں کے شارح بخاری مولوی انور شاہ کشمیری اپنی کتاب اکفار الملحدین میں رقم طراز ہیں:

المدار فی الحکم بالکفر علی الظواهر ولا نظر للمقصود والنیات ولا نظر بقرائن حاله (اکفار الملحدین ص ۷۳)

کفر کے حکم کا دارومدار ظاہر پر ہے۔ قصد و نیت و قرائن حال پر نہیں۔

اس کے آگے انور شاہ کشمیری تحریر کرتے ہیں:

وقد ذکر العلماء ان التهور فی عرض الانبیاء وان لم یقصد السب کفر (اکفار الملحدین)

علماء نے فرمایا انبیاء علیہم السلام کی شان میں دلیری و جرأت بھی کفر ہے اگرچہ توہین مقصود نہ ہو۔

ان تمام مذکورہ عبارتوں پر غور کیجئے کہ دیوبندیوں کے شارح بخاری مولوی انور شاہ کشمیری کتنا صاف لکھ رہے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں دلیری و جرأت بھی

کفر ہے اگرچہ توہین مقصود نہ ہو۔ کفر کے حکم کا دارومدار ظاہر پر ہے قصد و نیت و قرائن حال پر نہیں۔

اب بتائیے کہ مخالفین کا کیا ٹھکانہ، جن کا سرمایۂ حیات صرف یہی ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخیاں کریں۔

اس لئے اب بھی وقت ہے کہ اس بارگاہِ مقدسہ کے باادب ہو جاؤ اور سچی توبہ کیجئے۔ ورنہ اپنا آخری مقام سوچ رکھو۔ تنقیص انبیاء علیہم السلام معمولی سی بات ہوتی تو آج اتنا اختلاف کیوں ہوتا۔ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً

چیلنج:

تمام وہابی دیوبندی سب کو دعوتِ عام ہے۔ اجمعوا شرکاءکم چھوٹے بڑے سب اکٹھے ہو کر ایک آیت قطعی الدلالۃ یا ایک حدیث متواتر یقینی الافادہ چھانٹ لائیں جس سے صاف صریح طور پر ثابت ہو کہ حضور سیّد عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فلاں چیز کا علم حضرت حق مجدہٗ تعالیٰ نے مرحمت نہیں فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ کَیْدَ الْخَائِنِیْنَ ۔ (۱۲:۵۲)

تو خوب جان لو کہ اللہ راہ نہیں دیتا دغابازوں کے مکر کو۔

ان شاء اللہ قیامت تک کوئی دلیل نہ لاسکو گے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

ضروری

اس کتاب میں ان سوالوں کے جوابات ہیں جو دیوبندی وہابی اکثر اہل سنت (بریلویوں) پر حضور پرنور ناصر یوم الکربۃ والنشور کے علم شریف کے بارے میں کیا کرتے ہیں جو اجمالاً از روئے قرآن مجید و احادیث شریفہ اور اقوال آئمہ کرام سے بطریق احسن بلاطعن و تشنیع بحسب توفیق لکھے گئے ہیں۔ اگر مخالفین کے کچھ اور سوالات علم غیب کے متعلق رہ گئے ہیں تو ان کی بھی تفصیلات ان شاء اللہ و رسولہ الکریم آئندہ کسی اور کتاب میں جوابات پیش کر دیئے جائیں گے۔ مکمل اطمینان رکھیے۔

اعلان

اس کتاب کے لکھے جانے کے بعد اگر وہابیہ دیوبندیہ اہل سنت مذہب حق پر حضور انور سرور کائنات افضل الصلوٰۃ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم ودیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علومِ غیبیہ پر کسی قسم کا کوئی جدید یا پرانا اعتراض پیش کریں تو براہِ کرم مطلع فرمائیں۔ ان شاء اللہ ورسولہ الکریم اس کا مدلل جواب دیا جائے گا۔ پھر انہیں اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہوگی۔

کتاب ''علم خیر الانام'' کو جو کوئی تعصب کی پٹی اتار کر فرقہ پرستی سے علیحدہ ہو کر اور حق شناسی کی عینک لگا کر اس کا مطالعہ کرے گا تو بفضلہٖ اس پر حق واضح ہو جائے گا کہ صحیح عقیدہ پر کون ہیں اور جھوٹے مدعیان کون ہیں، یہ تو خداوندی فیصلہ ہے۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۔ جو لوگ بغض، تعصب، حسد وعناد کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ہمارے دین اور راہِ ہدایت کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمارا وعدہ ہے کہ ان کو خود سچے مذہب وعقیدے کی پہچان کرادیں گے۔

مسئلہ علم غیب کے متعلق ہمارے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا علامہ الشاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الدولۃ المکیۃ فی المادۃ الغیبیۃ خالص الاعتقاد، انباء المصطفی بحال سرو اخفی، مالی الحبیب بعلوم الغیب، اللؤلؤ المکنون فی علم البشیر، ما کان و ما یکون وغیرہا کا مطالعہ رکھیں اور اس کے علاوہ حکیم الامت سیّد المفسرین صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا حکیم محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ کی تصانیف مثلاً الکلمۃ العلیاء لاعلاء علم المصطفی و اطیب البیان کو بھی زیر مطالعہ رکھیں۔ جن کے جواب آج تک مخالفین نہ دے سکے اور نہ قیامت تک دے سکیں گے۔ علاوہ ازیں ہمارے موجودہ علماء نے اہل سنت بریلوی کی بے شمار تصانیف ہیں جو قابل دید ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں پڑھنے اور عمل کرنے کی توفیق بخشے آمین۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے

مسلک کے تمام علمائے کرام کو مزید اشاعت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ اور تمام احباب اہل سنت کو بھی دین و دنیا میں کامیابی عطا فرمائے۔ اس کے ساتھ ہی میں بارگاہِ رب العزت میں یہ دعا بھی کرتا ہوں کہ میرے جدامجد محترم المقام قبلہ و کعبہ جناب محمد الدین صاحب غفرلہ المتین کوٹلی لوہاراں جو گزشتہ سال ۲۸ صفر المظفر ۱۴۲٦ھ ۱۸؍جون کو اللہ کو پیارے ہو گئے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ ان پر اپنی خاص رحمتیں نازل فرمائے اور انہیں بہار جنت میں عالی مقام عطا فرمائے۔ انہوں نے میری زندگی کا مقصد صرف یہی رکھا کہ میں دین حق کو پہچانوں اور مسلک اہل سنت بریلوی پر قائم رہوں۔ الحمد للہ ان کی دعاؤں، تمناؤں اور کوششوں کو مولیٰ تعالیٰ نے پورا فرمایا اور مجھ میں جو کمزوریاں ہیں اللہ تعالیٰ دور فرمائے۔

یہ قصہ لطیف ابھی نا تمام ہے
جو کچھ بیاں ہوا ہے وہ آغاز باب تھا

یہ جو کچھ بیان کیا گیا نہ تو اس سے اپنی علمی لیاقت کا اظہار منظور ہے اور نہ ہی اپنی قابلیت دکھانا مقصود ہے۔ یہ محض خداوند کریم جل شانہ اور اس کے پیارے حبیب مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوشنودی و رضا کی خاطر ہے کہ لوگ صحیح صراط مستقیم کو اختیار کر کے اپنی آخرت کو سنوار لیں۔

دعا فرمائیے کہ ذات غفور رحیم اور پیارے حبیب رؤف رحیم مجھ حقیر پر تقصیر ناکارۂ خلق اور زمانہ سے زیادہ گنہگار کے یہ ٹوٹے پھوٹے الفاظ قبول فرمائے۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ آمین۔ اور خصوصی دعا فرمائیے کہ مولیٰ عزوجل اپنے محبوبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میری سیاہ کاریوں کو معاف فرمائے اور مسلک حق اہل سنت (بریلوی) پر خاتمہ فرمائے۔ اور یہ کتاب ”علم خیر الانام“ میری اندھیری گور کا چراغ ہو، میری قبر بہار جنت کا باغ ہو۔ آمین۔ بحرمۃ سیّد المرسلین۔

آخری دعا

پروردگار عالم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اپنے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ و السلام کے وسیلے اور سرکار شہنشاہِ نقشبند اور سرکار غوثیت مآب و سرکار شاہ کلیم اللہ دہلوی سرکار نظام الدین اولیاء وسرکار فرید الدین گنج شکر و شہاب الدین سہروردی وسرکار سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری و سرکار بو علی شاہ قلندر وسرکار خواجہ باقی باللہ وسرکار داتا علی ہجویری وسرکار امام علی الحق رحمہ اللہ علیہم اجمعین کے صدقے سے گستاخوں و بے ادبوں اور باطل فرقوں سے محفوظ رکھے اور ایمان پر خاتمہ فرمائے۔

آمین بجاہ سیّد المرسلین۔ اقول قولی ھذا واستغفروا اللّٰہ لی وسائر المومنین و المومنات والصلٰوۃ الزکیات النامیات علی سیّدنا محمد النبی المغیبات مظھر الخفیات و علٰی اٰلہٖ وصحبہٖ والاکارم السادات واللّٰہ سبحانہٗ تعالٰی اعلم و علمہ جل مجدہٗ واتم و احکم۔ اللّٰھم صل علٰی بدر التمام اللّٰھم صلی علٰی نور الظلام اللّٰھم صل علٰی مفتاح دارالسلام اللّٰھم صل علٰی شفیع فی جمیع الانام۔ بجاہ حبیبك الرؤف الرحیم علیہ افضل الصلٰوۃ والتسلیم ٥

مطبوعات

- تفسیر الجیلانی (اُردو)
- برہان القرآن فی مرآۃ الرحمٰن
- اسرارُ الحقیقت فی تبیانِ الطریقت
- الارشادُ المدام فی تبیانِ الاسلام
- حُجّۃُ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ﷺ (اُردو)
- مطالع المُسَرّات شرح دلائل الخیرات
- مظہر لاریب اُردو ترجمہ شرح فتوح الغیب
- تفسیر عزیزی (اُردو 4 جلد)
- برکات روحانی اُردو ترجمہ طبقات الکبریٰ
- الیواقیت والجواہر
- جناتِ عدن اُردو ترجمہ لطائف المنن
- انوار الصدیق ترجمہ عمدۃ التحقیق فی بشائرِ آلِ صدیق
- فیوض العارفین اُردو ترجمہ نزہۃ الناظرین
- الابریز
- ذخیرۃ الملوک (اُردو)
- البرہان فی خصائص حبیبُ الرحمٰن
- عطائے حبیب فقہی مسائل کا مجموعہ (سوالاً جواباً) (3 جلد)
- فضائل ومسائل درود شریف
- جمالِ مصطفائی مظہر انوار الٰہی (مجموعہ درود پاک)
- شفاء السقام فی زیارت خیر الانام
- حضور نبی اکرم ﷺ بحیثیت منتظم اعلیٰ
- لمعاتِ مصطفیٰ ﷺ (یعنی حضور کے خدائی جلوے)
- وہ جو مر کے پھر زندہ ہوئے (جدید تخریج شدہ)
- اللہ ورسولہ اعلم (اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سب سے زیادہ جانتے ہیں)
- سِرُّ الشہادتین (عربی اُردو، جدید تخریج شدہ)
- شب برات کے فضائل ودلائل
- ایمان کی شاخیں تلخیص وترجمہ شعب الایمان
- تنبیہ الغافلین (دو جلد)
- شہادت نواسۂ سیّد الابرار ومناقب آل نبی المختار
- شرح قصیدہ غوثیہ
- یارانِ مصطفیٰ مع وارثانِ خلافتِ راشدہ
- قرآن اور حاملین قرآن
- کواکب سبعہ
- کربل کی ہے یاد آئی
- فضائل ومسائلِ نماز
- فضائل ومسائل صیام ورمضان
- الدروس العشرہ فی سورۃ الفاتحۃ
- عبرت ناک قرآنی قصے
- سیرت رسولِ ہاشمی ﷺ
- تذکرہ قرآنی خواتین
- تجلیات المدینۃ المنورۃ
- ازواج الرسول اُمّہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن
- تجلیات سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
- تجلیات سیّدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ
- تجلیات سیّدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ
- تجلیات سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

11۔ گنج بخش روڈ لاہور ☎ 37313885

E-mail: nooriarizvia@hotmail.com